(قسط ۵ ابقایا صفحہ جات)

"میری پوتی کو مت مارنا۔ وہ بہت قیمتی ہے۔" بوڑھے ہاتھ نے اس کے ہاتھ کو پکڑ رکھا تھا۔

ساری دنیا ایک دم سیاہ اور سفید ہو گئی تھی۔ سارے رنگ غائب ہو گئے تھے۔

سب واضح تھا۔ صاف اور شفاف۔

بس اسٹاپ تک پہنچتے ہی وہ رکی۔ گہرے سانس اندر کھینچے۔ ایک دو تین۔

پھر موبائل اسکرین روشن کی۔ وہ گوگل میپس نہیں کھول رہی تھی۔

وہ ایک نمبر ملا رہی تھی۔

''مجھے ایک اپائنٹمنٹ چاہیے۔''

اس کی آواز کپکپائی۔

''ابارشن کے لیے۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہر فرید کے کیف جمال بننے سے تین ماہ پہلے

استنبول۔

یہ استنبول شہر کا معروف کاروباری مرکز لیونت تھا۔

لیونت میں جہاں سڑک کے عین اوپر بہت سے کمرشل دفاتر بنے تھے، وہیں بہتیرے کاروباری افراد نے اپنے آفس مین روڈ سے دور، رہائشی کالونیوں کے اندر بنے ولاز میں قائم کر رکھے تھے۔ اس کا ایک مقصد ٹریفک کے بے ہنگم شور اور آلودگی سے خود کو محفوظ رکھنا تھا، بالخصوص ان افراد کے لیے جن کا کام تخلیقاتی نوعیت کا تھا۔

اس کا دوسرا مقصد پرائیوسی تھا۔ یہاں کے کاروباری افراد نہیں چاہتے تھے کہ ان کے ملاقاتی سرِ عام ان کے دفاتر میں داخل ہوں۔ اس شہر کے باسیوں کو اپنی پرائیوسی میں دراڑ پڑنے کا خوف ہمیشہ لاحق ہوتا تھا۔

ایسا ہی ایک وِلا سرمئی چار دیواری سے گھرا تھا اور اس کے سیاہ گیٹ پر اس کا نام جلی حروف میں درج تھا۔

کیف۔ KAIF

یہ "قاسم علی امتیاز فرید" کے نام کے پہلے حروف سے بنایا گیا نام تھا جو اس آرکیٹکچرل فرم کی پہچان بن چکا تھا۔

قریباً ڈیڑھ برس پہلے ماہر فرید نے اس شہر میں منتقل ہونے کے بعد اس فرم کی بنیاد رکھی تھی۔ اور ان ڈیڑھ برس میں اس عمارت کے خدوخال میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ پھیکی سرمئی دیواریں جو کسی قسم کے سبزے سے خالی تھیں۔

زارینہ فرید اپنے آفس میں کھڑی، ٹہلتے ہوئے فون پہ بات کر رہی تھی۔ شیشے کے دروازے کے باعث باہر سے گزرتی شبنم بنا کسی دقت کے اس کو دیکھ سکتی تھی۔ وہ چند ماہ پہلے یہاں آئی تھی۔ اور پھر اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا تھا۔

شبنم چند کاغذات لیے ماہر کے آفس کی طرف جا رہی تھی۔ ایک کینہ توز نظر زارا پہ ڈالی۔ پھر آگے بڑھ گئی۔

ہال کے اختتام پر بنا بند دروازہ کھٹکھٹایا۔ پھر ہینڈل گھمایا۔ دروازہ چوکھٹ سے جدا ہوا اور اندر کا منظر واضح ہوا۔

وہ میز کے کنارے جھکا کھڑا، ایک گرافک ٹیبلیٹ پر انگلی سے سوائپ کر رہا تھا۔ نگاہ اٹھا کے اسے دیکھا۔ اور سوالیہ ابرو اٹھایا۔

"۱۵ جولائی۔" وہ جتا کے کہتی قریب آئی اور ایک کاغذ اس کے سامنے رکھا۔ "ہمیں اپنا ڈیزائن ۱۵ جولائی تک پیش کرنا ہے۔"

ماہر کی نگاہ کیلنڈر کی طرف اٹھ گئی۔ جنوری کا صفحہ سامنے تھا۔

"ہمارے پاس پانچ ماہ سے زیادہ وقت ہے۔" پھر غور سے شبنم کو دیکھا۔ جیسے اس کی ناگواری کی وجہ نہ سمجھ پا رہا ہو۔

شبنم نے پہلو بدلا۔ پلٹ کے بند دروازے کے پار دیکھا۔ پھر واپس ماہر کو۔

"تمہیں زارا سے کوئی مسئلہ ہے؟" وہ گہری سانس لے کر سیدھا ہوا۔ قلم نیچے رکھا۔

"بیربل کہتا ہے..."

"بیربل کو ہم سنجیدہ نہیں لیتے، شبنم۔" نرمی سے یاد دلایا اور کرسی پر بیٹھا۔

"مگر..." وہ متامل ہوئی۔ "زارا ہماری فرم کا حصہ تب بنی ہے جب ہم اسٹیبلیش ہو چکے ہیں۔ اس پوزیشن کے لیے بہتر لوگ موجود تھے۔ آفس میں کہا جا رہا ہے کہ آپ نے یہ عہدہ اپنی کزن کو دے کر زیادتی کی ہے۔"

"میری کزن یا فارنر؟" وہ اب کف کے بٹن کھول رہا تھا۔

"فارنر۔" اس نے پہلو بدلا۔ وہ ناخوش لگتی تھی۔

"ترکش قوم بہت racist ہے، ماہر بے۔ ان کو صرف وہ فارنر پسند ہیں جن کے پاس ڈالرز ہوتے ہیں۔ یہ قوم ڈالرز کے لیے اپنے ماں باپ کو بھی بیچ سکتی ہے۔"

"پاؤنڈز۔" اس نے تصحیح کی لیکن وہ نہیں سن رہی تھی۔

"زارا جب سے آفس میں آئی ہے، ہمارے آفس کے ماحول میں ڈراما بڑھ گیا ہے۔"

"زارا اپنے کام میں بہت اچھی ہے۔" وہ آستین کے کف پیچھے موڑ رہا تھا۔

"وہ آپ کے بارے میں بہت پوزیسیو ہے۔ آپ سے ملنے آنے والی ہر خاتون انویسٹر کی وہ تحقیق کرتی ہے۔" شبنم خفگی سے کہہ رہی تھی۔ "اور اگر میں اس کو انفارمیشن نہ دوں، تو وہ مجھے دھمکیاں دیتی ہے۔"

ماہر نے گہری سانس لی۔ اور پیچھے کو ہو کے بیٹھا۔

"زارا کو ہمیشہ سے انسانوں کے بارے میں جاننے کا تجسس ہوتا تھا۔ ہمیں فرید ہولڈنگ میں جب بھی کسی کے بارے میں کوئی بھی معلومات چاہیے ہوتی تھی، ہم زارا کو کال کرتے تھے۔ زارا میری بہترین دوست ہے۔ اور وہ یہ سب کیف کے لیے کر رہی ہے۔"

"اونہوں۔" اس نے ناک سکوڑتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ یہ سب آپ کے لیے کر رہی ہے۔ وہ کسی کو آپ کے قریب ہوتے نہیں دیکھنا چاہتی۔"

وہ ٹیک لگائے، دھیرے سے مسکرا دیا۔

"میرے قریب کوئی بھی نہیں ہے۔"

"بیربل کہتا ہے کہ زارا کرائسس میں ہمیشہ چھوڑ دینے والوں میں سے ہے۔ وہ یہاں بھی تب آئی ہے جب آپ اپنے قدم جما چکے تھے۔ اس نے کیف کا وہ وقت نہیں دیکھا جب آپ یہاں نئے تھے اور..."

"اور ترکش انویسٹرز مجھے ایک امیر آدمی خیال کر کے صبح شام اس ولا کا چکر لگایا کرتے تھے۔" وہ یاد کرتے ہوئے مسکرایا۔

اب کی بار شبنم بھی دھیرے سے مسکرائی۔

"اور وہ آپ کی اجازت کے بغیر اوپر اسٹڈی میں چلے جایا کرتے تھے۔ آپ کے سگارز اور گھڑیاں چرا لیتے

تھے۔ وہ تو جب ہم نے یہ باتیں مشہور کیں کہ آپ نفسیاتی مریض رہ چکے ہیں، تو ایسے لوگوں سے جان چھٹی۔ ورنہ وہ آپ کو یہاں اسٹیبلیش نہ ہونے دیتے۔" اس نے اداس مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا۔ "میں اپنی قوم سے واقف ہوں، ماہر ہے۔ ہم فطرتاً سست اور وعدہ خلاف ہیں۔ محنت سے بھاگتے ہیں۔ اور ڈالرز کی پوجا کرتے ہیں۔ یہاں لندن کی نسبت تعلیم بہت کم ہے اس لیے لوگوں میں بنیادی ورک ethics نہیں ہیں۔ پھر بھی..." وہ آگے کو جھکی اور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ "اس عہدے کے لیے زارا سے بہتر کوئی ترک شخص ہوسکتا تھا۔ وہ کیف کے لیے یہاں نہیں آئی۔ وہ آپ کے قریب ہونے کے لیے یہاں آئی ہے۔"

"اور میرے قریب کوئی بھی نہیں ہے۔" وہ ہاتھ باہم ملائے، ٹیک لگائے، اسی انداز میں مسکرایا۔

شبنم نے گہری سانس لی۔ پھر افسوس سے سر جھٹکا۔ ماہر بے کو سچ سننا پسند تھا۔ اس آفس میں سچ بولنے پہ پابندی نہیں تھی۔ وہ سائیکو پیتھ و ڈڈالرز مشہور تھا۔ اور اسے کچھ بھی سننے سے ڈر نہیں لگتا تھا۔

لیکن زارا پہ اس کا بھروسہ کرنا شبنم کو ایسے ہی بے چین کر دیتا تھا۔

" آپ کی زندگی میں واقعی کوئی نہیں ہے؟" شبنم نے عینک کے پیچھے سے مشکوک انداز میں آنکھیں چھوٹی کیں۔

ماہر نے شانے اچکا دیے۔ شبنم انہی نگاہوں سے اسے دیکھے گئی جیسے فیصلہ نہ کر پا رہی ہو کہ وہ واقعی تنہا تھا یا اس کو بتا نہیں رہا تھا کہ کہیں وہ زارا کو نہ بتا دے۔

پھر وہ پلٹنے لگی جب اچانک یاد آیا۔ ماتھے پر ہاتھ مارا۔

" آپ کے آفیشل ای میل پہ ہر ہفتے فرید ہولڈنگ کے اسٹاف کی ای میلز آتی ہیں۔"

" جانتا ہوں۔ کوئی نئی بات نہیں ہے۔" ماہر فرید نے ناک سے مکھی اڑائی۔ وہ جب سے لندن چھوڑ کے آیا تھا، اس کا پرانا اسٹاف اس کو اکثر میلز لکھتا تھا۔ فرید ہولڈنگ کے اکاؤنٹس درست نہیں جا رہے۔ کوئی شخص غبن کر رہا ہے۔ وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں مالک فرید کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا اصل باس واپس آجائے۔

" آپ کو یقین ہے نا کہ آپ کے انکل آپ کے ساتھ کسی قسم کا دھوکہ نہیں کر رہے؟"

ماہر نے ایک سخت نگاہ اس پہ ڈالی۔

" مالک بہت کچھ ہوسکتا ہے، بددیانت نہیں۔ یہ لوگ موقع پرست ہیں۔ خوشامدی درباریوں کی طرح۔ جو کسی ملک بدر ہوئے حکمران کو واپس آنے کی ترغیب صرف اس لیے دیتے ہیں تا کہ وہ موجودہ حکمران کا تختہ الٹ سکے۔

اور وہ تماشہ دیکھ سکیں۔ یقیناً مالک ان سے محنت کرواتا ہے۔ اسی لیے وہ اس کو پسند نہیں کرتے۔ اب میں کام کرلوں؟"

"شیور۔ اور ہاں... ایک لڑکی نے مجھے کئی دفعہ آپ کے لیے ای میل لکھی ہے کیف کی ویب سائٹ پہ دیے گئے ایڈریس پہ۔" وہ فون اسکرین پر بٹن دبانے لگی۔ ''وہ آپ سے ملنا چاہتی ہے۔"

"ایک نئی انویسٹر؟" وہ قدرے اکتا کے کہتے ہوئے سامنے رکھی اسکرین پہ جھکا۔

"اونہوں۔ شاید کوئی ٹین ایجر۔ عجیب سا نک نیم ہے اس کا۔" شبنم پڑھ کے سنانے لگی۔

''I died on my birthday''

وہ چند لمحے کیز دباتا رہا۔ نگاہیں اسکرین پہ مرکوز رہیں۔ ذہن نے دھیرے دھیرے اس کو جذب کیا۔

اور پھر ایک دم اس نے سر اٹھایا۔

ساری دنیا جیسے برف کی تہوں میں دب گئی۔ اب ہر طرف سفید سا سناٹا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لاہور۔

اس وقت جب ماہر فرید اس گمنام ای میل کو جذب کر رہا تھا، لاہور کے ایک بنگلے میں مہندی کا فنکشن جاری تھا۔ لان کو گیندے کے پھولوں اور جگمگاتی بتیوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اسٹیج پر ایک گوٹے کناری سے سجا بورڈ آویزاں تھا جس پر "سہیل کی مہندی" درج تھا۔

گھاس پر فرشی نشستیں بچھی تھیں۔ زرد مخمل کے گاؤ تکیے۔ گلابی اور نارنجی کشن۔ گانوں کی آوازیں۔ مہندی کی خوشبو۔ ایک طرف سجی بفے ٹیبلز جن سے حلوہ پوری اور باربی کیو کی مہک اٹھ رہی تھی۔ کھانا ابھی کھلا نہیں تھا۔ سو وہ جگہ ویران تھی۔ مہمان لان میں بیٹھے تھے۔ لڑکے لڑکیاں نیچے زرد چادر پر اور بڑی عمر کی خواتین جو اٹھتے بیٹھتے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتی تھیں، اوپر صوفوں پر براجمان تھیں۔ ایک جانب مہندی والی لڑکی کون ہاتھ میں پکڑے، باری باری لڑکیوں کے ہاتھوں پر نقش و نگار بنا رہی تھی۔

"آنٹی، آپ مہندی لگوائیں گی؟" سہیل کی بہن ان معمر خواتین کی طرف آئی اور مسکرا کے نگینہ بیگم سے پوچھا۔

"نہیں، بیٹے۔ آپ لوگ لگواؤ۔" نگینہ بیگم نے بھی مسکرا کے نفی میں سر ہلایا۔ وہ انہی کرسیوں کے وسط میں بیٹھی

تھیں۔ بار بار ایک خاموش نگاہ حورِ جہاں پہ ڈالتیں جو دور کسی دوسری خاتون سے باتیں کرنے میں مشغول تھیں۔ انہوں نے نگینہ سے سلام کے علاوہ کلام نہیں کیا تھا۔ وہ انہیں پسند نہیں کرتیں۔ وہ جانتی تھیں۔ حورِ جہاں جیسے تسبیحات پڑھنے والے لوگ نگینہ بیگم کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ان لوگوں کو خود بھی اس ناپسندیدگی کی وجہ معلوم نہ تھی۔ بس ایک اَن دیکھی سی قوت تھی جو ان لوگوں کو نگینہ بیگم کے قریب آتے ہی رخ موڑنے پہ مجبور کر دیتی۔ جیسے دو ایک جیسے مقناطیس ایک دوسرے کو repel کرتے ہیں۔

"امی۔"

دفعتاً ساتھ رکھی خالی نشست پر کوئی آ کے بیٹھا۔ نگینہ نے چہرہ موڑا اور پورے دل سے مسکرا دیں۔

"آپ آ گئے؟"

وہ مسکرایا نہیں۔ بس خاموش بیٹھا رہا۔

"آپ نے اتنا اصرار کیا تھا تو..." فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔ نگاہ اسٹیج پہ جمی تھی۔ دلہا سہیل گردن میں نارنجی دوپٹہ ڈالے، ہنستے ہوئے اپنی کزنز کے جھرمٹ میں بیٹھا تھا۔ وہ اس سے کسی رسم کے پیسے وصول کرنا چاہ رہی تھیں اور وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ زیاد سلطان کی نظر اس کی دلہن کی طرف اٹھی۔ نارنجی اور گلابی دوپٹہ سر پر جمائے، وہ پیاری سی لڑکی تھی۔ اس کے بال سیاہ تھے اور ہاف بندھے تھے۔ لیکن آنکھوں میں کانچ کے جیسے لینز لگے تھے۔ بے چاری۔ اس کو نہیں معلوم تھا کہ سیاہ آنکھوں سے زیادہ حسین کچھ نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ بال اوپر اونچی پونی کی صورت باندھتی تو شاید... زیاد نے سر جھٹکا۔

"ہر چہرے میں اس کا عکس تلاشنا چھوڑ دو، بیٹے۔ ڈیڑھ سال سے زیادہ ہو گیا ہے۔" انہوں نے اس کے قریب سرگوشی کی۔

"کس کا عکس؟" سہیل کی بہن جو گھوم کے پیچھے سے آ رہی تھی، ایک دم چہک کے بولی تو وہ دونوں چونکے۔ گردن موڑ کے دیکھا۔ زیاد سلطان کی رنگت پھیکی ہوئی البتہ نگینہ بیگم عمر کے اس حصے میں تھیں، جہاں خاندان والوں کی ہر بات کا جواب دینا انہیں آتا تھا۔

"زیاد کی منگیتر کی بات کر رہی ہوں۔ اس کی ڈیتھ ہو گئی تھی نا۔ آپ کو نہیں معلوم؟"

"اوہ سوری۔" وہ شرمندہ ہوئی۔ آگے ہو کے ایک نارنجی دوپٹہ زیاد کو تھمایا اور جلدی سے آگے بڑھ گئی۔

زیاد نے شکایتی نظروں سے انہیں دیکھا۔

"یہ آپ نے خاندان میں کیا مشہور کر دیا ہے کہ میری منگنی ہو گئی تھی لیکن پھر منگیتر مر گئی تھی۔" وہ قدرے خفا ہوا۔

"یہ مجھ سے پہلے کبیرہ نے مشہور کیا ہے۔ اس نے اپنے جادوگروں سے آپ کے بارے میں معلوم کروایا تھا۔" وہ تلخی سے کہہ رہی تھیں۔ "جنات کی رپورٹس کچی پکی ہوتی ہیں۔ اس کو یہی رپورٹ ملی کہ انگلینڈ کی کسی لڑکی میں آپ دلچسپی رکھتے تھے اور وہ مر گئی۔ ہم نے صرف اس کو رسمی شکل دی ہے۔" اب کے ان کی آواز مزید دھیمی ہو گئی تھی۔

"ایک تو کبیرہ..." اس نے بے زاری سے سر جھٹکا۔

"جب آپ شادی کا سوچو گے تو سب کے منہ خود بخود بند ہو جائیں گے۔"

نگینہ بیگم ٹھہر گئیں۔ گردن ترچھی کر کے کچھ دیکھا۔ بلکہ... کسی کو دیکھا۔

"وہ جو میرون لباس والی لڑکی ہے نا... مجھے وہ آپ کے لیے پسند ہے۔"

زیاد سلطان کی نگاہ بے اختیار اس طرف اٹھی۔

اس وقت اس کی پشت اس طرف تھی۔ چوڑی دار آستین والے میرون کامدار لباس والی لڑکی، کلائیوں میں گجرہ پہنے، ایک لڑکی کا ہاتھ تھامے اسے اندر لے کر جا رہی تھی۔ دوسری لڑکی جس کے چھوٹے بال تھے، چہرے سے خفا دکھائی دے رہی تھی۔

وہ بے اختیار گردن موڑ کے اسے دیکھنے لگا۔ نگاہ اس کے پیروں پہ جا رکی۔ وہ نازک میرون ہیلز میں مقید تھے۔ اب وہ پیرز زینے چڑھ رہے تھے۔ پھر وہ برآمدے تک پہنچے۔ اور اگلے ہی لمحے دروازہ کھول کے اندر غائب۔

"آپ نے کہا تھا کہ آپ اپنی پرانی زندگی چھوڑنا چاہتے ہو۔ اس پیشے کو ترک کرنا چاہتے ہو۔" وہ بند ہوتے دروازے کو دیکھ رہا تھا جو ابھی تک جھول رہا تھا۔ اور وہ اس کے کان میں کہہ رہی تھیں۔

"ان ڈیڑھ پونے دو برسوں میں آپ نے کوئی نئی جاب نہیں لی۔ بس پرانی jobs مکمل کی ہیں۔" (اس پیشے میں قتل کو job اور جس کا قتل کرنا ہو اس کو mark کہا جاتا تھا۔) اگر واقعی اس دلدل سے نکلنا چاہتے ہو تو آپ کو ایک اچھی لڑکی چاہیے۔ وہ آپ کی اصلاح کرے گی۔ آپ کا ہاتھ تھام کے، بہت محبت سے آپ کو اس سب سے نکالے گی۔ پھر آپ بھی نارمل زندگی گزار سکو گے۔"

جھولتا دروازہ اب دھیرے دھیرے ساکت ہو رہا تھا۔

"یہ ہے وہ لڑکی جس کے لیے سب کچھ چھوڑا جا سکتا ہے۔" ان کی سرگوشی زیاد سلطان کے کان میں کسی نغمے کی طرح گونجی۔

وہ کچھ کہہ نہ سکا۔ کوئی ٹرانس سا تھا۔ دھیرے سے اٹھا اور اس دروازے کی جانب بڑھ گیا جس کے پار وہ گم ہوئی تھی۔

گھر کا اندرونی حصہ بھی بتیوں اور گیندوں کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ وہ دونوں لابی میں لگے آئینے کے سامنے کھڑی تھیں۔ میرون لباس والی مالا سینے پر بازو لپیٹے افسوس سے ماہی کو دیکھ رہی تھی جو آنکھوں میں آنسو لیے اپنے عکس پہ نظریں جمائے ہوئے تھی۔

"اتنی کیا قیامت آ گئی ہے، ماہی؟" وہ جیسے تھک چکی تھی۔

" کمبخت پارلر والی قیامت ہی تو لے آئی ہے۔ سارے بال خراب کر دیے میرے۔" وہ شدید خفا تھی۔

مالا اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ وہ اس سے قدرے دراز قد تھی۔ دونوں ہاتھ اس کے کندھوں پر رکھے اور آئینے میں ماہی کے عکس کو دیکھا۔ ماہی کے بال بہت چھوٹے کٹے تھے۔ اس کے بال مختلف تھے۔ لمبے۔ ڈھیلے مصنوعی curls ڈالے۔ ایک کندھے پر سامنے کو پڑے تھے۔ کانوں میں بڑے بڑے سلور کے جھمکے ان کو مزید دلکش بنا رہے تھے۔

" تین گہرے سانس لو۔ شاباش۔"

" سانس نہیں، اس کی جان لینی ہے میں نے۔ کینیڈا ہوتا تو اس کو sue کر دیتی۔"

ماہی جب سے کینیڈا جا کے رہنے لگی تھی، expats کی طرح بات بات پہ sue کرنے کی دھمکی دیتی۔ وکیل کا خرچہ کتنا ہوتا ہے، اور کسی کو sue کرنے میں کتنی خواری پیش آتی ہے، اس ذکر کو وہ گول کر دیتی۔

" گہرے سانس لو۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

" کل اس کے سیلون واپس جاؤں گی اور اس کمبخت کو کافی میں زہر ملا کے دوں گی۔ ہاں۔" وہ اس کی سن ہی نہیں رہی تھی۔ دفعتاً آئینے میں ایک تیسرا عکس سا ابھرا۔ مالا نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ سلور جھمکا چھن سے بجا۔

ایک آدمی وہاں سے چلا آ رہا تھا۔ اندھیرے سے روشنی کی طرف۔

سانولی رنگت، دراز قد، بھورا کرتا۔ گردن میں نارنجی دوپٹہ جو تمام لڑکے پہنے ہوئے تھے۔ مالا کی نگاہ اس سے ملی تو اس نے سوالیہ ابرو اٹھائے۔

" کیا ہوا؟ خیریت؟" وہ قریب آ رہا تھا۔ مالا نے شانے اچکائے۔

"Chop chop" دو انگلیوں کی قینچی بنا کے ماہی کے بالوں کی طرف اشارہ کیا اور جھرجھری لیتی فون کی

طرف متوجہ ہوئی جو مسلسل بج رہا تھا۔

"زیاد بھائی۔" ماہی البتہ فوراً سے سنبھل کے پلٹ گئی۔ پلکوں پر اٹکا آنسو اندر اتار لیا۔

" کیسے ہیں آپ؟"

"میں اچھا ہوں۔ آپ دونوں کیسی ہیں؟"

"بس یونہی۔" وہ جبراً مسکرائی۔ پھر مالا کو دیکھا۔ وہ موبائل پر بٹن دبا رہی تھی۔ جھکے چہرے پر برہمی تھی۔ ظہیر کسی نئے مسئلے کا بتا رہا تھا۔ دو دن کے لیے وہ ریستوران کیا چھوڑ آتی، کوئی نہ کوئی مسئلہ شروع ہو جاتا۔

" مالا..." اس نے جوتا اس کے پیر پر رکھا۔ مالا نے سر اٹھایا۔ ایک سنجیدہ نظر زیاد پہ ڈالی۔

"فائن۔ ایکسکیوزمی میں ذرا کام کر رہی ہوں۔" سر واپس فون پہ جھکا دیا۔ اب وہ سی سی ٹی وی ایپ کھول کے اوشن کے کیمرا ز چیک کر رہی تھی۔

" آپ کی کتاب کے بارے میں پڑھا تھا۔ اچھا لگا۔" ماہی برائے بات بولی۔

"اوہ ہاں۔ تم مجھے انسٹا پہ فالو کرتی ہونا۔" وہ ہلکا سا مسکرایا۔ پھر سے ایک نظر مالا کو دیکھا۔ وہ ماتھے پر بل لیے فون پہ جھکی تھی۔

"میں چلتا ہوں۔ انجوائے۔" وہ آگے بڑھ گیا۔ ماہی نے اسے راہداری میں مڑتے دیکھا۔ اور جب وہ نگاہ سے اوجھل ہو گیا تو وہ مالا کی طرف پلٹی۔

" یہ ہمارا کزن ہے۔ سیکنڈ کزن سہی۔ لیکن تم اتنی روڈ کیوں ہو رہی تھیں؟"

مالا نے سبز آنکھیں اٹھا کے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"میں کام کر رہی ہوں۔" پھر گہری سانس لے کر فون نیچے کیا۔ "اور مجھے اس سے اچھی وائب نہیں آئی تھی۔"

" مطلب؟" ماہی الجھی۔

اس نے جواب نہیں دیا۔ آنکھیں بند کر کے ناک سے سانس اندر کھینچا۔ جیسے کچھ سونگھا ہو۔ جیسے فضا میں کچے گوشت کی مہک ہو۔

" ہر انسان کی ایک وائب ہوتی ہے۔ ایک انرجی۔ اور اس کی وائب میں کچھ evil سا تھا۔ اب چلو۔ ماں ناراض ہوں گی۔ پہلے ہی تم نے اتنا وقت سیلون میں لگا دیا۔" وہ اب خفا ہو رہی تھی۔ ماہی کو سیلون کے ذکر پہ اپنا غم پھر سے یاد آ گیا۔

وہ دونوں آگے بڑھ گئیں۔

راہداری کے دہانے پہ ستون کی آڑ میں کھڑا زیاد سلطان جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ ساکت۔ جامد۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استنبول۔

"فریدلار" نامی اپارٹمنٹ کے لونگ روم کے سیاہ پردے برابر تھے۔ وہ بے چین سا دائیں بائیں چکر کاٹ رہا تھا۔ سیاہ پینٹ پہ ہم رنگ ہائی نیک پہنے، آستین پیچھے کو موڑے، وہ بار بار بالوں میں ہاتھ پھیرتا۔

دفعتاً ڈور بیل بجی۔

ایک لمحے کے لیے وہ بے یقینی سے کھڑا رہ گیا۔ کیا یہ سچ تھا؟

اگلے ہی لمحے وہ تیر کی طرح دروازے کی طرف لپکا۔

"مجھے مرنے سے ڈر نہیں لگتا۔"

وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ نم آنکھوں سے مسکراتی ہوئی۔ اونچی پونی اور سیاہ آنکھوں والی۔

"سبرینہ..." بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ یہ وہ نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ وہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لاہور۔

سلطان منزل ہمیشہ کی طرح اندھیروں میں ڈوبی تھی۔ اور اس کی فضا بوجھل اور نور سے خالی تھی۔

نگینہ بیگم اپنے تخت پر بیٹھی، دوا کی شیشی سے گولیاں نکال رہی تھیں۔ سامنے کھڑکی کے ساتھ آرم چیئر پر زیاد سلطان بیٹھا تھا۔ وہ خاموش تھا۔ گم صم۔ نگاہیں بند پردوں پہ جمی تھیں۔

اور ان پردوں پہ جیسے ایک فلم سی چل رہی تھی۔

مہندی کا فنکشن۔ رنگوں اور قمقموں سے سجا لان۔ اور اس میں موجود ہر مہمان سے ممتاز وہ میرون لباس والی لڑکی۔ وہ کبھی چند لوگوں کے جھرمٹ میں کھڑی دکھائی دیتی تھی۔ کبھی وہ کرسیوں کے دائرے میں بیٹھی مسکرا کے کسی کے سوال کا جواب دے رہی ہوتی۔ اس کے اردگرد لڑکیوں کا جمگھٹا لگا تھا۔ اس کی گردن اٹھی ہوئی اور چال پر اعتماد تھی۔ وہ سکون سے سب کے سوالات کا جواب دے رہی تھی۔ وہ چند لمحوں میں ہی جان گیا تھا کہ وہ اس خاندان

میں ایک سیلیبریٹی تھی۔ کیونکہ وہ سب سے کامیاب لڑکی تھی۔ وہ اپنا ریستوران چلا رہی تھی۔ کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ وہ وہاں نوکری کرتی ہے۔ البتہ اکثریت کا خیال تھا کہ ریستوران اس کا اپنا ہی ہے۔ بس نظر لگنے کے ڈر سے حورِ جہاں اصل بات بتاتی نہیں ہیں۔ زیاد سلطان کی نگاہیں اس کے تعاقب میں تھیں۔ وہ جہاں بیٹھتی محفل لگ جاتی۔ خاندان کے لڑکے بالخصوص بار بار اس کے پاس آتے۔ یہ پوچھنے کہ وہ کیسے کامیاب ہوں گے۔ کوئی بزنس میں ترقی کرنا چاہتا تھا۔ کوئی انٹرپرونیئر بننا چاہتا تھا۔ کوئی سوشل میڈیا سے پیسے کمانا چاہتا تھا۔ وہ ان سب کے لیے ایک رول ماڈل تھی۔

" کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ چونکا۔ پردوں پہ بنا رنگین، چمکتا دمکتا عکس غائب ہو گیا۔ وہ سلطان منزل کے اندھیروں میں لوٹ آیا۔

"سرکار..." دھیرے سے جگہ سے اٹھا اور ان کے قدموں میں آ کے بیٹھ گیا۔ پھر ان کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھاما۔ اس کو آنکھوں سے لگایا۔

"سرکار۔ مجھے معاف کر دیں۔" اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

" کس چیز کے لیے؟ ہم سے دور بھاگنے کے لیے؟ یا سبرینہ کی موت پہ ہمیں الزام دینے کے لیے؟"

"ہر چیز کے لیے۔"

" آپ اپنے اصل سے بھاگ رہے تھے، زیاد۔" انہوں نے تلخی سے مسکرا کے سر جھٹکا۔ "ہر شخص ایک کام کے لیے بنا ہے۔ آپ کو وہی کام کرنا ہے جس کے لیے آپ بنے ہو۔"

"وہ مجھے کبھی پسند نہیں کرے گی۔" اس کی بھیگی نگاہیں جھک گئیں۔ "وہ خوبصورت ہے۔ مغرور ہے۔ اور وہ مجھے برا سمجھتی ہے۔"

سبرینہ کا چہرہ ذہن سے محو ہونے لگا تھا اور اس کی جگہ اس میرون لباس اور سلور جھمکوں والی لڑکی کا چہرہ نقش ہو رہا تھا۔ کوئی جیسے الٹی چھری سے اس کے دل میں اس کو نقش کر رہا تھا۔ ہر لکیر کے ساتھ دل سے خون بھی رستا تھا۔

" ناپسندیدگی کو پسند میں بدلنا سرکار کے لیے مشکل ہے کیا؟"

زیاد نے بھیگی آنکھیں اٹھا کے انہیں دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھیں۔

" آپ ایسا کر سکتی ہیں؟"

"ہمارے لیے سب ممکن ہے۔ لیکن سحرِ عشق کی قیمت آپ جانتے ہو۔"

زیاد سلطان نے بہت سا تھوک نگلا۔

چند لمحے اس نیم اندھیر لاؤنج میں خاموشی سے سرک گئے۔

" آپ کو اپنا پہلا بچہ مجھے دینا ہوگا۔"

" آپ جو کہیں گی، میں کروں گا۔" اس کی آواز کپکپائی تھی۔

"میں آپ کی اس سے شادی کروادوں گی، زیاد۔ لیکن اس عمل کے مکمل ہونے تک تم ہمارا حکم مانو گے۔ اور کسی جاب سے انکار نہیں کرو گے۔" وہ قطعیت اور تحکم سے کہہ رہی تھیں۔ زیاد نے سر ہلا دیا۔

"اس کام میں سب سے بڑی رکاوٹ اس کی ماں ہے۔ ہم عمل اس کی ماں سے شروع کریں گے۔" وہ بہت کڑواہٹ سے کہہ رہی تھیں۔ "عمل میں چند ماہ لگیں گے۔ آج کی ملاقات وہ بھول جائے گی۔ جیسے وہ ہوئی ہی نہیں۔"

"جیسے آپ کہیں۔" اس نے ان کا ہاتھ چوما۔ پھر وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس کا کیا بنا؟" اسے یاد آیا۔ "ماہر فرید کا؟"

نگینہ بیگم کے چہرے پر بہت سے رنگ آ کے گزرے۔

"اس کا وقت بھی آئے گا۔ ابھی ہم اس کو چھیڑنا نہیں چاہتے۔" ایک نگاہ اپنی دواؤں پہ ڈالی۔ زیاد شب بخیر کہہ کے آگے بڑھ گیا۔

"اب آپ وہی کرو گے جو ہم کہیں گے۔" انہوں نے پیچھے سے یاد دلایا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

(نہیں سرکار۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔) کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا۔ (میں کوئی بچہ اس دنیا میں ہی نہیں لاؤں گا جسے آپ چھین لیں۔ میں صرف کشمالہ مبین کو حاصل کروں گا۔ پھر ہم یہاں سے دور چلے جائیں گے۔ کسی پاک صاف شہر میں۔ جہاں ہم اپنی دنیا آباد کریں گے۔ آپ سے دور۔ ان jobs سے دور۔ ایک نئی صاف ستھری زندگی۔)

اس نے آج خاندان کی سب سے کامیاب، سب سے خوبصورت لڑکی دیکھی تھی۔ وہ اس کے ساتھ ایک نارمل زندگی گزارنے کا پلان ترتیب دے چکا تھا۔

مکہ۔ وہ مکہ جا کے رہے گا۔ دنیا کے سب سے مقدس شہر میں۔ اسے اپنی ماں کی ضرورت صرف اپنا کام ہونے تک تھی۔ پھر وہ اس کو روک نہیں سکیں گی۔ انہوں نے سبرینہ کو اس سے چھینا تھا۔ وہ کشمالہ کو کچھ نہیں ہونے دے گا۔

وہ ایک اچھا شوہر بنے گا۔ وہ اس کی اصلاح کرے گی۔ اس کو اچھے راستے پر لے کر آئے گی۔ وہ اس کا ساتھ دے گی۔

وہ اس کے دل پہ لگے سبرینہ نامی زخم کو مندمل کرے گی۔

اتنے عرصے بعد وہ پہلی دفعہ پر امید ہوا تھا۔

وہ بالآخر اس کے ساتھ خوش رہے گا۔ کیونکہ...

کشمالہ مبین اس کو heal کرے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استنبول۔

فضا میں گلاب اور عود کی خوشبو تھی۔ اس کا منبع آتش دان پر رکھی موم بتی کا جار تھا جو آدھی مائع بن چکی تھی۔ اس کی پگھلی موم نے بہت غور سے وہ کہانی سنی تھی جو سبرینہ اسے سنا رہی تھی۔

وہ دونوں آتش دان کے ساتھ رکھی سیاہ ونگ چیئرز پر بیٹھے تھے۔ اس کا کافی مگ اَن چھوا رکھا تھا جبکہ سبرینہ کا مگ اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھر رہی تھی۔

"مالک ہمیشہ میرے ساتھ یہی کرتا ہے۔" وہ دبے دبے غصے سے کہہ رہا تھا۔ "اس نے مجھے کیوں کچھ نہیں بتایا؟"

"مالک صاحب نے جو کیا، میری حفاظت کے لیے کیا۔ انہوں نے میری مدد کی تھی۔ مجھے پروٹیکٹڈ پرسنز میں ڈلوایا۔ پھر میری فیملی کو وہاں شفٹ کروایا۔ لیکن..." سبرینہ نے گہری سانس لی۔ "جیسے جیسے کوئی کیس ٹھنڈا پڑتا جاتا ہے، حکومت اپنے protected persons کی طرف سے بے نیاز ہو جاتی ہے۔ مہنگائی بڑھتی جاتی ہے اور ہمارے وظیفے گھٹتے جاتے ہیں۔ پروٹیکشن پروگرام میں ہزاروں گواہ پناہ لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ حکومت کس کس کا خیال کرے؟ ایسے میں مالک فرید تھے جو دو برس سے میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے مجھے کینیڈا میں اچھی جاب دلوا کے دی۔ ہر مالی مسئلے کو حل کیا۔"

"واٹ ایور۔" اس نے ناگواری سے سر جھٹکا۔ "وہ ہمیشہ سچ چھپا لیتا ہے۔"

"انہوں نے مجھے کبھی منع نہیں کیا کہ میں تم سے حقیقت چھپاؤں۔ انہوں نے بس اتنا کہا تھا کہ جب تک مجھے

مرنے سے ڈر لگتا ہے، میں تمہیں حقیقت نہ بتاؤں۔"

"اور اب؟"

وہ اداسی سے مسکرائی۔

"اب مجھے مرنے سے ڈر نہیں لگتا۔"

وہ بھی زخمی سا مسکرا دیا۔

"میں ایک اسکول ٹیچر ہوں۔ چھوٹے بچوں کو پڑھاتی ہوں۔ ہم اسکول ٹرپ کے ساتھ استنبول آئے تھے۔ میں تم سے ملنا چاہتی تھی۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے اس ای میل سے مجھے پہچان لیا۔" وہ بھیگی آنکھوں سے مسکرائی۔ وہ ویسی ہی تھی۔ تروتازہ۔ شفاف۔ سادہ۔

"تم یہاں آجاؤ۔ میرے پاس کام کرو۔"

"نہیں ماہر۔ جب تک cain killer نہیں پکڑا جاتا، میں غیر محفوظ رہوں گی۔ گمنام۔ اسی شناخت کے ساتھ۔" اس نے سر جھٹکا۔ "تم سے ملنے کا خطرہ بھی میں نے اپنے لیے مول نہیں لیا۔"

اس نے درمیانی میز پر رکھا کینوس بیگ کھولا اور اندر سے کچھ نکالا۔ وہ جو مالک فرید کی شان میں بہت کچھ کہنے والا تھا، رک گیا۔

"مجھے یہ تمہیں بہت پہلے دینا تھا لیکن میں نہیں دے سکی۔" وہ ایک البم اس کی طرف بڑھائے ہوئے تھی۔

ماہر نے الجھ کے البم تھاما۔ پھر اسے گھٹنوں پر رکھ کے کھولا۔

پہلے صفحے پر اس کی ماں کی تصویر تھی۔

"یہ کیا ہے؟" چونک کر چہرہ اٹھایا۔

"یہ شمس کو اس جادوگر سے ملا تھا جس نے تمہارے اوپر جادو کیا تھا۔ اور میں نے اسے شمس کے لاکر سے چرایا تھا۔ اس میں مختلف عورتوں کی تصاویر ہیں۔ تمہاری ماں۔ اور دوسری چار عورتیں۔"

وہ صفحے پلٹا رہا تھا۔ ہر صفحے پر دو تصاویر ہوتیں۔ ایک خوبصورت عورت کا چہرہ۔ اور نیچے اس کا مردہ یا زخمی چہرہ۔

"اس البم میں صرف ان عورتوں کی اصل تصاویر تھیں۔ یہ مردہ، زخمی چہرے والی تصاویر میں نے لگائی ہیں۔"

"تم ان عورتوں کو ٹریک ڈاؤن کر رہی تھیں۔"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"یہ وہ عورتیں نہیں ہیں جن کو مارنے کے بعد cain killer نے اپنا نشان بنایا تھا۔ یہ عورتیں اس نے اپنے obsession کے پیچھے نہیں ماری تھیں۔ یہ وہ عورتیں ہیں جو اس نے اس جادوگر کے لیے ماری ہیں۔ میں نے انٹرنیٹ کی مدد سے ہر عورت کو ڈھونڈ لیا ہے۔ ان سب کی شادی، تمہاری ماں سمیت، کسی ایسے مرد سے ہوئی جو ان کے قابل نہ تھا۔"

"سحرِ عشق۔" وہ بڑبڑایا۔ اب وہ تیسرا صفحہ پلٹ رہا تھا۔

"تمہاری ماں کے علاوہ باقی سب کو ان کے شوہروں نے مارا ہے۔"

"Femicide" وہ بڑبڑایا۔

(Femicide عورتوں کے ایسے قتل کو کہتے ہیں جو ان کے عورت ہونے کی بنا پہ کیا جاتا ہے۔ اس میں غیرت کے نام پہ کیے جانے والے قتل بھی شامل ہیں اور محبت کے نام پہ کیے جانے والے بھی۔)

"ان تمام عورتوں کی تصاویر پبلک ریکارڈ کا حصہ ہیں۔ اور ان سب کے بچے پراسرار طریقے سے غائب ہو گئے تھے۔"

وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ دل دھڑکنا بھول گیا۔

"ہلال کے سوا دوسرے بچے بھی..." حلق رندھنے لگا۔ چوتھے صفحے پر اس نے البم بند کر دی۔

"تم یہ مجھے کیوں دے رہی ہو، سبرینہ؟"

"کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ..." وہ کھنکھاری۔ "ان میں سے ایک لڑکی ابھی زندہ ہے۔"

وہ چونکا۔ پھر سے البم کھولا۔ صفحے پلٹائے۔

آخری تصویر پہ وہ ٹھہرا۔ وہ ایک ہی تصویر تھی۔ نیچے جگہ خالی تھی۔

"یہ وہ واحد لڑکی ہے جس کی تصویر مجھے نہیں مل سکی۔ کیونکہ یہ انٹرنیٹ پہ اپنی تصویر شیئر نہیں کرتی۔ نہ مجھے اس لڑکی کے نام سے کوئی femicide کا کیس ملا ہے۔ اس کا ایک ہی مطلب ہے۔"

"کہ یہ زندہ ہے اور سرکار کا اگلا ٹارگٹ ہے۔"

"یقیناً سرکار اس پہ جادو کر رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ بھی وہی ہوگا جو دوسری لڑکیوں کے ساتھ ہوا ہے... اگر تم نے کچھ نہ کیا۔"

وہ اس چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ سبز آنکھیں۔ مسکراہٹ۔ اعتماد۔

"میں کچھ نہیں کر سکتی۔ سوائے اس کے کہ مرنے سے ڈرنا چھوڑ دوں۔ لیکن تم کر سکتے ہو، ماہر۔"

اس نے تصویر البم سے نکالی اور اسے اوپر لے گیا۔ اب وہ مکمل روشنی میں تھی۔ اس کے پیچھے کچھ ہاتھ سے لکھا تھا۔

"تم اس لڑکی کو بچا سکتے ہو۔ اس کو ڈھونڈ کے اس کے پاس جا سکتے ہو۔ اس کو ساری حقیقت بتا سکتے ہو۔"

ماہر نے تصویر پلٹائی۔

"وہ میرا یقین نہیں کرے گی۔ ماہر فرید کا کوئی یقین نہیں کرتا۔"

تصویر کی پشت پر چند الفاظ درج تھے۔ حورِ جہاں کی بیٹی کشمالہ۔

اس کی ساری دنیا ایک دم تھم سی گئی۔ ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔

"آصف... آصف نے مجھے بتایا تھا کہ حورِ جہاں کی بیٹی سرکار کو جانتی ہے۔"

"آصف کون؟

"کوئی نہیں۔" وہ سر جھکائے تصویر کو واپس البم میں لگانے لگا۔

"اگر سحرِ عشق سے پیدا ہونے والے بچے غائب ہو رہے ہیں تو سرکار ان بچوں کو قتل نہیں کر رہا۔ وہ ان کو کسی مقصد میں استعمال کر رہا ہے۔ یعنی... ہلال زندہ ہے۔" اس نے البم بند کر کے ایک طرف رکھا۔

"اور اگر میں سرکار کو ڈھونڈ لوں تو میں ہلال کو ڈھونڈ سکتا ہوں۔"

"اور سرکار تمہیں اسی لڑکی کے آس پاس ملے گا۔ وہ اس پہ جادو کر رہا ہے۔ اور میرا دل کہتا ہے کہ یہ لڑکی ابھی زندہ ہے۔ تم اس کو بچا سکتے ہو۔ میں تمہیں یہی بتانے آئی تھی۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ اس البم کو دیکھ رہا تھا۔

"وہ میرا یقین نہیں کرے گی۔ کوئی کسی اجنبی کا یقین نہیں کرتا۔" اس کی آنکھوں میں بہت سا کرب اتر آیا۔

"ماہر..." وہ اسی نرمی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "اگر تم اسے یہ البم دکھاؤ گے تو وہ تمہارا یقین کرے گی۔ سچ اپنے آپ کو خود منواتا ہے۔ تم اس کو بچا لو گے۔"

اس نے آنکھیں اٹھا کے سبرینہ کو دیکھا۔ وہ امید سے مسکرا رہی تھی۔ اسے اس ظالم دنیا کے بارے میں ہمیشہ اچھی امیدیں ہوتی تھیں۔

"تم اس لڑکی کے ساتھ وہ سب نہیں ہونے دو گے جو البم میں موجود دوسری لڑکیوں کے ساتھ ہوا۔ اور ایک دن تم

یہیں اسی کرسی پر بیٹھ کے اسے یہ سب بتاؤ گے۔"

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ اس چہرے کو انسانوں کے سمندر میں کہاں ڈھونڈے گا؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تین ماہ بعد۔

اسلام آباد۔

وہ ایک شاہانہ طرز کا ہوٹل سوئیٹ تھا۔ اس میں لیونڈر اور موتیے کی خوشبو پھیلی تھی۔

عبدالمالک فرید ایک بڑے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھے تھے۔ ایک بازو صوفے کی پشت پر تھا۔

ان کے سامنے کرسی پر ایک آدمی بیٹھا تھا۔ فربہی مائل۔ سر سے آدھا گنجا۔ عینک لگائے۔ اور ایسا سرمئی کوٹ پہنے جو اس پر ذرا تنگ تھا۔

"ماہر آنے والا ہے؟" وہ غور سے مالک کو دیکھ رہا تھا۔

"ہاں۔ وہ اسی ہوٹل میں ہے۔"

"وہ یہاں کیوں ہے؟"

"وہ اپنی بہن کو تلاش کر رہا ہے۔"

"چچ۔" عینک والے آدمی نے افسوس سے سر جھٹکا۔ "اسے کھوئے دو برس ہو گئے ہیں۔ اغوا ہوئے بچے دو دن سے زیادہ زندہ نہیں رہتے۔"

جواباً انہوں نے بے زاری سے کندھے اچکا دیے۔

"اس کی عادت ہے ہر شے کو obsession بنا لینا۔" وہ جیسے اس موضوع سے تھک چکے تھے۔

"پھر؟" اس کی سوالیہ نظر پہ مالک فرید نے گہری سانس لی۔

"پھر یہ کہ مجھے ماہر کو واپس لندن آنے کے لیے راضی کرنا ہے۔"

"اور سچ؟ وہ تم اسے کب بتاؤ گے؟"

مالک فرید کے چہرے پہ سایہ سا گزرا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ گردن موڑ کے باہر دیکھنے لگے۔ وہاں ایک روشن دن طلوع ہو رہا تھا۔

"مالک... تمہیں سچ بولنا ہوگا۔"

"وہ لندن واپس آئے گا تو خود ہی جان لے گا۔" انہوں نے سر جھٹکا۔

"سچ جاننا اس کا حق ہے۔ بہتر ہے وہ ابھی جان لے بجائے اس کے کہ..." اس نے افسوس سے سر نفی میں ہلایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہ؟"

"کہ فرید ہولڈنگ ایک دم سے زمین بوس ہو جائے۔ اور ماہر، بیربل، تمہاری بیٹیاں، ان کے سروں کی چھت تک چلی جائے۔ بہتر ہے کہ اسے سچ بتا دو۔ اسے ہولڈنگ میں واپس آجانا چاہیے۔"

عینک والا شخص جھکا اور میز پر رکھے کاغذات بریف کیس میں ڈالے۔

"اسے ان پیپرز کے بارے میں علم ہونا چاہیے۔" جتا کے کہتے ہوئے بریف کیس کو لاک کیا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔

وہ کمرے سے نکل رہا تھا جب ماہر راہداری میں ایک دروازے سے باہر آتا دکھائی دیا۔ عینک والا شخص جلدی سے سر جھکا کے آگے بڑھ گیا۔

ماہر نے گردن موڑ کے اسے جاتے دیکھا، پھر اندر داخل ہوا۔ پھر سامنے والے صوفے پر آ کے بیٹھا۔

"یہ کون تھا؟"

"میرا سی ایف او۔"

"کیا کہہ رہا تھا؟" اس نے غور سے مالک کے چہرے کو دیکھا۔ اسے وہم سا ہوا تھا کہ وہاں ایک سایہ گزرا ہے۔

"ایک... مسئلہ تھا۔ فرید ہولڈنگ کا آڈٹ ہوا تھا اور..." انہوں نے سر جھٹک دیا۔ کچھ غیر آرام دہ سا تھا ان کے انداز میں۔

"کیسا مسئلہ؟"

وہ ہلکا سا مسکرائے۔ ان کی مسکراہٹ میں اداسی تھی۔

"کیا فرید ہولڈنگ کے مالی مسئلے سن کے تم واپس آنے کے لیے تیار ہو جاؤ گے؟"

"میں اس وقت خود مسئلوں میں گھرا ہوں۔" وہ تلخی سے کہتا سامنے بیٹھا۔ بریف کیس میز پر رکھا۔ وہ چونک کر دیکھنے لگے۔ وہ اندر سے کچھ نکال رہا تھا۔

"میں کسی کو ڈھونڈ رہا ہوں۔" اس نے بالآخر تین ماہ بعد مالک فرید سے مدد مانگنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

انہوں نے ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی اور آگے ہو کے بیٹھے۔

"تمہارا competition ہے پندرہ جولائی کو۔ تمہیں ڈیزائن جمع کروانا ہے۔ تم کیف کے بجائے کس پہ فوکس کر رہے ہو؟"

"یہ البم مجھے کہیں سے ملا ہے۔ یہ مت پوچھنا کہاں سے۔" وہ انہیں سنے بغیر اسی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ "اس میں اس جادوگر کی ٹارگٹ کردہ عورتوں کی تصاویر ہیں۔"

"آہ... تم اور تمہارا obsession۔" مالک فرید کے چہرے پہ کڑواہٹ بکھر گئی۔ ناگواری سے اسے کھولا۔ پہلے صفحے پر رابیل کی تصویر تھی۔ ان کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں آیا۔ ایک ایک کر کے صفحے پلٹاتے گئے۔

"مجھے اس آخری لڑکی کو ڈھونڈنا ہے۔" وہ اٹھ کے کنسول ٹیبل تک چلا آیا۔ لیونڈر اور موتیے کی خوشبو سے بنی موم بتیوں کے جار کھلے رکھے تھے۔ ماہر نے لائٹر نکالا۔

"میرا اندازہ ہے کہ یہ لڑکی اسی شہر میں ہے۔"

پانچویں صفحے پہ وہ ٹھہر گئے۔ نگاہیں ساکت ہو گئیں۔ چونک کر چہرہ اٹھا کے ماہر کو دیکھا۔

وہ اپنی رو میں کہتا، موم بتی کے دھاگے کو شعلہ دکھا رہا تھا۔

"ہلال اسی شہر میں کھوئی تھی۔ اگر میں اس لڑکی کو ڈھونڈ لوں تو مجھے سرکار اس کے پاس ہی کہیں مل جائے گا۔ یہ لڑکی کچھ نہ کچھ جانتی ہے۔"

مالک نے دھیرے سے البم بند کیا۔ ان کا چہرہ اب سپاٹ ہو چکا تھا۔

"مجھے دو دن دو۔ میں اس کو ڈھونڈ لوں گا۔"

وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔ اس کے عقب میں رکھی موم بتیاں جل اٹھی تھیں۔

کمرے میں پہلے سے پھیلی ٹھنڈی موم کی مہک میں جلتی موم نے شدت پیدا کر دی تھی۔

"تم اس کو جانتے ہو۔" ماہر نے آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے انہیں دیکھا۔

"دو دن۔" انہوں نے انگلیوں کی وی بنا کے دکھائی۔

"اور بدلے میں تمہیں مجھ سے کچھ چاہیے ہو گا؟" ماہر کی آواز میں طنز ابھرا۔ "مالک فرید بغیر پوشیدہ ایجنڈے کے کچھ نہیں کرتا۔"

مالک نے جواب نہیں دیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ لمبے ڈگ بھرتے وہ کمرے سے باہر نکل گئے۔ ان کے چہرے پہ اب اطمینان تھا۔

ہوٹل لابی میں وہی عینک اور اڑے اڑے بالوں والا شخص ان کا منتظر تھا۔ انہیں دیکھتے ہی صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم نے ماہر کو بتا دیا؟" عینک کے پیچھے سے بغور ان کا چہرہ دیکھا۔

وہ خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھے۔ قیمتی پتھر جڑی سلور انگوٹھیوں والے ہاتھ باہم پھنسا لیے۔

"کیا تم نے ماہر کو یہ پیپرز دکھانے کا فیصلہ کر لیا ہے؟" اس نے اپنی بات دہرائی۔

مالک فرید نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔

"وہ مجھے معاف نہیں کرے گا۔"

"مگر..."

"وہ پہلے ہی بہت سی باتوں کے لیے مجھے معاف کرنے پہ تیار نہیں۔ میں اس کی فہرست طویل نہیں کرنا چاہتا۔"

"اگر اسے کسی اور سے معلوم ہوا تو وہ تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اسے خود بتا دو۔"

مالک فرید نے پتھر جیسا چہرہ اس کی طرف موڑا اور بولے تو آواز میں اطمینان تھا۔

"اس کو سچ بتانا ضروری نہیں ہے۔ مجھے اس کو واپس لانے کا ایک اور طریقہ مل گیا ہے۔"

"مگر..."

"وہ کسی کو ڈھونڈ رہا ہے۔ میں اس کی تلاش میں اس کی مدد کروں گا۔ اور بدلے میں اس سے اس کی واپسی مانگوں گا۔ پھر اس کو چند دن یا چند ہفتے یہ کھیل کھیلنے دوں گا۔ جب وہ تھک جائے گا تو خود ہی واپس آ جائے گا۔"

"سچ بولنا زیادہ آسان تھا، مالک۔" اس آدمی نے ایک افسوس بھری نظر بریف کیس پہ ڈالی جس میں چند کاغذ مقید تھے۔

"ہر شے تمہارے ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ تمہیں اس کو یہ کاغذات دکھا دینے چاہیے تھے۔"

"یہ کاغذ کوئی نہیں دیکھے گا۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مالک فرید نے انگلی اٹھا کے تنبیہہ کی۔ "ورنہ میں اپنے ہاتھوں سے تمہاری جان لے لوں گا۔"

عینک والے آدمی نے دھیرے سے سر ہلا دیا۔ مالک فرید نے انگوٹھیوں والے ہاتھ سے ٹائی کی ناٹ مزید ڈھیلی

کی۔ ایک دم سے ان کا دم گھٹنے لگا تھا۔

"یہ کاغذ کوئی نہیں دیکھے گا۔" انہوں نے دل ہی دل میں دہرایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کشمالہ مبین، جو اسلام آباد میں اپنے ماموں کے گھر بطور پے انگ گیسٹ رہتی تھی، اس وقت لونگ روم میں کھڑکی کے ساتھ رکھی ورک ٹیبل پہ براجمان تھی۔ سامنے ایک اسکیچ بک پھیلائے، وہ پنسل کاغذ پر پھیر رہی تھی۔

ایک گلابی پھولوں سے سجی بیکری کا اسکیچ۔

اسی پل بیکری کے وسط میں... خون کے چند دھبے آ گرے۔

ایک جھٹکے سے وہ پیچھے کو ہٹی۔ بے یقینی سے چہرہ اٹھایا۔

کھڑکی کھلی تھی۔ اور باہر سے کسی نے خون اندر پھینکا تھا۔

مگر کس نے؟

وہاں کوئی بھی نہ تھا۔

وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگی۔ ٹیرس ویران تھا۔ دور دور تک کوئی نہ تھا۔

البتہ کھڑکی کے باہر کی طرف دیوار پر وہی چھینٹے نقش تھے۔

وہ ابھی تک گیلے تھے۔

اس نے بے اختیار تھوک نگلا۔ عجیب سا خوف دل کو جکڑنے لگا۔

(نہیں۔ یہ کوئی جادو جنات نہیں ہیں جیسے ماہی کہتی ہے۔ یہ کوئی انسان ہے جو میرا تعاقب کر رہا ہے۔)

اسے معلوم تھا اسے کیا کرنا ہے۔

"صفورا..." چند لمحوں بعد وہ کمرے میں دائیں بائیں ٹہلتی پریشانی سے فون پہ کہہ رہی تھی۔ "وہ پچھلا باڈی گارڈ میں نے نکال دیا تھا نا۔ کیونکہ وہ سگریٹ بہت پیتا تھا۔ پلیز کسی اور کو بھیج دو۔ مجھے پھر سے ایک گارڈ کی ضرورت ہے۔"

بیکری کے اسکیچ پر گرا خون دھیرے دھیرے خشک ہو رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک سال بعد

موجودہ دن

وین کوور۔

کشمالہ مبین میٹرس پر بیٹھی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ ماہر سے مل کے آئی تھی۔

اس کے سامنے آج بھی آئی پیڈ پہ ایک اسکیچ کھلا دکھائی دے رہا تھا۔ البتہ اس دفعہ بیکری کے پھول ہلکے گلابی سے جامنی ہو گئے تھے۔ وہ یک ٹک اس اسکیچ کو دیکھ رہی تھی۔

بالکل شل۔ خاموش۔ پلکیں جھپکائے بنا۔ چہرہ ایک برس پہلے کی طرح شفاف نہ تھا بلکہ اس پر چند دانے تھے۔ آنکھیں لائنر سے خالی اور لباس سرمئی سا تھا۔ اس کی زندگی کی طرح بے رنگ۔

اس ایک برس میں بہت کچھ بدلا تھا۔ ماں بیمار ہوئیں۔ پھر ان کی موت ہوئی۔ اس کی شادی ہوئی۔ وہ جدہ چلی گئی۔ پھر وہ وہاں سے وین کوور آئی۔ اور اس ایک برس میں ہونے والے ہر بڑے واقعے کی کوئی نہ کوئی نشانی اس کے سامنے اس وقت میٹرس پر بکھری تھی۔

زیاد کی دی گئی انگوٹھی۔

وہ کینڈل جو ماہی نے شادی کے تحفے کے طور پہ دی تھی۔

اس بوڑھے جادوگر کا اسکیچ جسے وہ خواب میں دیکھتی تھی۔ جو اسکول کے پرانے ملازم شکور کے جیسا تھا۔

فاختہ والا نیکلیس۔

سب کچھ واضح تھا۔

سیاہ اور سفید میں جلی حروف سے لکھا ہوا۔

لیکن یہ سب کیسے ہوا؟

اس نے یاد کرنے کی کوشش کی۔

سوال یہ تھا کہ...

یہ سب کہاں سے شروع ہوا تھا؟

اسے عمرے پہ آصف ملا تھا۔ اس روز شاید اس پہ جادو شروع ہوا تھا کیونکہ اس کو سینے میں تکلیف اٹھی تھی۔

پھر کیا ہوا؟

سحرِ عشق اور ایسے موذی جادوؤں کو میچور کرنے میں ایک عرصہ لگتا ہے۔

دو برس بعد... جب جادو مکمل طور پہ میچور ہو گیا اور وہ ایک کے بعد ایک گارڈ بدلنے لگی... تب وہ براؤنیز آئیں۔

نگینہ آنٹی اسلام آباد آئی تھیں۔ زیاد سلطان کے ساتھ۔ وہ براؤنیز لائی تھیں۔ وہ میٹھا نہیں کھاتی تھی۔ لیکن اس نے وہ کھائی تھیں۔ ان میں کچھ تھا۔ جادو جو اس کے اندر اترتا گیا۔

پھر کیا ہوا؟

اس نے آئی پیڈ اٹھایا اور ایک نوٹ کھولا۔ پھر پنسل سے اس پر لکھتی گئی۔ ہر شے جواب تک پیش آئی تھی۔

سب سے پہلے ماں بیمار پڑیں۔ ماں نگینہ آنٹی کو پسند نہیں کرتی تھیں۔ وہ اس رشتے میں سب سے بڑی رکاوٹ تھیں۔ انہی دنوں وہ بچہ ماہی کو خواب میں دکھائی دینے لگا۔

ظہیر نے اس کا کیریئر ختم کر دیا۔ اس کو مالی نقصان ہوا تھا۔ اس کو ریستوران بیچنا تھا۔ اس کا مالی نقصان سرکار کے جادوؤں کی وجہ سے ہوا یا قسمت کی وجہ سے، اب یہ اہم نہیں تھا۔

پنسل تیزی سے اسکرین پر چلتی تمام واقعات تاریخوں کے ساتھ رقم کر رہی تھی۔ نمبرز جھوٹ نہیں بولتے۔

اس کی جاب چلی گئی اور وہ لاہور چلی آئی۔ وہ خاندان کی سب سے کامیاب لڑکی ناکام ہو کے گھر بیٹھ گئی۔ اس نے کئی جگہوں پہ کام کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ بھی زیادہ عرصہ چل نہ سکا۔ زیاد نے اسے پروپوز کیا۔ اس نے انکار کیا۔ تو اس نے پینترا بدلا۔ اس نے کہا کہ وہ کسی اور سے شادی کر رہا ہے۔ لیکن وہ سب ایک جال تھا۔ زیاد اور اس بوڑھی عورت کا جال۔

وہ سادہ سی بوڑھی عورت جس پہ کوئی شک نہیں کرتا تھا۔

وہ سب اس میں شامل تھے۔

ہلال۔ اس کا نیکلیس۔ پپی برتھ ڈے۔ ہر شے واضح ہو گئی تھی۔

اسے معلوم تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

اسے اپنے زمانے کی سب سے بڑی جادوگرنی سے ملنے جانا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مال میں بنی کافی شاپ اس صبح پر رونق دکھائی دے رہی تھی۔

سامنے بنی ایک دوسری شاپ کی کرسیوں پر کیف جمال اپنا لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا تھا۔ گاہے بگاہے وہ مالا کی شاپ کو بھی دیکھ لیتا۔ وہ ابھی تک نہیں آئی تھی۔

دفعتاً کسی نے اس کے ساتھ والی کرسی کھینچی۔ کیف نے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے چہرہ اٹھایا۔ نووارد کو دیکھتے ہی کپ گرتے گرتے بچا۔

"ماہر بھائی۔" وہ گڑبڑا کے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیسے ہو، کیف جمال؟" وہ اس کو سنجیدگی سے دیکھتا سامنے بیٹھا۔ ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔

کیف نے دائیں بائیں دیکھا۔ چہرہ سفید پڑا۔

"بے فکر رہو۔ میں نے مالا کو تمہاری فون کال کے بارے میں نہیں بتایا۔"

وہ اس کے سامنے بہت اعتماد سے بیٹھا تھا۔ جینز پہ ہڈی پہنے، ہلکی بڑھی شیو اور سفید جوگرز۔ کیف جمال کو بہت کچھ یاد آیا۔ ہوٹل سوئیٹ۔ اور لیونڈر اور موتیے کی مہک۔ اس نے تھوک نگلا۔

"مجھے نہیں معلوم آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ نے مجھے کال کی تھی۔ اور میں نے آپ کے لیے کام کرنے سے انکار کر دیا تھا۔" وہ کھنکھار کے کہتا واپس بیٹھا۔ کیا معلوم ماہر یہ ریکارڈ کر رہا ہو۔

"کہا نا... بے فکر رہو۔ میں تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا۔ اور تم میرے راستے میں نہیں آؤ گے۔ تمام؟" اسی بے تاثر انداز میں کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا رخ مالا کی شاپ کی جانب تھا۔

کیف نے فوراً سے موبائل نکالا اور انگلیاں تیزی سے ٹائپ کرنے لگیں۔

"ماہر فرید کشمالہ کی شاپ پہ موجود ہے۔" میسیج لکھ کے زیاد کو بھیجنے لگا۔ پھر رک گیا۔ اگر زیاد یہاں آ گیا اور اسے معلوم ہو گیا کہ اس نے ماہر کے ساتھ بھی ڈیل کرنے کی کوشش کی ہے تو؟ لیکن اگر اس نے زیاد کو نہ بتایا اور زیاد کو کسی دوسرے طریقے سے معلوم ہو گیا تو؟

اس نے میسیج مٹا دیا۔ ابھی وہ اس بارے میں سوچے گا۔ پھر لیپ ٹاپ واپس کھول لیا البتہ نگاہیں اب صرف ماہر فرید پہ جمی تھیں۔

وہ کاؤنٹر تک گیا۔ وہاں دو افراد پہلے سے کھڑے تھے۔ وہ قطار میں لگ گیا۔ سینے پر بازو لپیٹے، خاموشی سے دائیں بائیں دیکھے گیا۔

دفعتاً نگاہ کونے والی میز تک اٹھی۔ اس کے پیچھے ایک شیلف بنا تھا جس میں سیل کے لیے اس کافی برانڈ کے کچھ مگ رکھے تھے۔ ان کے وسط میں ایک پودا رکھا تھا۔

سفید گملے میں سجا کیکٹس۔

وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔

"شیلڈن۔"

ذہن میں ایک خیال سا پنپنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کشمالہ نے بنا دستک کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ ہسپتال کے سفید بیڈ پر لیٹی نگینہ بیگم نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔

وہ تنہا نہیں تھیں۔ اندرانی ان کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اسے دیکھ کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ نگینہ بیگم بھی مسکرائیں۔ ان کا آدھا چہرہ پٹیوں میں بندھا تھا۔

"آؤ بیٹے۔"

وہ کچھ دیر چوکھٹ میں کھڑی رہی۔ بال پونی میں بندھے تھے اور دھلا دھلایا چہرہ مسکراہٹ سے عاری تھا۔ لمبے کھلے فراک پر ہسپتال کا نیلا حفاظتی گاؤن اور ماسک پہنے، وہ کندھے سے پرس لٹکائے ہوئے تھی۔

"تم باہر جاؤ۔" اس نے ایک سخت نگاہ اندرانی پہ ڈالی۔ وہ اسے خاموشی سے گھورتی ہوئی باہر نکل گئی۔

مالا نے دروازہ بند کیا۔ پھر کپکپاتے ہاتھوں سے اسے لاک کیا۔

نگینہ بیگم چونکیں۔ مسکراہٹ غائب ہوئی۔

دروازہ بند کر کے ... وہ پلٹی تو اس کا چہرہ ... ایسا چہرہ انہوں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

"کیسی ہیں آپ... سرکار؟" وہ دروازے سے پشت لگائے گلابی پڑتی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہی تھی۔

نگینہ سلطان ایک لمحے کے لیے سانس نہ لے سکیں۔

لیکن وہ لمحہ آیا اور گزر گیا۔

انہوں نے دھیرے سے سانس خارج کیا۔ چہرہ اسی طرح پرسکون تھا۔

"ہاں۔ میں ہوں سرکار۔"

ان کا آدھا چہرہ اور آنکھیں واضح تھیں۔ان میں رعونت تھی۔فخر تھا۔

"یہ سب براؤنیز سے شروع ہوا تھا۔" وہ ماسک نیچے دھکیلتی آگے آئی۔پھر ان کی پائنتی کے قریب ٹھہر گئی۔

"آپ نے جادو میرے اندر براؤنیز سے اتارا تھا۔"

"محبت ویسے بھی ایک جادو ہے، کشمالہ۔الوژن۔نظر کا دھوکہ۔" وہ مسکرا رہی تھیں۔

"اور میری ماں؟" اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔"ان پہ بھی جادو کیا تھا نا آپ نے؟"

"جادو خود سے کسی جسم میں داخل نہیں ہوتا جب تک کہ اس جسم کا مالک اس کو اجازت نہ دے، میری بیٹی۔" وہ ایسے ہی مسکرا رہی تھیں۔

"تمہاری ماں کی ایک بیمار بہن تھی جو برسوں اس کے ساتھ رہی تھی۔اس کی خدمت نے تمہاری ماں کو حفاظتی حصار میں باندھا ہوا تھا۔لیکن جب وہ مری... تو تمہاری ماں ڈپریشن کا شکار ہوگئی۔اور ڈپریشن کسی بھی جادوگر کا سب سے بڑا ہتھیار ہوتا ہے۔"

وہ وقفے وقفے سے بول رہی تھیں۔جیسے جسم میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی ہوں لیکن وہ ان کو دبا رہی ہوں۔

"ڈپریشن ایک سوراخ ہے۔جس انسان کو لگ جائے، اس کے جسم میں دو چیزیں آسانی سے داخل ہو جاتی ہیں۔موذی مرض اور جادو۔تمہاری ماں کو ڈپریشن ہم نے نہیں دیا تھا۔تم نے دیا تھا۔"

"میں نے؟" آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

"کیا تمہیں بھول گیا کہ تم اس کو چھوڑ کے چلی گئی تھیں؟" ان کی آنکھوں میں ملامتی سی مسکراہٹ تھی۔

"تم پانچ سال اس سے دور رہیں۔تمہاری خالہ مرگئی اور وہ ڈپریشن میں چلی گئیں۔تم وہاں ہوتیں تو شاید ان کی زندگی میں جینے کی امید ہوتی۔مگر تمہیں اپنا کیریئر بنانا تھا۔"

اس نے بے اختیار ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"ہم نے تو تمہارے ساتھ احسان کیا تھا، کشمالہ۔تمہارا کیریئر ختم کر کے تمہیں تمہاری ماں سے ملوا دیا۔یوں اس کے آخری چند ماہ میں تم اس کے ساتھ تھیں۔"

"اپنے گناہ میرے سر مت ڈالیں۔" وہ دبا دبا سا چلائی۔

"آئینہ برا لگتا ہے ہر انسان کو، کشمالہ۔لیکن کیا تم اپنی ماں کو چھوڑ کے نہیں گئی تھیں؟"

آنسو اس کے چہرے پر گرتے تھوڑی سے چپکے ماسک میں جذب ہو رہے تھے۔

" آپ کے جادوؤں نے اوشن کو برباد کیا۔ میری ماں کو بیمار کیا۔"

" لیکن میرے جادو نے اسے نہیں مارا۔" وہ مسکرائیں۔ "اس کی موت اسی طرح لکھی تھی۔"

"اور میرے دل میں زیاد کی محبت؟ وہ کس نے ڈالی؟" مالا کی بھیگی آنکھوں میں سارے زمانے کی نفرت تھی۔ دکھ تھا۔ اس نے مسلسل اپنی مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں۔ وہ اس عورت کا منہ نہیں نوچ سکتی تھی جس کا منہ پہلے سے گل سڑ چکا تھا۔

" کہا نا۔ جادو ایسے اثر نہیں کرتا جب تک اس کو کسی دل میں چور دروازہ نہ مل جائے۔ محبت تو ایک الوژن ہے اور تم خود ایک illusionist ہو، مالا۔ تم دیواروں پر الوژن بناتی ہو۔ ہم دلوں میں بناتے ہیں۔"

" آپ الوژن ز کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔"

لیکن وہ نہیں سن رہی تھیں۔ یہ اعتراف کا مرحلہ تھا۔ اسٹیج پر کرتب دکھاتے جادوگر اس مرحلے کا انتظار کیا کرتے تھے۔ جب پردہ گرنے سے چند لمحے پہلے، وہ حاظرین کے سامنے سر جھکا کے داد وصول کریں۔

" تمہارے دل میں یہ الوژن تمہارے خوف نے داخل کیا۔ عمر گزر جانے کا خوف۔ اپنی دوستوں کی شادیاں اور بچے دیکھنے کے بعد تنہا رہ جانے کا خوف۔ یہ خوف سحرِ عشق کو پختہ کرتا ہے۔"

"میں سرکار کو ڈھونڈنا چاہتی تھی۔" اس نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھا۔ "تو آپ نے مجھے مارنے کی کوشش کی۔"

اسے نگینے کی چبھن یاد آئی۔

"وہ تو بس ایک ڈراوا تھا۔ ورنہ ہم تمہیں کیوں مارنا چاہیں گے، پیاری بیٹی؟"

"بیٹی۔ ہونہہ۔" اس نے ملامتی نظروں سے انہیں دیکھا۔ " کیسے کر لیتی ہیں آپ؟ ساری دنیا کو دھوکہ کیسے دے لیتی ہیں؟"

" تم اس دھوکے سے بچ سکتی تھیں۔ تمہارے خواب تمہیں تمام hints دے رہے تھے۔ تم تب بھی نہیں سمجھ سکیں۔"

مالا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"شکور۔ میرے اسکول کا چوکیدار شکور ایک ہنٹ تھا۔ جان گئی ہوں۔" اب جب کہ سب واضح ہو گیا تھا، سو کوئی پہیلی پہیلی نہ رہی تھی۔

"وہ ایک ایسا آدمی تھا جس کی سیاہ رنگت پہ اس کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ اور وہ لوگوں کی باتوں سے تنگ آ کے دبئی

چلا گیا۔خوابوں میں اصلی جادوگروں کے چہرے نہیں دکھائے جاتے ورنہ انسانوں میں فساد ہونے لگیں۔صرف علامتیں دکھائی دیتی ہیں۔ مجھے شکور دکھائی دیا لیکن مجھے شکور کو نہیں ڈھونڈنا تھا۔ مجھے اپنے اردگرد کسی ایسے انسان کو ڈھونڈنا تھا جس کا اس کی رنگت پہ مذاق اڑایا جاتا تھا۔اور وہ دبئی چلا گیا تھا۔" اس نے آنکھیں بند کیں۔گرم گرم آنسو گال پر گر رہے تھے۔وہ کیوں نہ سمجھ سکی؟

"میں نے تمہارے ساتھ کوئی ظلم نہیں کیا۔کسی کو تم سے نفرت نہیں کروائی۔صرف محبت کروائی۔تمہیں وہ دیا جو تمہارے پاس نہ تھا،میری بیٹی۔ میں نے تمہیں گھر دیا۔شوہر دیا۔"

اس نے آنکھیں کھولیں۔اب کے اس کی آنکھوں میں صرف نفرت نہیں تھی۔افسوس بھی تھا۔

"تمہارا کام تھا اپنے شوہر کو خوش رکھنا۔اپنا گھر بسانا۔اور تم وہ نہ کر سکیں۔قصور کس کا ہے؟"

وہ بوڑھی عورت ٹوٹے سانسوں کے درمیان اطمینان سے بتا رہی تھی۔

"مجھے ترس آرہا ہے آپ کے اوپر۔" وہ سر نفی میں دائیں بائیں ہلا رہی تھی۔"اتنے گناہوں کی آگ لے کر کیسے جائیں گی اللہ کے پاس؟"

"آگ تو میرے لیے اس دنیا نے بنائی تھی،کشمالہ۔" وہ زخمی سا مسکرائیں۔"مجھے میری شکل کی وجہ سے دھتکار دیا تھا۔سو میں نے ایک الوژن بنالیا۔جیسے تم بناتی ہو۔"

"مجھے خود سے مت ملائیں۔"اس کی آواز بلند ہوئی۔

البتہ وہ ویسے ہی لیٹی رہیں۔ان کے جسم سے لگی نالیاں اور تاریں مختلف مانیٹرز میں پیوست تھیں۔جو ان کے وائٹلز بتا رہے تھے۔ان کے دل کی رفتار،بی پی،سب نارمل تھا۔

"مجھے کس آگ سے ڈرا رہی ہو؟ آگ تو یہ دنیا تھی میرے لیے۔آگے تو کچھ بھی نہیں ہے۔نہ جنت نہ جہنم۔ سب ایک الوژن ہے۔میں نے اس دنیا سے اپنا حق کشید کیا ہے۔جیسے سب کرتے ہیں۔"

وہ چند قدم مزید آگے آئی۔سر جھکا کے ترحم سے انہیں دیکھا۔

"اور ہلال؟وہ کہاں ہے؟"

نگینہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"ہلال کو نہ تم ڈھونڈ سکو گی،اور نہ تمہارا ماہر فرید۔"ان کی آنکھوں میں کچھ ابھرا جسے وہ پڑھ سکتی تھی۔

"اتنی نفرت ہے اس سے،سرکار؟"وہ بھیگی آنکھوں سے پہلی دفعہ مسکرائی۔"اس پہ جادو نہیں چلتا نا آپ کا؟"

نگینہ بیگم مسکراتی رہیں۔ ان کے اطمینان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

" آپ نے زیاد اور میری شادی صرف زیاد کے لیے نہیں کروائی۔ آپ کو کچھ اور بھی چاہیے تھا۔"

وہ آنکھوں میں بہت سی نفرت اور افسوس لیے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"میری بیٹی... ہے نا؟"

اس لفظ پہ کچھ تھا جو ان کی آنکھوں میں چمکنے لگا۔

"میں زندہ رہوں یا نہ رہوں، تم میری پوتی کو مجھ سے چھین نہیں سکتیں، کشمالہ۔"

وہ ایسی شیطانی چمک تھی کہ کشمالہ مبین کو لگا کوئی اس کی گردن کے گرد آگ کا طوق پہنا رہا ہے۔

"ہاں... میں نے یہ سب اس بچی کے لیے کیا ہے۔" وہ چمکتی آنکھوں سے چبا چبا کے کہہ رہی تھیں۔

"وہ جب اس دنیا میں آئے گی تو وہ میری سب سے بڑی طاقت بنے گی۔ اور تم..." انہوں نے تحقیر سے اسے دیکھا۔ پہلی دفعہ کشمالہ کو ان کی نظروں میں اپنے لیے حقارت دکھائی دی۔

"اور تم ساری عمر زیاد سے بندھی رہو گی۔ تمہارے پاس اب کوئی جائے فرار نہیں ہے۔"

وہ چند لمحے لب بھینچے ان کو دیکھتی رہی۔

پھر ان کے کان کے قریب جھکتی گئی یہاں تک کہ اس کے ہونٹ ان کے بالوں کے قریب آ ٹھہرے۔

" کس نے کہا کہ وہ دنیا میں آئے گی؟"

نگینہ بیگم ایک دم جہاں تھیں، وہیں ساکت رہ گئیں۔

"وہ میرے پیر کی زنجیر نہیں بنے گی۔"

وہ سرگوشی میں کہہ رہی تھی۔

"میں آج اس کو ختم کرنے جا رہی ہوں۔ کوئی بھی چیز مجھے آپ سے اور آپ کے بیٹے سے نہیں جوڑے رکھے گی۔ میں اس بچے کو قتل کرنے جا رہی ہوں۔" وہ سیدھی ہوئی اور فاتحانہ مسکراہٹ اور بھیگی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

"نن نہیں... مالا نہیں۔"

ٹوں ٹوں... ان کے مانیٹر پر ایک دم نمبرز بڑھنے لگے۔ دل کی دھڑکن۔ بی پی۔ انہوں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن نہیں اٹھ سکیں۔

"مالا پلیز مت کرو۔ اس کو مت مارنا۔" آنسو آنکھوں سے ٹپکتے چہرے کی پٹیوں میں جذب ہونے لگے۔

"مجھے معلوم ہے یہ گناہ ہے، لیکن میں ایک بڑے گناہ کا راستہ روک رہی ہوں۔ میں سحرِ عشق سے جنم لینے والی بچی کو اس دنیا میں نہیں لاؤں گی۔ کیونکہ میں دنیا کے جس کونے میں بھی چلی جاؤں، زیاد اس بچی کی تلاش میں آجائے گا۔ سو میں آج اس وجہ کو ہی ختم کر رہی ہوں۔"

"نہیں پلیز... خدا کا واسطہ..." انہوں نے کپکپاتے، نحیف ہاتھ جوڑے جن سے بہت سی تاریں پیوستہ تھیں۔

"خدا کہاں سے آ گیا؟ جنات کو بلائیے، سرکار۔ اپنے جنات کو۔" وہ دبا دبا سا غرائی۔ "اور اپنے قاتل بیٹے کو بھی بلائیے۔ آج کوئی انسان یا جن مجھے یہ کرنے سے نہیں روک سکے گا۔ اب یہ فیصلہ میں کروں گی۔ میں۔"

سینے پر انگلی سے دستک دی۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"نہیں پلیز نہیں۔" وہ چلانے لگیں۔ مالا نے بیل پر انگلی رکھ دی۔

دروازہ دھاڑ سے کھلا اور اسکربز میں موجود اسٹاف بھاگتا ہوا اندر آیا۔

"میں ان کی بہو ہوں۔ یہ بہت تکلیف میں ہیں۔" وہ آنکھیں صاف کرتے ہوئے سنجیدگی سے انگریزی میں کہنے لگی۔

"کیا ان کو مزید پین کلر دیے جا سکتے ہیں؟ میں چاہتی ہوں کہ یہ چند گھنٹے تک سوتی رہیں۔"

نگینہ بیگم چلاتے ہوئے سر تکیے پر مار رہی تھیں۔ ان کا جسم بھی جھٹکے کھا رہا تھا۔ دونوں اسٹاف ممبرز میڈیکولینگوئج میں چلاتے ہوئے کچھ کہہ رہے تھے۔ غالباً ان کو کوئی انجیکشن دیا جانے لگا تھا۔

"نہیں پلیز۔ مالا یہ مت کرو۔"

وہ آنسو رگڑ کے صاف کر چکی تھی۔ اب جذبات سے عاری چہرے کے ساتھ ان کے بیڈ کی پائنتی کے ساتھ کھڑی رہی۔ بنا پلکیں جھپکائیں وہ انہیں دیکھ رہی تھی۔

"بلائیں ان کو۔ اپنے موکلوں کو۔ بلائیں نا۔" وہ دبا دبا سا اردو میں بولی۔ ایک نرس اب ان کی آئی وی میں کوئی انجیکشن لگا رہی تھی۔

نگینہ بیگم نے آنکھیں بند کیں۔ ہونٹ ہلانے کی کوشش کی۔ کچھ پڑھنا چاہا۔ لیکن جسم کی طاقت اب ختم ہو چکی تھی۔ اوپر سے دوا کا اثر بھی شدید تھا۔ ان کا ذہن اندھیروں میں ڈوبنے لگا۔

"نہیں۔ پلیز نہیں۔ وہ بچی بہت قیمتی ہے۔" وہ بند آنکھوں سے غنودگی میں جاتی بڑبڑا رہی تھیں۔ جسم اب ڈھیلا

پڑتا جا رہا تھا۔

کشمالہ مبین نے افسوس سے سر جھٹکا اور باہر کی طرف بڑھ گئی۔ اس کو اب کسی انسان یا جن کا خوف نہیں رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہسپتال کے اس کمرے کا منظر اب قدرے بدلا ہوا تھا۔ نیم تاریک خاموشی۔ فضا کا بوجھل پن۔ اور نگینہ سلطان کا پرسکون جسم جو دواؤں کے زیرِ اثر غنودہ تھا۔

زیاد سلطان کاؤچ پر بیٹھا تھا۔ ٹانگ پر ٹانگ جمائے۔ دونوں ہاتھوں میں موبائل پکڑے اس پر انگلیاں چلاتا ہوا۔ دفعتاً اسکرین پہ میسج ابھرا۔

''کچھ عجیب سا ہے، زیاد بھائی۔ صبح کشمالہ کام پہ نہیں آئی۔ پھر اس نے مجھے کال کر کے کہا کہ آج میں آف کرلوں۔ وہ آپ کی والدہ سے ملنے ہسپتال جا رہی ہے۔ وہاں سے وہ گھر جائے گی۔ جب تک میں یہاں پہنچا وہ ہسپتال سے نکل رہی تھی۔ میں کافی فاصلے سے اس کا تعاقب کرتا رہا۔ وہ گھر نہیں گئی۔ وہ کیب لے کر ایک کلینک آئی ہے۔ کافی دیر سے اندر ہے۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ وہ یہاں کیوں آئی ہے۔''

زیاد ایک دم سیدھا ہو کے بیٹھا۔ کانوں میں ایک گھنٹی سی بجنے لگی۔ جیسے قدیم زمانوں میں جنگ سے پہلے شہر والوں کے لیے بجتی تھی۔ اس کا رواں رواں کھڑا ہونے لگا۔

''وہ صبح ہسپتال آئی تھی؟''

''جی۔ میں نے خود اسے یہاں سے نکلتے دیکھا تھا۔''

زیاد نے چونک کر چہرہ اٹھایا۔ نگینہ بیگم کے غنودہ جسم میں حرکت ہوئی تھی۔

''زیاد؟'' وہ بدقت پلکیں جھپکا کے اسے دیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''کشمالہ یہاں آئی تھی؟''

وہ اٹھ کے ان کے سرہانے تک آیا۔ چہرہ سپاٹ تھا۔ اور آواز میں تفتیش۔

''کون؟'' ان کے آدھے چہرے سے پٹی جیسے گھلتی گئی تھی۔ کسی کوڑھ کے مریض کی مانند چہرے کا جلا ہوا حصہ بڑھ کے گردن تک پہنچ چکا تھا۔

''وہ کیوں آئی تھی؟ اور آپ کی طبیعت کیوں خراب ہوئی تھی؟''

''زیاد...'' نگینہ بیگم نے ایک دم چونک کر گھڑی کو دیکھا۔ جیسے دماغ جاگ گیا ہو۔ بے اختیار زیاد کا ہاتھ تھاما۔

''اس کو روکو...''

" کس چیز سے؟" اس کا سانس تھم گیا۔ سارے جواب واضح تھے۔

"وہ آپ کی نفرت میں اس کو مار دے گی۔"

زیاد سلطان ہل نہ سکا۔ ایسے جیسے نمک کا مجسمہ ہو۔

''کس کو؟''

''آپ کی بیٹی...'' ان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

''اس کو بچالو۔ وہ اس کو ختم کر دے گی۔''

''بیٹی؟'' اسے اپنی آواز کنویں سے آتی سنائی دی۔

"وہ بہت قیمتی ہے۔ مجھے اس کی ضرورت ہے۔" انہوں نے اس کا ہاتھ بدقت دونوں ہاتھوں میں پکڑا۔

" آپ کب سے یہ بات جانتی تھیں؟" وہ زخمی نظروں سے ان کو دیکھ رہا تھا۔

''وہ اس بچی کو مار دے گی۔''

''میری کوئی بیٹی نہیں ہے۔'' ایک دم اس نے زور سے ہاتھ چھڑایا۔ چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

" آپ نے ہمیشہ کی طرح اپنا کھیل کھیلا۔ اور مجھے اندھیرے میں رکھا۔" وہ ان پہ جھک کے دبا دبا سا غرایا۔

" آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اپنا بچہ مجھے دو گے۔"

''آپ جانتی تھیں اور مجھے نہیں بتایا۔'' وہ ان کی بات نہیں سن رہا تھا۔

"زیاد..." انہوں نے بھیگی آنکھوں کے ساتھ دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ لیکن وہ نفی میں سر ہلاتا پیچھے ہٹ رہا تھا۔

''اس بچے کو مت ختم ہونے دینا۔''

وہ رک کے انہی نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"وہ بچہ... آپ کی بیٹی... وہ کشمالہ کو کبھی آپ سے آزادی نہیں لینے دے گی۔ وہ اس کو زنجیر کی طرح آپ سے باندھے رکھے گی۔ کوئی دوسرا مرد اس سے شادی نہیں کرے گا۔" وہ رک رک کے بول رہی تھیں۔ آنسو پھسل پھسل کے مسخ شدہ چہرے میں جذب ہو رہے تھے۔

"اس کو روکو ورنہ وہ اس کو مار دے گی۔"

" مارنے دو۔" اس کا لہجہ برف تھا۔ سپاٹ۔ سرد۔ نگینہ بیگم کچھ بول نہ سکیں۔ وہ ان کو اسی حالت میں چھوڑ کے

باہر نکل گیا۔

کیف جمال کی کال آ رہی تھی۔ چند لمحے وہ گہرے سانس لیتے ہوئے خود کو نارمل کرنے لگا۔ پھر فون کان سے لگایا۔

''سنو کیف...''

''ابارشن۔ یہ ابارشن کلینک ہے۔'' اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ وہ پارکنگ میں کار کے ساتھ کھڑا تھا اور ساتھ ایک اسکرب والی لڑکی تھی۔ وہ جیب میں چند رول کیے نوٹ ڈالتے ہوئے دائیں بائیں احتیاط سے دیکھ رہی تھی۔

''آپ کی بیوی یہاں ابارشن کے لیے آئی ہے۔ اور وہ پروسیجر روم میں ہے۔'' کیف نے اسے اشارہ کیا۔ وہ سر کو خم دے کر آگے بڑھ گئی۔ ''میں نے ایک اسٹاف کو پیسے دیے ہیں۔ اسی نے بتایا ہے کہ...''

''کیف... مزید مداخلت مت کرو۔''

کیف جمال رک گیا۔ بے یقینی سے فون کان سے ہٹا کے دیکھا۔

''کیا آپ...''

''کہا نا... تم کوئی مداخلت نہیں کرو گے۔ اس کے باہر آتے ہی تم مجھے کلینک سے کنفرم کر کے دو گے کہ اس نے پروسیجر کروایا ہے یا نہیں۔ وہ جو کرنے آئی ہے، اسے کرنے دو گے۔''

کیف جمال نے ناسمجھی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ان کا تو طلاق کا کیس چل رہا تھا۔ ایسی صورت میں تو طلاق رک جاتی۔ پھر زیاد سلطان کیوں ایسے کہہ رہا تھا؟ خیر۔ اسے کیا۔

وہ کافی دیر پارکنگ میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا، اس کلینک کی عمارت کو دیکھے گیا۔ دفعتاً فون پہ میسج ریسیو ہوا۔ یہ اسی اسٹاف کا تھا جس کو اس نے پیسے دیے تھے۔

''اس کا پروسیجر مکمل ہو گیا ہے۔ وہ اس کو کچھ دیر میں ڈسچارج کر دیں گے۔''

اس نے وہ میسج زیاد کو بھیج دیا۔ خود کلینک کی لابی کو دیکھنے لگا جو شیشے کی دیواروں کے باعث اندر دکھائی دے رہی تھی۔

بہت انتظار کے بعد وہ اس کو راہداری میں چلتی دکھائی دی۔ وہ یہاں سے بھی دیکھ سکتا تھا کہ اس کا چہرہ زرد تھا۔ آنکھوں تلے حلقے واضح تھے۔ اور وہ گم صم سی قدم اٹھا رہی تھی۔ ساتھ ایک لڑکی تھی جو اسکرب پہنے ہوئے تھی اور ایک نسخہ ہاتھ میں لیے اسے کچھ سمجھا رہی تھی۔ دوائیں۔ پوسٹ ابارشن کیئر۔ وہ اسی بے خیالی میں سر ہلا رہی تھی۔

وہ کار وہاں سے دور لے گیا۔ وہ اس کو نہیں دیکھ سکتی تھی نہ وہ اس ذہنی حالت میں تھی کہ اس کی توجہ اس طرف جاتی۔

وہ کافی دیر کلینک کے باہر ایک بنچ پر بیٹھی رہی۔ نسخہ ہاتھ میں پکڑے۔ چپ چاپ۔ سر نیچے گرائے۔ شاید وہ رو رہی تھی۔ پھر بدقت وہ اٹھی۔ موبائل کے بٹن دبائے۔ اب وہ کیب بلا رہی تھی۔

کیف جمال نے زیاد کی ہدایت کے برعکس اس کا تعاقب نہیں چھوڑا۔ وہ یہاں سے فارمیسی گئی۔ اپنی دوائیں خریدیں اور پھر وہاں سے گھر چلی گئی۔ جس لمحے وہ اپارٹمنٹ بلڈنگ کے اندر داخل ہوئی، وہ دور سے دیکھ سکتا تھا کہ اس کو شاید چکر آ رہے تھے اور وہ دیوار پکڑ پکڑ کے چل رہی تھی۔

کام مکمل ہو چکا تھا۔ اس نے زیاد کو میسیج پہ اطلاع دے دی۔

''گڈ۔'' جوابی میسیج فوری موصول ہو گیا۔

کیف جمال کافی دیر اس میسیج کو تکتا رہا۔

پھر اس نے فون گیلری کھولی۔ وہاں موجود ماہر کی تصویر نکالی جو اس نے صبح صبح کھینچی تھی جب وہ مالا کی کافی شاپ کی قطار میں کھڑا تھا۔ یہ تصویر اسے زیاد کو بھیجنی تھی۔ وہ زیاد کی آنکھیں تھا۔ اسے ماہر فرید کی آمد کے بارے میں بتانا چاہیے تھا۔

''گڈ۔'' اس نے پھر سے زیاد کا میسیج پڑھا۔

انگلیوں نے حرکت کی۔ انگوٹھے نے ڈیلیٹ کا بٹن دبایا۔ تصویر مٹ گئی۔

''گڈ۔'' وہ تلخی سے بڑبڑاتے ہوئے کار اسٹارٹ کرنے لگا۔ اپنے بچے کے مر جانے پہ گڈ کون کہتا ہے؟

وہ زیاد سلطان کو ماہر فرید کی آمد کے بارے میں نہیں بتائے گا۔ اس دنیا میں سب سے قیمتی شے انفارمیشن ہوتی ہے اور ہر انفارمیشن ایسی نہیں ہوتی کہ وہ اپنے باس کو فراہم کی جائے۔

کیف جمال نے کار سڑک پر ڈال دی۔

ہسپتال کے کاریڈور میں ٹہلتے ہوئے زیاد سلطان نے رک کے کیف کا میسیج پڑھا۔ گڈ لکھ کے بھیجا۔ اور تیزی سے کمرے کی طرف آیا۔

نگینہ بیگم اسی طرح بے چین سی لیٹی تھیں۔ وہ جیسے بہت تکلیف میں تھیں۔ اسے دیکھ کے چونکیں۔

"تم نے اسے روکا؟" بھیگی آنکھوں میں امید بھرے پوچھا۔

"وہ بچہ ختم ہو گیا ہے، سرکار۔ اور آپ کا کھیل بھی۔"

اس کے چہرے پر بہت کچھ تھا۔ زخمی پن۔ نفرت۔ طیش۔ اور ڈھیروں ملال۔

''اب میں کبھی اس تکلیف سے نہیں گزروں گا جس سے آپ نے ہلال کے بھائیوں کو گزارا ہے۔''

وہ چبا چبا کے کہتا گیا۔ پھر وہ وہاں رکا نہیں۔ اگلے ہی لمحے دھڑام سے دروازہ بند کر کے وہاں سے چلا گیا۔

نگینہ سلطان نے شکستگی سے سر تکیے پر ڈال دیا۔ اور آنکھیں بند کر لیں۔

ان کی ساری دنیا جل کے راکھ ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مالا (نمرہ احمد)

حصہ سوم ''وین کوور''

قسط نمبر: ۱۶

اپنے تنہا ٹاور سے رلپنزل باہر دیکھتی تھی

اپنی سچی محبت کی منتظر۔

اس جرم کی سزا کاٹتے ہوئے

جو اس نے کیا ہی نہیں تھا۔

وہ نغمے گنگناتے ہوئے

جو کوئی سن نہیں پائے گا۔
بھولے ہوئے پھولوں کی طرح
وہ مرجھا رہی تھی۔
جیسے جیسے سرما اس کے دل میں داخل ہو رہا تھا۔
اور جو دیواریں اس نے خوف سے کھڑی کی تھیں،
وہ گرنے کو تھیں۔
بس کاش کہ وہ تیار ہو ایک نئے آغاز کے لیے۔
صحرا کی ہوا جیسے جیسے
اس کے دروازے کے باہر پھیلی ریت پہ
تصویریں بنا رہی تھی،
وہ قدرت کو اپنا کھیل کھیلتے دیکھ رہی تھی۔
اور جان گئی تھی کہ
اس کی دیواریں کچھ بھی نہیں ہیں
سوائے دیواروں کے۔
اسے امید تھی کہ ایک دن
کوئی آئے گا اس کی طرف
اس کے تکلیف میں گھرے اکیلے ذہن کو نجات دلانے
اسے امید ہے کہ
کبھی کہیں کوئی آئے گا
اس کو یہ بتانے کہ
محبت نہیں ہے صرف
اندھوں کے لیے۔

(Dani Arrow)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کئی برس پہلے

ایک دفعہ کا ذکر ہے...

وہ لکڑی کا کاٹیج جنگل کے درمیان میں خاموشی سے کھڑا تھا۔ اطراف میں روئی کے گالوں جیسی برف گر رہی تھی۔ چمنی سے دھواں اوپر اٹھ رہا تھا اور کاٹیج کی کھڑکیوں سے سنہری روشنی دکھائی دیتی تھی۔

اندر جھانکو تو اس روشنی کا منبع آتش دان میں سلگتی لکڑیاں تھیں۔ وقفے وقفے سے ان کے چٹخنے کی آواز بھی سنائی دیتی۔ وہاں کچھ اور بھی سلگ رہا تھا۔ کچن کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے بیربل فرید کی آنکھیں۔

پیالے میں کچھ پھینٹتے ہوئے اس نے سلگتی نگاہیں اٹھا کے اپنے بھائی کو دیکھا۔ پھر ہاتھ کی پشت سے پیشانی پر آئی گھنگریالی لٹ پیچھے کی۔ ذرا سی چاکلیٹ کنپٹی پر اپنا داغ چھوڑ گئی۔ بیربل کو معلوم نہیں ہو سکا۔ بس افسوس سے پونی والا سر ہلایا اور پیالے پہ جھک گیا۔

"ایک بچے کو برادرز Grimm کا ورژن کون سناتا ہے؟" وہ خفگی سے گویا ہوا۔ رلپنزل کی کہانی کا اتنا تلخ رخ وہ مزید نہیں سن سکتا تھا۔

وہ آتش دان کے سامنے ونگ چیئر پر نیم دراز تھا۔ ایسے کہ پیر اوتومن پر رکھے تھے اور ایک بازو پر ہلال سر رکھے لیٹی تھی۔ دونوں کے اوپر کمبل تھا۔ وہ ایک گھنگریالی لٹ کو انگلی پر لپیٹتی چھت کو دیکھ رہی تھی اور ماہر کتاب کو۔

"ماہر؟" بیربل نے ناپسندیدگی سے ٹوکنا چاہا لیکن وہ اسے سنے بغیر کتاب سے پڑھتا جا رہا تھا۔ کہانی میں موجود رلپنزل اب بڑی ہو چکی تھی اور اس کے بال اس ٹاور سے بھی لمبے ہو چکے تھے جس میں وہ قید تھی۔

"جب جادوگرنی کو ٹاور میں داخل ہونا ہوتا، تو وہ پکارتی۔ رلپنزل رلپنزل۔ اپنے بال نیچے گراؤ۔" وہ کتاب سے حرف بہ حرف پڑھ رہا تھا۔ "رلپنزل کے بال لمبے اور خوبصورت تھے۔ سنہرے ریشمی دھاگوں جیسے۔ جب وہ جادوگرنی کی آواز سنتی تو اپنی چوٹی کھول دیتی۔ پھر بالوں کو کھڑکی کی hook کے ساتھ ایک گرہ دے کر نیچے گرا دیتی۔ یوں جادوگرنی اوپر چڑھ آتی۔ پھر کچھ سال یونہی گزر گئے۔"

کھڑکی کے باہر برف کے ننھے ننھے گالے گر رہے تھے۔ چند ٹکڑے شیشوں سے چپک جاتے۔ پھر پگھل کے دھڑام سے نیچے جا گرتے۔

"ایک دن ایک شہزادہ گھوڑے پر سوار اس جنگل میں سفر کرتا ہوا اس طرف آن نکلا۔"

ہلال نے ایک دم چہرہ اونچا کر کے اسے دیکھا۔

"شہزادہ اس کو بچانے آیا تھا؟" اس کی آنکھوں میں چمک اتری۔

ماہر نے کہانی روکی اور گہری سانس لی۔

"ہاں۔ کہانیوں میں شہزادے بچانے آجاتے ہیں۔"

"اور اصل میں؟"

"اصل میں؟" اس نے رک کے سوچا۔ "ہر ایک کے لیے نہیں آتے۔"

" مگر میرے لیے آئے گا۔" ہلال نے مسکرا کے پلکیں جھپکائیں۔ وہ بھی مسکرا دیا۔ اور واپس پڑھنے لگا۔

"شہزادے نے وہ نغمہ سنا جو وہ گنگنا رہی تھی۔ وہ بہت خوبصورت تھا۔ وہ ٹاور کے نیچے کھڑا اسے سنے گیا۔ وہ اس ٹاور پہ اوپر چڑھنا چاہتا تھا لیکن کوئی دروازہ نہیں تھا۔"

"اسے دروازہ مل جائے گا۔" وہ بڑبڑائی۔ کچھ تھا عجیب سا جو ماہر نے پہلو بدلا۔ توجہ کہانی پہ مبذول رکھنا چاہی۔

"شہزادہ اس وقت واپس چلا گیا لیکن وہ نغمہ اس کو اتنا پسند آیا کہ وہ ہر روز جنگل میں جا کے اس کو سنتا۔ ایک دفعہ وہ جنگل میں ایک درخت کے پیچھے کھڑا نغمہ سن رہا تھا جب اس نے جادوگرنی کو دیکھا۔ وہ رلپنزل کو بال نیچے گرانے کا کہہ رہی تھی۔ اور پھر شہزادے کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اوپر چڑھتی گئی۔ شہزادے نے سوچا کہ اگر ٹاور میں جانے کی یہ سیڑھی ہے تو کسی دن وہ بھی اپنی قسمت آزمائے گا۔"

وہ جواباً کچھ بڑبڑائی۔ وہ سن نہیں پایا۔ کتاب سے پڑھتا گیا۔

بیربل کی بڑبڑاہٹ ہنوز جاری تھی۔ وہ برادرز Grimm کے آباؤ اجداد تک پہنچ چکا تھا۔

"اگلے روز اندھیرا ہونے سے پہلے شہزادہ ٹاور تک گیا اور پکارا۔ رلپنزل رلپنزل اپنے بال نیچے گراؤ۔ بال نیچے آئے اور وہ اوپر چڑھ گیا۔ رلپنزل پہلے تو اس کو دیکھ کے ڈری لیکن وہ اتنا مہربان تھا کہ اس کا ڈر جاتا رہا۔ اس نے طے کیا کہ وہ اس کے ساتھ اس کے ملک چلی جائے گی لیکن اسے ٹاور سے جانے کا راستہ معلوم نہ تھا۔ سو اس نے شہزادے سے کہا کہ وہ اس کو ہر روز ذرا سی ریشم لا دیا کرے تا کہ وہ اس سے ایک سیڑھی گوندھ سکے۔"

آتش دان سے سلگتی لکڑیوں کے چٹخنے کی آواز ہنوز سنائی دے رہی تھی۔ ہلال گھنگریالی لٹ کے ساتھ کھیلتی دور خلا میں کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی۔

"جادوگرنی کو کئی روز تک معلوم نہ ہو سکا کہ کیا معاملہ چل رہا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن جب وہ رپنزل کے بالوں پہ چڑھ کے اوپر آئی تو غصے میں رپنزل نے اسے کہہ دیا کہ تم اتنی بھاری کیوں ہو؟ شہزادہ تو میرے بالوں سے اوپر چڑھنے میں اتنا وقت نہیں لیتا۔"

بیربل فرید نے بے اختیار ماتھے کو چھوا۔

"وہ اتنی اسٹوپڈ کیوں تھی کہ اپنا راز خود ہی بتا دیا؟"

ماہر نے ہلکے سے شانے اچکائے۔

"کیونکہ جس دور میں یہ لکھی گئی تھی، کہانیوں میں عورتیں سادہ ہوا کرتی تھیں۔ یا شاید..."

"شاید وہ اب ڈرتی نہیں تھی۔"

ہلال کی آواز بہت ہلکی تھی۔ دونوں نے بے اختیار اسے دیکھا۔ وہ ابھی تک چھت کو دیکھ رہی تھی۔ کچھ تھا اس کے انداز میں کہ ماہر نے پہلو بدلا۔

"یہ بس ایک کہانی ہے، ہلال۔" اس نے کتاب بند کی۔ بیربل پینٹری سے کچھ اٹھانے گیا تھا۔

"صرف ایک کہانی۔" اس نے ہلال کو دیکھتے ہوئے زور دیا۔ ہلال نے دھیرے سے دو تین دفعہ پلکیں جھپکائیں۔

"وہ مجھے بچانے آئے گا۔ لیکن پھر میرے ساتھ قید ہو جائے گا۔ ہم دونوں ایک ساتھ بڑے ہوں گے۔"

"کیا؟" اس کی آنکھیں اچنبھے سے چھوٹی ہوئیں۔ ہلال نے اپنا چہرہ اس کے کان کے قریب کیا۔

"وہ مجھے بچانے آئے گا۔" آواز سرگوشی میں بدل گئی۔

"کون؟"

"اس کا نام بدر ہے۔"

"کون بدر؟" ماہر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"We'll grow up together." وہ ہلکا سا مسکرائی۔ ماہر مسکرا نہیں سکا۔

شاید وہ ہر دوسرے انسان کی طرح خود کو کہانی کا مرکزی کردار تصور کرنے لگی تھی۔ یہ انسانی رویہ ہے۔ اس کو جو کہانی اچھی لگتی ہے وہ خود کو اس میں لے جاتا ہے۔ Maladaptive daydreaming۔ اس نے سر جھٹکا اور کتاب واپس کھولی۔

"جادوگرنی نے غصے میں رلپنزل کے بال کاٹ دیے اور اسے کسی جنگل میں چھوڑ آئی۔ پھر..." وہ اب کے قدرے غیر آرام دہ سا کہانی سنا رہا تھا۔ باہر برف بنا چاپ کے گر رہی تھی۔ ساری دنیا سفید ہو چکی تھی مگر لکڑی کے کاٹیج کی کھڑکیاں ہنوز سنہری تھیں۔

''ماہر بھائی...'' اس کی سرگوشی پھر سے بلند ہوئی۔ وہ صفحہ پلٹاتے ہوئے رکا۔

''کیا میں آپ سے ایک سوال پوچھ سکتی ہوں؟''

ہم اس برسوں پرانے قصے کو یہیں روک کے واپس اپنی کہانی کی طرف جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

موجودہ دن

نگینہ اور زیاد سلطان کے وین کوور والے گھر کی بیسمنٹ اتنی ہی طویل تھی جتنا کہ سارا گھر۔

بیسمنٹ خالی نہیں تھی۔ کاٹھ کباڑ سے بھری تھی۔ ایک طرف کچھ حصہ صاف کیا گیا تھا۔ وہیں ایک لکڑی کے ستون سے زنجیر بندھی تھی جس کا دوسرا سرا ہلال کے پیر میں تھا۔

وہ اسی ستون کے ساتھ کھڑی تھی۔ ہاتھ میں ایک نوکیلا سا لکڑی کا ٹکڑا تھا جس سے وہ ستون پر لکیریں کھینچ رہی تھی۔ نیم اندھیر کمرے میں اس کی لکیروں کی بدصورت آواز گونجتی تھی۔

زیاد سلطان زینے اترتا نیچے آیا تو اسے ستون کے ساتھ کھڑے دیکھا۔ اس کی زیاد کی طرف پشت تھی اور وہ یہاں سے اس کے گھنگریالے بال کمر پر بکھرے دیکھ سکتا تھا۔ وہ کافی الجھے الجھے سے تھے۔ لیکن اس وقت اس کی زندگی میں ہلال سے بڑے مسائل تھے۔ اس کا لباس گزشتہ روز والا اور ملگجا سا تھا۔ اور چہرہ ویران۔

اس نے ہلال کے قدموں کے قریب ایک کھانے کی ٹرے رکھی۔ پھر ناپسندیدگی سے اسے دیکھا۔ اس کی ماں کا پیدا کیا مسئلہ جس کو وہ نہ اگل سکتا تھا نہ نگل سکتا تھا۔

''کھانا کھالو، ہلال۔''

وہ اس کی طرف نہیں مڑی۔ وہیں کھڑی ستون پر لکیریں کھینچتی رہی جیسے اس کے سامنے اسٹینڈ پر رکھا کینوس ہو جس کے آگے کھڑی وہ کوئی پورٹریٹ بنا رہی ہو۔

وہ دھیرے سے پنجوں کے بل زمین پر بیٹھا۔ چند لمحے یونہی گزر گئے۔ صرف نوکیلی چیز کے رگڑنے کی ناگوار آواز سنائی دیتی رہی۔

" تمہیں اس دن مرجانا چاہیے تھا ہلال۔ جب میں نے تمہیں چھت سے نیچے پھینکا تھا۔ تم میرے لیے ایک بہت بڑا بوجھ ہو۔"

"وہ اسی شہر میں ہے۔" وہ ہلکا سا بولی۔ اس کے جھکے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ شاید وہ مسکرا رہی تھی۔ زیاد دیکھ نہیں سکا۔

" کون؟"

"بدر۔" وہ بڑبڑائی۔ وہ چونکا۔ ابرو مشکوک انداز میں اکٹھے کیے۔ وہ اس کی جانب پشت کیے کھڑی ستون پر کچھ بنا رہی تھی۔

زیاد نے غور سے اس کی پشت کو دیکھا۔ وہ عجیب سی تھی لیکن اس کی باتیں بے معنی نہیں ہوتی تھیں۔ یہ وہ جانتا تھا۔

"بدر کون ہے؟"

"میری ریشم کی سیڑھی۔"

وہ ستون پر ابھرتی لکیریں دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک ٹاور بنا رہی تھی جس سے کچھ لٹک رہا تھا۔

" کیا کہنا چاہ رہی ہو، ہلال؟"

"وہ مجھے بچانے آئے گا۔"

زیاد سلطان کے چہرے پہ ناگواری اور بےزاری ایک ساتھ اتری۔

"کوئی تمہیں بچانے نہیں آئے گا۔ اگر تم اس بیسمنٹ میں مرجاؤ، تب بھی کسی کو اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکے گا جب تک ہماری چھے ماہ کی لیز ختم نہ ہو جائے۔"

"وہ مجھے بچانے آئے گا۔" وہ بڑبڑا رہی تھی۔

"اپنے بھاگنے کا پلان مجھے کیوں بتا رہی ہو؟" وہ اکتا کے کھڑا ہوا۔ یہ اچھی مصیبت تھی۔

" کیونکہ ہلال ڈرتی نہیں ہے۔"

زیاد نے سر جھٹکا اور سڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

"وہ تمہیں سب نہیں بتاتی۔" وہ بڑبڑائی۔

زیاد پہلے زینے پر ٹھہرا۔ پلٹ کے اسے دیکھا۔ وہ گردن ترچھی کیے نوکیلے ٹکڑے کو ستون سے رگڑ رہی تھی۔

''کون؟''

''سرکار۔ کچھ ہے جو وہ تمہیں نہیں بتا رہی۔''

زیاد سلطان کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ اس کا سانس ایک دم اس نیم تاریک بیسمنٹ میں تنگ ہونے لگا۔

''اپنی فکر کرو۔ میری نہیں۔'' اکھڑے انداز میں کہتا وہ اوپر چڑھتا گیا۔ اسے اس بلا سے دور جانا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس صبح جب وہ اپنی شفٹ پہ مال میں داخل ہوئی تو اینٹرنس پہ بہت سی خوشبوؤں نے اس کا استقبال کیا۔ مال کا سگنیچر ائیر فریشنر۔ پرفیومز۔ کافی بینز کے روسٹ ہونے کی مہک۔ لیکن اسے آج کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ دل بھاری تھا۔ چہرہ بھی دل کا آئینہ بنا ہوا تھا۔ وہ اپنے کافی بار تک آئی تو سنک پہ ایک اسپرے بوتل دھوتی پیٹریشیا نے غور سے اسے دیکھا۔ مالا سر جھکائے سیاہ ایپرن باندھ رہی تھی۔ الجھے الجھے بال۔ چہرے کے واضح دانے۔ اور زرد رنگت۔

''دو تین دن آف کر لیتیں۔'' پیٹریشیا کی آواز میں افسوس تھا۔ مالا نے آنکھیں اٹھائیں تو اس نے دیکھا۔ سبز آنکھوں تلے گہرے حلقے تھے۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' وہ سنجیدگی سے کہتی ایپرن کی گرہ باندھنے لگی۔ پھر احساس ہوا کہ پیٹ اسے ہی دیکھ رہی ہے۔ سوالیہ انداز میں اسے دیکھا تو اس نے ابرو سے شیلف کی طرف اشارہ کیا۔

مالا نے چونک کر اس کی نگاہوں کا تعاقب کیا۔

وہاں اس کا ننھا سفید گملا رکھا تھا۔ وہ یہاں سے بھی دیکھ سکتی تھی کہ اس کے نیچے ایک زرد نوٹ رکھا دکھائی دے رہا ہے۔

''یہ کس نے رکھا ہے؟''

''تمہارے فرینڈ نے۔ جو سارے اسٹاف کو بھاری tips دے کر گیا تھا۔'' اس نے آنکھیں گھمائیں۔

''ماہر۔'' مالا نے گہری سانس لے کر افسوس سے سر ہلایا۔ پھر گملے تک آئی۔ اور نیچے رکھا نوٹ نکالا۔

''تم لیٹ ہو۔ دوبارہ ہوئی تو جے پی کسی اور کو ہائر کر لے گی۔ وہ جو اس کی بات مانتی ہو گی۔''

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

(ماں بیمار تھیں۔ وہ انہیں دوا دے کے سلا آئی اور باہر لان میں کیف کا انتظار کرنے لگی۔ اسے کام کرتے ہوئے تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا۔ اور وہ آج اپنی شفٹ پہ نہیں پہنچا تھا۔ اسے اس پہ غصہ آ رہا تھا۔ اس روز اس نے اسٹڈی میں کچھ کہا تھا۔ کچھ مبہم سا۔ کاش ہم مختلف حالات میں ملے ہوتے۔ اسے مبہم باتوں پہ غصہ آتا تھا۔

پھر گیٹ آہستہ سے کھلا۔ اور وہ اندر آتا دکھائی دیا۔

''تم لیٹ ہو۔'' وہ وسط لان میں چیئر پر بیٹھی خفا لگ رہی تھی۔

''آپ مہمانوں میں بزی تھیں۔ وہ گئے تو میں آ گیا۔''

''اس بات کا لیٹ ہونے سے کیا تعلق؟''

''مجھے کام تھا۔ اسی لیے لیٹ ہو گیا۔''

''دوبارہ مت ہونا۔''

''ورنہ؟'' کیف نے بغور اسے دیکھ کے پوچھا تھا۔

''ورنہ میں کسی اور کو ہائر کر لوں گی۔ وہ جو میری بات مانتا ہو گا۔'')

لاہور اور مبین منزل کی اس چاندنی رات کا فسوں دھیرے سے فضا میں تحلیل ہو گیا۔ وہ اداسی سے مسکرا دی۔ پھر سر جھٹکا اور قلم سے چند الفاظ نوٹ کی پشت پر گھسیڑے۔ اور اسے واپس گملے تلے رکھ دیا۔

''ہیلو۔'' آواز پہ وہ چونکی۔ کافی شاپ کے چوکھٹے کے کونے میں رکھی کرسی میز پہ وہ بیٹھا تھا۔ سبز بھوری آنکھوں والا لڑکا۔ کانوں میں ائیر پوڈز لگائے، لیپ ٹاپ سامنے رکھے، وہ کافی کا گھونٹ بھرتے اسے مسکرا کے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس سے کہہ رہا تھا یا ائیر پوڈز کے ذریعے کسی کال پہ تھا؟ وہ فیصلہ نہ کر سکی۔

''ہیلو کشمالہ...'' اس نے ہاتھ ہلایا۔ ساتھ ہی نگاہ کشمالہ کے ایپرن پر لگے نام پہ ڈالی۔ اس کے گلے میں کچھ پھنس سا گیا۔ آنکھوں میں نمی آ گئی۔ بدقت مسکرا کے سر ہلایا۔ پھر سر فوراً ہی جھکا دیا۔ وہ خود کو کسی غیر ضروری کام میں مصروف کرنا چاہتی تھی لیکن وہ لڑکا... بدر... وہ اپنی میز سے اٹھ کے اس طرف آ رہا تھا۔ اس کے دل پہ کسی نے پیر رکھ دیا۔

"آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں، کشمالہ؟"

مالا نے نگاہیں اٹھائیں۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

''سوری؟''

"مجھے ہمیشہ یہ لگتا ہے کہ آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں۔''

اس نے بدقت آنکھوں کو گیلا ہونے سے روکا۔ مسکرا کے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں تو۔'' اسے خود بھی معلوم تھا کہ وہ جھوٹ تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن نہیں۔ ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔

" آپ مجھے جانتی ہیں؟" وہ اسے آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھنے لگا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

آنسو پلکوں پہ اکٹھے ہونے لگے لیکن اس نے سختی سے گردن دائیں بائیں ہلائی۔

" نہیں۔ بالکل نہیں۔"

"اوکے۔ تھینکس۔" وہ مسکرا کے واپس اپنی کرسی تک چلا گیا۔ ایک آنسو آنکھ سے لڑھکا لیکن اس نے بے دردی سے ہتھیلی کی پشت سے اسے صاف کیا۔

''مالا...'' خفا آواز پہ وہ چونکی۔ جیسے ڈر گئی ہو۔ اونچی آوازیں اسے اسی طرح ڈرا دیتی تھیں۔

"امید ہے تم پیسوں کا انتظام کر رہی ہو گی۔" جے پی (شاپ کی سکھنی سپروائزر) ماتھے پر بل ڈالے اس کی طرف آ رہی تھی۔ اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں دو ہفتے میں انتظام کر لوں گی۔ اور پھر یہ جاب چھوڑ دوں گی۔"

''ہوں۔'' وہ اسے گھورتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ اب وہ ریک میں رکھی چیزوں کو الٹ پلٹ کر رہی تھی۔

وہ جانتی تھی اسے اس مصیبت میں کس نے پھنسایا تھا۔ نگاہ اٹھا کے مال کے دوسرے سرے پہ ڈالی۔ وہاں ایک دوسری شاپ میں کیف جمال اپنی مخصوص جگہ پر براجمان تھا۔ وہ یہاں بیٹھ کے اس پہ نظر رکھتا تھا۔ لیکن آج وہ اس طرف متوجہ نہ تھا۔

وہ ایک لڑکی کے ساتھ کھڑا تھا۔ دیسی خدوخال کی قدرے فربہ سی لڑکی۔ وہ اسے کچھ کہہ رہی تھی اور وہ سر ہلا کے سن رہا تھا۔ دفعتاً مالا کو اپنی طرف متوجہ پا کے وہ مسکرایا اور اس لڑکی سے کچھ کہا۔

لڑکی نے بھی پلٹ کے اسے دیکھا اور سر کو اثبات میں جنبش دی۔ جیسے سلام کہہ رہی ہو۔

وہ رسماً مسکرائی اور سر کو خم دیا۔ والسلام۔

"یہ کون تھی؟"

کچھ دیر بعد کیف اس کے پاس آیا تو وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"روبی۔ میری کلائنٹ تھی۔ اگلے ہفتے میں اس کی شادی کا فنکشن شوٹ کر رہا ہوں۔"

"میرے بارے میں کیا بتا رہے تھے؟"

"یہی کہ اگر آپ میرے ساتھ شادی پہ آئیں تو وہ برا تو نہیں منائے گی؟"

''میں تمہارے ساتھ کیوں جاؤں گی؟''

''شادی ویک اینڈ پہ ہے۔ آپ فری ہوں گی اور میرا نہیں خیال کہ آپ کو تنہا گھومنا چاہیے۔''

کچھ تھا جو اس کے انداز میں بدلا ہوا تھا۔ کچھ نرم سا۔

''سوچوں گی۔'' وہ سر جھکا کے کام کرنے لگی۔ پھر احساس ہوا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

چونک کر سر اٹھایا۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک ہے نا؟'' وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

''ہاں۔ مجھے کیا ہونا ہے۔'' وہ تلخی سے کہہ کے پلٹ گئی۔ کاؤنٹر پہ ایک گاہک آ کھڑا ہوا تھا۔ اسے اس کا آرڈر لینا تھا۔

کیف جمال نے افسوس سے اسے جاتے دیکھا۔ پھر موبائل اسکرین پہ نگاہ ڈالی۔ زیاد کا میسج آیا ہوا تھا۔ وہ معمول کے مطابق مالا کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ کیف کے ماتھے پر بل پڑے۔

(اب اسے اپنی بیوی کا خیال آ گیا؟ جب وہ کل کلینک میں اکیلی تھی تب وہ کہاں تھا؟) جواب دیے بنا وہ واپس اپنی نشست کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''معید؟''

دوپہر میں اسے جیسے ہی لنچ بریک ملی، وہ موبائل پہ معید کو کال ملاتے ہوئے مال کی راہداری میں آگے چلتی آئی۔ جے پی اور کیف جمال سے دور جہاں وہ اس کی کال نہ سن سکیں۔

"مالا؟" معید نے جمائی لیتے ہوئے جواب دیا۔ ''وقت تو دیکھ لیا کرو۔''

''اہم بات ہے۔''

"تمہارا کیس چل رہا ہے مالا۔ دو تین ہفتوں میں فیصلہ آ جائے گا۔ نکاح تنسیخ ہو جائے گا۔ ڈونٹ وری۔" وہ نیند میں تھا۔

"معید مجھے باغ میں سے اپنا حصہ چاہیے۔"

دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔

''تم نے باغ بیچا تھا۔'' وہ اسے یاد دلا رہی تھی۔ ''ان پیسوں میں میرا حصہ تھا، معید۔" وہ راہداری کے سرے پر کھڑی فون کان سے لگائے ہوئے تھی۔

''تم مجھے آدھی رات کو پیسوں کے لیے فون کر رہی ہو؟''

''مجھے پیسے چاہئیں، معید۔'' اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ گال سرخ ہونے لگے۔

''یار میں پیسے لے کر بھاگ تو نہیں رہا۔ اتنا تو سوچا کرو کہ میں تمہارا کام بھی ساتھ کر رہا ہوں۔ وکیل کی فیس دے رہا ہوں۔''

''مجھے کسی کے پیسے دینے ہیں ورنہ میں مسئلے میں پھنس سکتی ہوں۔ پلیز میری بات سمجھو۔''

''تم عباد سے مانگ سکتی ہو۔''

''عباد میرا بھائی نہیں ہے۔ تم ہو۔''

''مالا یار میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ میں کیا کروں؟ خود کو بیچ دوں؟''

"اور تمہاری بیوی جو ہر روز انسٹا پہ اپنا نیا فرنیچر پوسٹ کرتی ہے۔"

"وہ اپنا کماتی ہے یار۔ اس کے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہو تم دونوں؟"

اس کے سر میں درد اٹھنے لگا۔ ایسا شدید کہ لگتا تھا دماغ کی رگ پھٹ جائے گی۔ ایک ہاتھ سے کنپٹی سہلاتے ہوئے اس نے بہت ضبط سے خود کو پرسکون کیا۔

''معید...'' وہ بولی تو آواز نیچی تھی۔ ''مجھے پیسے چاہئیں۔''

''تمہارے ڈائمنڈز کہاں گئے؟''

حلق میں بہت سے آنسو اکٹھے ہونے لگے۔ لیکن نہیں۔ اسے روئے بغیر اپنی بات مکمل کرنی تھی۔

''میرے زیادہ تر ڈائمنڈز زیاد کے پاس رہ گئے۔ جو میرے پاس تھے، وہ میں نے کم قیمت پہ یہاں بیچ دیے۔ مجھے ایک میڈیکل پروسیجر کے لیے رقم چاہیے تھی۔'' وہ ایک شاپ کے ساتھ کھڑی تھی۔ اس کی شیشے کی دیوار

میں اسے اپنا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ زرد چہرہ۔ ہتھیلی کی پشت پر آئی وی لائن کے بعد پڑنے والا نیل۔

"یار باغ کے پیسے اتنے نہیں تھے کہ تمہارے کام آسکیں۔ جب ہوں گے تو دے دوں گا۔ ابھی نہیں ہیں۔ پھر تم وہاں رہ کیوں رہی ہو۔ واپس آجاؤ۔ پاکستان کے خرچے کینیڈا سے کم ہوں گے۔ ویسے بھی خاندان بھر میں باتیں..."

"معید تم مجھے دو ہفتے کے اندر پے منٹ کر سکتے ہو یا نہیں؟" اس کی آواز بلند ہونے لگی۔

ایک لمحے کے لیے لائن خاموش ہوگئی۔

"نہیں۔"

معید کا انداز قطعی تھا۔ پھر وہ کچھ اور بھی کہنے لگا۔ لیکن اس نے زور سے سرخ بٹن دبایا۔ لائن دم توڑ گئی اور اس کی امید بھی۔

وہ تیزی سے راہداری کے اندر مڑ گئی۔ اس کے اختتام پر لیڈیز ریسٹ رومز تھے۔ وہ آگے تک نہیں گئی۔ اس میں ہمت نہیں تھی۔ وہیں ایک جگہ دیوار کا سہارا لے کر ٹھہری۔ دل کا وزن اب بڑھتا جا رہا تھا۔ اتنا کہ قدم ہلنے کے قابل نہیں رہے تھے۔

کل سے روکے ہوئے آنسو بے اختیار ابل پڑے تھے۔ وہ وہیں راہداری کے کونے میں دیوار کے ساتھ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ بے بسی۔ پریشانی۔ خوف۔ سب کچھ ایک ساتھ جمع ہو گیا تھا۔ ذہن میں ڈھیر ساری آوازوں کا شور جمع تھا۔ اس نے چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا اور ایک دم بچوں کی طرح رونے لگی۔

ماں ہوتیں تو معید کبھی وہ باغ نہ بیچتا۔ ماں ہوتیں تو وہ آج اکیلی نہ ہوتی۔

لیکن ماں ہوتیں تو زندگی بہت مختلف ہوتی۔

ماں ہوتیں تو وہ نگینہ بیگم کے خاندان میں کبھی بیاہی نہ جاتی۔ ماں ہوتیں تو اس کی ڈھال بن جاتیں۔ اسے اپنے پروں میں چھپا لیتیں۔

چھوٹا بچہ نیند سے جاگتے ہی ایک دم سے خود کو حقیقی زندگی کی تلخی کے لیے تیار نہیں کر سکتا۔ اور وہ بے اختیار روتے ہوئے اپنی ماں کو ڈھونڈتا ہے۔ ماں اسے سنبھال لیتی ہے۔ اسے چپ کروا دیتی ہے۔ لیکن جن کی مائیں چلی جاتی ہیں، ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ان کے سارے راستے مسدود ہو جائیں، تو وہ کس کو ڈھونڈیں۔

کس کے پاس جا کے روئیں۔

کیونکہ کوئی ایسا نہیں ہوتا جو ان کو ماں کی طرح سنبھال سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہر کافی بار تک آیا اور متلاشی نگاہوں سے دائیں بائیں دیکھا۔ مالا وہاں نہیں تھی۔ اس کی نگاہ فوراً سے شیلف کی طرف اٹھی۔ گملے کے نیچے رکھا نوٹ جھلک رہا تھا۔ وہ ہلکا سا مسکرایا اور شیلف تک آیا۔ گملہ اٹھایا۔ نوٹ نکالا۔

''جے پی مجھے فائر کرے یا نہ کرے، کم از کم وہ تمہیں ہائر نہیں کرے گی۔ چاہے اس کی جتنی خوشامد کرلو۔''

وہ ایک دم ہنس دیا۔ وہ اس کی دی ہوئی ٹپس کی خبر سن چکی تھی۔

اس نے وہ نوٹ جیب میں رکھ لیا اور ایک نیا نوٹ اس کی جگہ پر رکھ کے اوپر گملہ رکھ دیا۔ پھر پلٹا تو دیکھا۔ پیٹریشیا اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ ٹراؤزرز اور ہڈی میں ملبوس تھا۔ بیک پیک کندھوں پر پہن رکھا تھا۔ ہلکی بڑھی شیو اور ماتھے پر بکھرے بال۔ مسکراتے ہوئے اس نے ایک تہہ شدہ نوٹ پیٹریشیا کی طرف بڑھایا اور بنا آواز کے ہونٹ ہلائے۔

(مالا؟)

پیٹریشیا نے مسکرا کے نوٹ پکڑا اور ایک طرف اشارہ کر دیا۔ ماہر نے اسی مسکراہٹ کے ساتھ سر کو خم دیا اور اس کے بتائے راستے پر چل دیا۔

مال کی رونق ہر روز کے جیسی تھی۔ خوشبوئیں۔ باتوں کی آوازیں۔ روشنیاں۔ اسے چند منٹ لگے تھے مالا کو تلاش کرنے میں۔

اور جب اسے دیکھا تو قدم ایک دم زنجیر ہو گئے۔

دائیں ہاتھ ایک راہداری اندر جا رہی تھی۔ وہ اس کے کونے میں بیٹھی تھی۔ زمین پر۔ سر گھٹنوں پر رکھے وہ رو رہی تھی۔

وہ وہیں رک گیا۔ ساکت۔

اس نے مالا کو ایسے روتے ہوئے کب دیکھا تھا؟ شاید کبھی نہیں۔ وہ ایسے بے بسی سے کبھی اس کے سامنے نہیں روئی تھی۔ وہ سر جھکائے بار بار آنسو صاف کرتی۔ وہ پھر سے ابل پڑتے۔

ایک صفائی والی خاتون اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ جھک کے اس سے پوچھ رہی تھی کہ کیا وہ ٹھیک ہے؟

وہ دھیرے سے پیچھے ہٹ گیا۔ قدم مخالف سمت میں اٹھنے لگے۔

''مالا نے جے پی کے پیسے دینے ہیں۔ صبح جے پی اس سے تقاضا کر رہی تھی۔ شاید اسی لیے وہ اَپ سیٹ ہے۔''
وہ اب کافی کاؤنٹر پہ کھڑا تھا اور پیٹریشیا ساتھ کھڑی دھیرے سے بتا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے سنتے ہوئے دور فون پہ لگی جے پی کو کاٹ دار نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن کہا کچھ نہیں۔

''کتنے پیسے ہیں؟''

پیٹریشیا نے آہستہ سے رقم بتائی۔ وہ چونکا۔

''بس؟''

پیٹریشیا کے تاثرات بدلے۔ ماتھے پر بل آئے۔

وہ جلدی سے سنبھلا۔

''میرا مطلب ہے... یہ تمام رقم ہے یا صرف ایک قسط؟''

لیکن وہ پیٹریشیا کی گڈ بکس سے نکل چکا تھا۔ وہ ناک سکوڑ کے پلٹ گئی۔ وہ مالا کے فرینڈ سے صرف ایک privileged انسان رہ گیا تھا۔ تنخواہ سے تنخواہ تک گزارا کرنے والے دوسرے انسانوں کی طرح پیٹریشیا کو بھی دنیا کے سب سے برے انسان یہ پریویلیجڈ لوگ لگتے تھے۔

وہ کچھ دیر وہیں کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ اسے پیسوں کی ضرورت تھی۔ لیکن وہ ماہر فرید کی مدد کبھی قبول نہیں کرے گی۔ ماہی کے پاس شاید یہ رقم نہ ہو۔ شاید مالا کی اَنا اس سے مانگنا گوارا نہ کرتی ہو۔ ایسے میں وہ اس کے لیے کیا کر سکتا تھا؟

صرف ایک انسان تھا جس کے پاس وہ اس وقت جاتا تھا جب وہ کہیں اور نہیں جا سکتا تھا۔

وہ فون پہ ایک نمبر ملاتے ہوئے کافی شاپ سے دور ہٹ آیا۔

''بولو۔'' مالک فرید کی مصروف سی آواز سنائی دی۔

''تم نے آخری دفعہ مالا کا حال کب پوچھا تھا؟''

ایک لمحے کے لیے دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔

''اس کے حال کو کیا ہوا؟'' وہ اسی سپاٹ انداز میں گویا ہوئے۔

''تم بتاؤ، مالک۔ تم اس سے رابطے میں رہتے ہو۔ میرے آفس میں بنا مجھ سے پوچھے اس سے ملتے بھی ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کیسی ہے۔ اسے کوئی مسئلہ تو نہیں ہے۔''

''ہوں۔'' مالک فرید نے ہنکارا بھرا۔

''ہوں کیا؟''

''اسے کوئی مسئلہ درپیش ہے۔ اور اس نے تمہاری مدد لینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس لیے مجھے فون کر رہے ہو۔''

وہ جیسے محظوظ ہوئے تھے۔

''بتاؤ، ماہر... میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟''

وہ چند لمحے کھڑا ہونٹ کاٹتا رہا۔ اسے مالک سے درخواست کرنی تھی۔ اور یہ سب سے مشکل کام تھا۔

''تم اس کو کال کر کے اس سے پوچھ سکتے ہو کہ اسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟''

''نہیں۔''

ماہر فرید کے سر پہ لگی، تلووں پہ بجھی۔

''کیوں؟''

''میں بنا مانگے کسی کی مدد نہیں کرتا۔''

اس نے فون کان سے ہٹا کے بے بسی بھرے غصے سے اسے گھورا۔

''تم میرے لیے اتنا نہیں کر سکتے کہ اس کو ایک کال کر لو؟''

''نہیں۔ اسے میری مدد چاہیے ہوگی تو وہ مجھے خود کال کر لے گی۔'' پھر انہوں نے قدرے توقف کیا۔

''طلاق مشکل ہوتی ہے۔ اس نے اپنی مشکل خود چنی ہے۔ اسے اس میں سے خود نکلنے دو۔ مجھے یا تمہیں اس کا مسیحا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''تم دنیا کے سب سے بے حس انسان ہو، عبدالمالک فرید۔''

''میں بے حس کے ساتھ خود غرض بھی ہوں۔ کچھ اور کہنا ہے یا میں فون رکھوں؟''

ماہر نے بے زاری سے کال خود ہی کاٹ دی۔ اس انسان کو وہ کبھی نہیں سمجھ سکے گا۔

وہ واپس کافی شاپ کے کاؤنٹر کے ساتھ آ کھڑا ہوا تھا جب مالا اس طرف آتی دکھائی دی۔ اس کا چہرہ دھلا دھلایا اور سپاٹ تھا۔ ایک نظر ماہر پہ ڈالی اور آگے بڑھ گئی۔

''تمہیں کافی چاہیے؟'' وہ سر جھکائے اپنی چیزیں درست کرنے لگی۔ کارڈ مشین۔ کیلکولیٹر۔ کیش کا دراز۔ اس کی ناک ابھی تک سرخ تھی۔

''نو تھینکس۔ میں اس کافی chain کی کافی نہیں پیتا۔''

مالا نے نگاہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

''میں بھول گئی تھی کہ تم coffee snob ہو۔'' آواز میں ناپسندیدگی اور طنز تھا۔

''اگر تم لوگ اصرار کرتے ہو تو پی لوں گا۔'' وہ کہنیاں کاؤنٹر پر جمائے ڈھٹائی سے مسکرایا۔

''میں بالکل نہیں اصرار کر رہی۔''

''جے پی سے کہو۔ وہ پلائے گی تمہیں کافی۔'' پیٹریشیا اپنی سیاہ فام قوم کی طرح اونچی آواز میں بولی تھی۔ مالا نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ ناک پھلائے ایک کپ پر مارکر سے کچھ لکھ رہی تھی۔ وہ مسکرا دی۔ ماہر فرید اس کے ناپسندید افراد کی لسٹ میں شامل ہو چکا تھا۔ بہت اچھا ہوا۔

"یہاں کیوں آئے ہو؟" مسکراہٹ دبائے اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ اب وہ قدرے بہتر دکھائی دے رہی تھی۔

''تمہیں کہیں لے کر چلنا ہے۔''

''میں نے چھٹی مانگی تو جے پی مجھے فائر کر کے کسی اور کو ہائر کر لے گی۔'' اس کی آواز میں طنز تھا۔

''میں اس سے چھٹی مانگ چکا ہوں۔ چلو۔'' ابرو سے اشارہ کیا۔ وہ چند لمحے بے بسی بھرے افسوس سے اسے دیکھے گئی۔ وہ ایسا ہی تھا۔ جب کیف جمال بن کے اس کی نوکری کرتا تھا، تب بھی اس کی بات نہیں مانتا تھا۔ اپنی منواتا تھا۔

''میں نہیں جانا چاہتی۔''

لیکن ماہر نے مال کی ایگزٹ کو جاتی راہداری کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔

مالا نے ایپرن کی گرہ نوچنے والے انداز میں کھینچی۔ یہ طے تھا کہ وہ وہاں سے نہیں ہٹے گا۔ وہ اپنا سامان سمیٹنے لگی۔

''بائے کشمالہ۔'' وہ دونوں ایگزٹ کی طرف جانے لگے تھے جب آواز پہ ماہر چونکا۔

کافی بار کی آخری میز پہ ایک لڑکا بیٹھا تھا۔ لیپ ٹاپ سامنے رکھے، کچھ ٹائپ کرتے ہوئے اس نے مسکرا کے کشمالہ کو ہاتھ ہلایا تھا۔ اس کی میز پر رکھے کپ کا رخ یوں مڑا ہوا تھا کہ صرف نام کا پہلا حرف B دکھائی دیتا تھا۔

''بائے۔''

ماہر نے بے اختیار مالا کو دیکھا۔ وہ ہلکا سا مسکرا کے اس کو جواباً ہاتھ ہلا رہی تھی۔ اس کی مسکراہٹ کچھ مختلف تھی۔ کچھ تھا جو اسے غیر آرام دہ کر گیا۔

''یہ کون تھا؟''

وہ راہداری میں اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''تم سے مطلب؟''

''صرف پوچھ رہا ہوں۔ مال میں بیٹھ کے کون کام کرتا ہے۔''

وہ وسط راہداری کے رکی اور سنجیدگی سے اس کی طرف پلٹی۔

''اگر تم میری زندگی میں مداخلت کرو گے تو میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جا رہی۔''

''تمام...تمام۔'' اس نے ہاتھ اٹھا دیے۔ ''میں یونہی پوچھ رہا تھا۔''

وہ سر جھٹک کے آگے بڑھ گئی۔ البتہ وہ دیکھ سکتا تھا کہ کچھ تھا جو اس کے انداز میں بدلا تھا۔ جیسے وہ احتراز برت رہی ہو۔ نگاہ چرا رہی ہو۔ اس نے پلٹ کے دیکھا۔ وہ لڑکا اب وہاں نہیں بیٹھا تھا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟" پارکنگ میں پہنچتے ہی اس نے پوچھا تھا۔

''اس لڑکی سے ملنے جس کے بارے میں تم ہر ایک سے پوچھتی آئی تھیں۔ سوائے میرے۔''

وہ کار کے دروازے کے ساتھ رک کے ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔ سن گلاسز لگاتے ہوئے وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''سبرینہ۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ایک وسیع و عریض سبزہ زار پر بنی دو منزلہ عمارت تھی۔ لان میں رنگ برنگی سلائیڈز اور دوسرے جھولے نصب تھے۔ اس وقت ان پر مختلف رنگ و نسل کے بچے موجود تھے۔ کوئی سلائیڈ لے رہا تھا۔ کوئی گروہ بنا کے گول گول گھوم رہا تھا۔

عمارت کے عقب میں سرمئی پہاڑوں کی سفید چوٹیاں اور ان پہ اتری شام کی آخری روشنی دکھائی دے رہی تھی۔

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے عمارت کے چھوٹے سے لکڑی کے گیٹ تک آئے۔ باڑ کے پار سے وہ جھولوں پر کھیلتے بچوں کو دیکھ سکتے تھے۔ لیکن وہ انہیں دیکھنے نہیں آئے تھے۔

''تم نے وہی کیا جو تم ہمیشہ کرتے ہو۔''

وہ ماتھے پر گلاسز اٹکائے، تلخی سے کہتی اندر داخل ہو رہی تھی۔ ٹھنڈ بڑھ گئی تھی اور اس نے کوٹ پہن لیا تھا۔ کھلے بال ہوا سے پیچھے کو اڑ رہے تھے اور چہرہ شام کی روشنی میں مزید زرد لگ رہا تھا۔

''تم مجھے سبرینہ کے بارے میں بتا سکتے تھے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا۔''

"تم نے مالک سے پوچھا تھا۔"

"اس سے پہلے میں تم سے بھی پوچھنے آئی تھی۔" وہ اسے یاد دلا رہی تھی۔ لاہور کے ہوٹل کا منظر آج بھی نگاہوں کے سامنے تازہ تھا۔ جب وہ بیربل کی مداخلت کے باعث اس سے ملنے آئی تھی۔ جب اس کی ٹانگ زخمی تھی۔

"تم سبرینہ کے بارے میں پوچھنے نہیں آئی تھیں۔ مجھے لاہور سے جانے کے لیے کہنے آئی تھیں تاکہ تم سکون سے زیادہ سے شادی کر سکو۔"

وہ عمارت کے دروازے پہ رک گئی۔ پلٹ کے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

"پھر اب کیوں بتا رہے ہو کہ وہ زندہ ہے؟"

ماہر فرید نے ہلکے سے کندھے اچکا دیے۔

''کیونکہ میں تم پہ اعتبار کرتا ہوں۔''

مالا چند لمحے پتلیاں سکوڑے اسے دیکھتی رہی۔ پھر آگے بڑھ گئی۔ وہ سر جھٹک کے پیچھے چلنے لگا۔

وہ کسی اسکول کی عمارت تھی۔ یا شاید ڈے کیئر تھا۔ وہ فیصلہ نہ کر سکی۔ دماغ اس وقت درست طور پہ کام نہیں کر رہا تھا۔

چند قدم کے بعد وہ نامحسوس طریقے سے آگے آ گیا۔ اب وہ اسے راستہ دکھا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سبرینہ انہیں کہاں ملے گی۔

وہ ایک کلاس روم کے قریب رک گئے۔ اس کی ایک دیوار شیشے کی بنی تھی۔ وہ اس کے پار سے اسے دیکھ سکتی تھی۔ وہ بچوں کے ایک گروہ کے وسط میں چھوٹی سی کرسی پر بیٹھی تھی۔ سر جھکائے۔ اونچی پونی ٹیل اور سیاہ آنکھوں والی لڑکی مسکرا کے ایک کتاب پر کچھ لکھ رہی تھی۔ پھر اس نے رک کے سر اٹھایا۔ ان سے کچھ پوچھا۔ وہ سب ایک ساتھ بولنے لگے۔ اس نے مسکرا کے نفی میں سر ہلایا۔ اور تب ہی اس کی نگاہ ان پہ پڑی۔

شیشے کی دیوار کے پار کھڑا ماہر۔ وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے سنجیدہ سا دکھائی دیتا تھا۔ اور اس کے ساتھ سبز آنکھوں اور گہرے بھورے بالوں والی دراز قد لڑکی جو اسے دیکھ رہی تھی۔ بنا پلک جھپکائے۔ اس نے لمبے کوٹ پر کراس

باڈی بیگ پہن رکھا تھا۔ چہرہ زرد تھا اور آنکھیں...ان میں بہت کچھ تھا۔

وہ مسکرا کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ ان کا انتظار کر رہی تھی۔

" کشمالہ۔" وہ کلاس روم سے نکل کے ان کے سامنے آئی اور ہاتھ بڑھایا۔

مالا نے ہاتھ کوٹ کی جیب سے نہیں نکالا۔ بس پتلیاں سکوڑے اسے دیکھے گئی۔

سبرینہ کی مسکراہٹ پھیکی ہوئی۔ ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

''مالا کو تم سے کچھ پوچھنا ہے۔ میں چاہتا تھا وہ براہ راست پوچھ لے۔'' وہ اس کے کندھے کے پیچھے کھڑا تھا۔ سبرینہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ کشمالہ کچھ کہے بنا اسی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

" ماہر کو وہ البم میں نے دیا تھا۔"

وہ باہر رہ گیا۔ اندر نہیں آیا۔ وہ یہاں سے اسے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ صرف سبرینہ کو دیکھ رہی تھی۔

وہ دونوں کمرے میں تنہا تھیں۔ یہ بچوں کا کامن روم تھا۔ ایک طرف دیوار گیر شیشے کی کھڑکی تھی۔ فرش پر قالین بچھا تھا۔ سبرینہ نے جوتے ایک طرف اتار دیے تھے۔ اور آلتی پالتی کر کے کھڑکی کی طرف پشت کیے بیٹھ گئی تھی۔ جیسے یوگا کرنے لگی ہو۔

وہ البتہ نہیں بیٹھی۔ سبرینہ کے مقابل دیوار کے ساتھ کمر ٹکائے کھڑی ہو گئی۔ لانگ بوٹس قالین پر دھرے تھے اور نگاہیں اس لڑکی پہ جمی تھیں۔

وہ چند منٹ بولتی رہی تھی۔ اس کی کہانی۔ وہ وہاں کیسے پہنچی۔ اس پر قاتلانہ حملہ کرنے والا شخص کون تھا۔ اور وہ کیسے اس ملک میں سیٹل ہوئی۔

"میں نے ماہر سے کہا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ وہ نہ ہونے دے جو البم میں موجود دوسری لڑکیوں کے ساتھ ہوا تھا۔ میں نے اسے کہا تھا کہ وہ تمہاری حفاظت کرے۔"

" کوئی کسی کی حفاظت نہیں کر سکتا۔" وہ تلخ ہوئی۔

سبرینہ نے گہری سانس لی۔ پھر پہلو بدلا۔

''میں کسی زیاد سلطان کو نہیں جانتی۔ نہ وہ کبھی میرا منگیتر رہا ہے۔ لیکن ہاں، جس شخص نے مجھے مارنے کی کوشش کی، پولیس کے پروفائلرز کے مطابق وہ میرے ساتھ آبسیسڈ تھا۔ جیسے وہ ہر اس لڑکی کے ساتھ آبسیسڈ رہا تھا جس کو

اس نے قتل کیا تھا۔"

وہ سینے پر بازو لپیٹے، چبھتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھے گئی۔

"میں نے تمہیں کین کلر Cain Killer کا نشان دکھایا ہے۔" سبرینہ نے اپنے بجھے ہوئے ٹیب کی طرف اشارہ کیا جو قالین پر دھرا تھا جس پہ اس نے چند منٹ پہلے مالا کو وہ تمام تصاویر دکھائی تھیں جو اس کے کرائم سین پہ لی گئی تھیں۔ اس نے ٹیب کو چھوئے بنا بس گردن کو خفیف سا ترچھا کر کے انہیں دیکھا تھا۔

"کیا تم نے یہ نشان اپنے شوہر کے آس پاس دیکھا ہے کبھی؟" سبرینہ اب اس کو بغور دیکھتی پوچھ رہی تھی۔

"نہیں۔" اس نے شانے اچکا دیے۔

"یاد کرو، مالا۔ شاید تم نے..."

"کشمالہ۔ میرا نام کشمالہ ہے۔"

"سوری۔ کشمالہ۔" وہ جھینپ گئی۔ چہرہ سرخ ہوا۔

"میں اس نشان کو نہیں پہچانتی۔" وہ اسی بے نیازی سے کہہ کے دیوار گیر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

باہر لان میں شام ابھی روشن تھی۔ ایک بچی گھاس پر بیٹھی، جھک کے جوگرز کے تسمے بند کر رہی تھی۔

"وہ ایک جادوگر کے لیے قتل کرتا ہے۔ میرا ماننا ہے کہ یہ نشان اس جادوگر سے تعلق..."

سبرینہ کی آواز پس منظر میں جانے لگی۔ وہ اس قاتل کی پروفائلنگ کے بارے میں بتا رہی تھی۔ اس کی عادات۔ اس کے خوائص۔ مگر وہ نہیں سن رہی تھی۔ اس کی سبز آنکھیں اس بچی پہ جمی تھیں۔

(کیا جو اس نے کیا وہ درست تھا؟ کیا وہ اپنے عمل کا بوجھ اٹھا سکے گی؟)

سبرینہ اب بھی کچھ کہہ رہی تھی۔ لیکن اسے آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ وہ قدم قدم چلتی کھڑکی کی طرف بڑھنے لگی۔

وہ بچی اب جھک کے دوسرا جوگر پہن رہی تھی۔ اس کے گھنگریالے بال نیچے گرتے گھاس کو چھو رہے تھے۔

مالا کو گالوں پر گرم پانی گرتا محسوس ہوا۔ اسے سبرینہ کی آواز بھی سنائی دی۔ وہ اس سے کچھ پوچھ رہی تھی۔ لیکن اس نے اپنے ہاتھوں کو کھڑکی کی سلائیڈ کھولتے دیکھا۔ کمرے میں گھٹن تھی۔ اسے تازہ ہوا چاہیے تھی۔

"ماہر سے کہو میں اس کا باہر انتظار کر رہی ہوں۔"

بچی تسمہ کس کے سیدھی ہوئی اور دوسرے بچوں کی طرف بھاگ گئی۔ وہ وہیں گھاس پر اکیلی کھڑی رہ گئی۔

سبرینہ کامن روم سے باہر نکلی تو دیکھا۔ وہ راہداری میں دیوار کے ساتھ کھڑا، موبائل پر بٹن دبا رہا تھا۔

''وہ باہر تمہارا انتظار کر رہی ہے۔''

ماہر نے سر کو خم دیا اور موبائل جیب میں ڈالا۔ وہ آگے بڑھنے لگا تھا جب وہ پکار اٹھی۔

"ماہر..."

ماہر نے مڑ کے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ الجھی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

''وہ مجھے پسند نہیں کرتی۔''

''ظاہر ہے وہ تمہیں پسند نہیں کرتی۔ تم ایک عرصے تک اس کے لیے Rebecca de Winter تھیں۔''

سادگی سے کہہ کے وہ آگے بڑھنے لگا جب وہ بولی۔

''اس پہ اعتبار مت کرو۔ وہ تم سے کچھ چھپا رہی ہے۔''

وہ چونکا۔ پلٹ کے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

''کیا؟''

''میں نہیں جانتی۔ بس مجھے ایک...ایک وائب سی آئی ہے۔'' وہ جیسے ٹھیک سے بیان نہیں کر پا رہی تھی۔ ''وہ کچھ جانتی ہے۔ لیکن بتا نہیں رہی۔''

''وہ کچھ نہیں چھپا رہی۔'' وہ جیسے برا مان گیا۔ سبرینہ نے گہری سانس کھینچی۔

" تم اس کو rose coloured glasses (رنگین چشمے) سے دیکھتے ہو۔ اس لیے میں زیادہ کچھ نہیں کہوں گی۔ سوائے اس کے کہ..." وہ اس کا راستہ چھوڑ کے ایک طرف ہٹ گئی۔ ''کہ اس پہ اعتبار مت کرو۔''

ماہر فرید نے ایک نظر کامن روم کے کھلے دروازے کو دیکھا۔ وہ شیشے کی کھڑکی کے پار لان میں کھڑی دکھائی دے رہی تھی۔ ہوا سے بال پیچھے کو اڑ رہے تھے۔ اور نگاہیں ایک درخت پہ جمی تھیں۔

"میں اس پہ خود سے زیادہ بھروسہ کرتا ہوں۔" اس کا انداز قطعی تھا۔ پھر وہ رکا نہیں۔ باہر نکل گیا۔

''میں جانتا ہوں تم اس کو پسند نہیں کرتیں۔'' وہ گیٹ عبور کر کے باہر جا رہی تھی جب وہ اس کے برابر آن پہنچا۔ وہ قدرے غائب دماغ لگ رہی تھی۔ جیسے ذہن الجھا ہوا سا ہو۔ اس کی آواز پہ چونکی۔ پھر سر جھٹک دیا۔

" جانتے ہو تو مجھے یہاں کیوں لائے تھے؟" وہ تلخی سے کہتی گزرگاہ پر قدم اٹھانے لگی۔ وہاں دورویہ درختوں سے گھرا ایک طویل راستہ بنا تھا۔ ایک طرف عمارتیں تھیں۔ اور دوسری طرف سڑک۔ وقفے وقفے سے کوئی کار زن

سے ساتھ سے گزرتی۔

''کیونکہ میں تم پہ اعتبار کرتا ہوں۔''

مالا نے جواب نہیں دیا۔ سینے پر بازو لپیٹے آگے بڑھتی گئی۔

"ایک بات پوچھوں؟" کچھ تھا جو اس کے ذہن کے پچھلے خانے میں کھٹکنے لگا۔ سبرینہ کی بات جیسے وہاں اٹک گئی تھی۔

" کیا تم مجھ پہ اعتبار کرتی ہو؟"

"نہیں۔"

ماہر فرید نے گہری سانس لی۔ اسے کشمالہ مبین سے اس سے زیادہ کی توقع کرنی ہی نہیں چاہیے تھی۔

''او کے۔ دوسرا سوال۔ کیا تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو؟''

وہ درختوں کی قطار کے ساتھ رک گئی۔ اور پھر اس کی طرف گھومی۔ اب وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ سکتا تھا۔ کیا وہ بیمار تھی؟

''میں نے تم سے مدد کا وعدہ کیا تھا۔ اعتبار کا نہیں۔ اس لیے میں تمہیں ہر بات بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔''

''اور تم میرا اعتبار کب کرو گی؟'' وہ ٹھنڈے پرسکون انداز میں پوچھ رہا تھا۔

''جس دن تم مجھے خود پہ اعتبار کرنے کی وجہ فراہم کرو گے۔ کیونکہ ابھی تک تم نے مجھے صرف بے اعتباری کی وجوہات تھمائی ہیں۔'' جتا کے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ اس کا رخ پارکنگ میں کھڑی کار کی جانب تھا۔

"ہمیں کبیرہ کے بیٹے عالیان کو ڈھونڈنا ہے۔"

" کیوں؟" وہ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے ٹھہری۔

''کیونکہ وہی ہے جو ہلال کے ساتھ قید ہوا تھا۔ اور وہی ہے جو اس کی مدد کر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے کسی وجہ سے اپنا نام بدل لیا ہو۔'' وہ اپنا دروازہ کھول رہا تھا۔ کشمالہ کے چہرے پہ سایہ سا لہرایا۔

''بدر۔'' اس نے بنا آواز کے دہرایا۔

"تم نے عالیان کی بچپن کی تصاویر دیکھی ہوں گی۔ کیا اتنے برس بعد اسے دیکھ کے پہچان لو گی؟"

مالا نے بہت سا تھوک نگلا۔

''شاید۔'' نگاہیں جھکا کے وہ کار میں بیٹھی۔ سیٹ بیلٹ پہنتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ اس کے ہاتھ کپکپا رہے

ہیں۔

''آر یو او کے؟'' وہ اپنی بیلٹ پہنتے ہوئے بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

''ہاں۔ مجھے واپس جانا ہے۔ بہت کام ہیں۔'' وہ رکھائی سے کہہ کے چہرہ کھڑکی کی طرف موڑ گئی۔ وہ سائیڈ مرر میں اس کا عکس دیکھ سکتا تھا۔ کچھ تھا جو وہاں بدلا تھا۔ وہ تاثر جو مال میں اس لڑکے کو بائے کہتے ہوئے اس نے مالا کے چہرے پہ دیکھا تھا۔ کچھ ایسا جو اس نے پہلے کبھی وہاں نہیں دیکھا تھا۔

(وہ لڑکا کون تھا؟) ذہن نے سوال اٹھایا۔ لیکن ہاتھ خاموشی سے کار اسٹارٹ کرنے لگے۔

(اس پہ اعتبار مت کرو۔ وہ تم سے کچھ چھپا رہی ہے۔) وہ لب بھینچے ڈرائیو کرتے ہوئے گاہے بگاہے ایک نگاہ اس پہ ڈال لیتا۔ وہ خاموشی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ وہ انسانوں کو بہت اچھے سے کتاب کی طرح پڑھ لیا کرتا تھا۔ لیکن کشمالہ مبین نے سرورق پر جیسے کوئی کاغذ چڑھا لیا تھا۔

کچھ تھا جو ماہر کو کھٹکنے لگا۔

(وہ لڑکا کون تھا؟)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نگینہ بیگم نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔

کمرے میں کوئی ان دیکھی سی دھند پھیلی تھی۔

جیسے سفید سا دھواں ہو۔

یا شاید ان کی آنکھوں کے سامنے کوئی پردہ تھا۔ نیند۔ دواؤں کا خمار۔ تھکان۔

انہوں نے پلکیں جھپکائیں۔

سامنے کاؤچ پر کوئی بیٹھا تھا۔

ایک ہیولہ سا۔

" کون ہے؟" ان کے ہونٹ ہلے۔ شاید عینک نہ پہننے کے باعث منظر نامہ دھندلا تھا۔

وہ کاؤچ پر ایک ہیولے کو دیکھ سکتی تھیں۔ کھلی خاکی شرٹ اور ہم رنگ ٹراؤزرز۔ گردن میں لپیٹا اسکارف جس کے دونوں سرے سامنے کو گر رہے تھے۔ اور کھلے بال جو کیچر میں آدھے بندھے تھے۔

وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے وہاں بیٹھی تھی۔ ساتھ ہی دھیرے دھیرے پیر جھلا رہی تھی۔ وہ اس دھند میں بھی

کشمالہ مبین کی سبز آنکھیں دیکھ سکتی تھیں۔

" کشمالہ..." ان کے سینے سے ہوک سی نکلی۔ کیا کچھ نہ تھا اس ہوک میں؟

درد۔ ملال۔ ایسا غم جو کبھی مٹ نہیں سکے گا۔

" کیوں کیا آپ نے ایسے بیٹے؟ اپنے بچے کی جان کون لیتا ہے۔"

''میں دو دن سے سوچ رہی ہوں کہ کیا آپ جانتی تھیں؟''

نگینہ بیگم نے تکلیف سے کروٹ بدلنی چاہی۔ ان کے چہرے کا جلا ہوا حصہ اب پھیل کے گردن اور کان کو لپیٹ میں لے چکا تھا۔ زخم کچے تھے اور ان سے بدبو اٹھ رہی تھی۔ ایسی بیماری لگی تھی جو اب تک ڈائیگنوز نہیں ہو پا رہی تھی۔

''وہ بچی بہت قیمتی تھی۔'' آنسو ان کی آنکھوں سے پھسلنے لگے۔

''آپ جانتی ہیں۔ ہے نا؟'' وہ سوچتی نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ پیچھے کو ٹیک لگائے۔ ایک انگلی پر بال لپیٹتی۔ کیا وہ واقعی وہاں تھی یا وہ تصور کر رہی تھیں؟

''کیا؟''

''سبرینہ۔''

نگینہ بیگم نے دھیرے سے آنکھیں بند کیں۔ راستہ ختم ہو چکا تھا۔ آگے بند گلی تھی۔

"وہ ہمیشہ میرے اندر اس کی پرچھائیں تلاش کرتا تھا۔" وہ ان کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں کھڑکی کے بلائنڈز پہ جمی تھیں جو آدھے کھلے تھے۔ ان کی درزوں میں سے روشنی اندر داخل ہو رہی تھی۔

"وہ مجھے اونچی پونی باندھنے کو کہتا تھا۔ جب میں آنکھوں میں گہرا کاجل لگاتی تو اسے اچھا لگتا۔ ایک دفعہ اس نے کہا کہ میں سیاہ لینز استعمال کروں تو زیادہ اچھی لگوں گی۔ وہ میرے اندر اسے ڈھونڈتا تھا۔"

نگینہ بیگم کی آنکھیں بند تھیں۔ اب ہر طرف اندھیرا تھا۔ صرف مشینوں کی بپ بپ سنائی دے رہی تھی یا اس لڑکی کی آواز۔

''وہ اس سے اتنا آبسیسڈ تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ نہ جانتی ہوں کہ وہ کہاں ہے؟''

وہ خاموش اندھیرے میں لیٹی رہیں۔

''وہ پیپر ورک تبدیل کروا سکتی ہے۔ زیاد کی نگاہ سے چھپ سکتی ہے۔ مسلسل دعائیں اور اذکار پڑھنے سے آپ

کے موکلوں کی نگاہوں سے بھی چھپ سکتی ہے۔ لیکن کسی دن تو وہ اذکار بھولی ہوگی۔ اتنے برس میں کسی ایک دن تو اس نے ناغہ کیا ہوگا۔ اور آپ کے موکلوں نے اسے ڈھونڈ نکالا ہوگا۔''

"ہم اسی دن سے جانتے ہیں جب وہ اس شہر میں شفٹ ہوئی تھی۔" انہوں نے آنکھیں کھولیں۔ اب منظر پہلے سے واضح تھا۔ انہیں کشمالہ کے چہرے کو دیکھنے کے لیے عینک کی ضرورت نہ تھی۔

"زیاد جانتا ہے؟" ان پہ جمی اس کی آنکھوں میں بے بسی بھرا غصہ تھا۔ نفرت تھی۔ افسوس تھا۔

"وہ جانتا ہوتا تو تم سے شادی کیوں کرتا؟"

کشمالہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی اور ہتھیلیوں کو دائیں بائیں رکھے کاؤچ پر آگے کو ہوئی۔

''جب وہ اس کے عشق میں گرفتار تھا تو اس پہ سحر عشق کیوں نہیں کیا؟ میری زندگی کیوں برباد کی؟'' وہ دبا دبا سا چلائی تھی۔ آنسو گالوں پر ٹپ ٹپ گرنے لگے تھے۔

''کیونکہ وہ ماں نہیں بن سکتی تھی۔''

وہ ٹھہر کے انہیں دیکھنے لگی۔ پلکیں وہیں ساکت ہوگئیں۔

''واٹ؟''

''ہمارے مددگار... ہمارے دوست... وہ کہتے تھے کہ وہ ماں نہیں بن سکے گی۔ اور ہمیں زیاد کی اولاد چاہیے تھی۔'' بستر پر لیٹی نحیف اور لاغر سی بوڑھی عورت دھیمی آواز اور دوٹوک لہجے میں بتا رہی تھی۔

"وہ ایک اسائنمنٹ تھی۔ فہرست میں لکھے لوگوں میں سے ایک نام۔ اس کا زیاد کے لیے مر جانا بہتر تھا۔"

''وہ اس کی محبت میں گرفتار تھا۔''

"اگر اسے سبرینہ سے محبت ہوتی تو اس کو نہ مارتا۔ لیکن سبرینہ کی یاد سبرینہ کے اصل سے بڑی ہوگئی۔ وہ اس کا گلٹ تھی۔ اس کا ضمیر۔"

"اور میں؟" آنسو پھر سے گرنے لگے۔

انہوں نے تکیے پر رکھا بوڑھا چہرہ اس کی طرف موڑا۔ اب ان کی آنکھوں میں صرف ایک ترحم بھرا افسوس تھا۔

"آپ اس کو اولاد دے سکتی تھیں۔ وہ اولاد جسے آپ نے مار دیا، بے وقوف لڑکی۔"

"اور میری ماں؟" وہ بستر کے سرہانے تک آئی۔ بے رونق بال چہرے کے اطراف میں بکھرے تھے۔ اور آنکھیں سرخ پڑ رہی تھیں۔

"میری ماں اس کھیل میں کیا تھی؟"

''وہ ماں... جس کو آپ... چھوڑ کے چلی گئی تھیں؟'' وہ کھانسنے لگی تھیں۔ تنفس تیز ہو رہا تھا۔

مالا نے ہتھیلی کی پشت سے گال رگڑے۔

''مجھے خود کو آپ کے سامنے جسٹفائی نہیں کرنا۔ میں کچھ اور پوچھنے آئی ہوں۔"

ان کی کھانسی دھیرے دھیرے مدھم ہونے لگی۔ البتہ وہ اب بھی منہ کھول کے گہرے سانس لے رہی تھیں۔

" کبیرہ کا بیٹا عالیان کہاں ہے؟"

''آہ۔ عالیان۔'' ان کے کریلے کے خول جیسے جھریوں زدہ چہرے پر مسکراہٹ اُمڈ آئی۔

"اس کا نام اب عالیان نہیں ہے۔"

" آپ نے اس کا نام بدل دیا ہے؟ کیوں؟" وہ پتلیاں سکوڑے ان کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے اس خول تلے چلتی سوچوں کو پڑھنا چاہ رہی ہو۔

" کبھی نہ کبھی آپ جان جاؤ گی۔ لیکن ابھی نہیں۔"

انہوں نے چہرہ دوسری جانب موڑ لیا۔ اب وہ اپنے مانیٹرز کو دیکھ رہی تھیں یا شاید آنکھیں بند کر چکی تھیں۔

"اور ہلال؟" وہ بے چین ہوئی۔ ''وہ کہاں ہے؟''

" آپ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتیں۔"

وہ چند لمحے جیسے بے بسی سے انہیں دیکھے گئی۔

''وہ ایک چھوٹی بچی ہے جس کو آپ نے اس کے بھائیوں سے الگ کر دیا ہے۔ آپ کو اس پہ ذرا ترس نہیں آتا؟''

''تمہیں آیا تھا ترس میری پوتی پہ؟'' وہ آنکھیں بند کیے ہوئے تھیں۔

کشمالہ مبین نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ چند لمحے گہرے گہرے سانس لیتی انہیں دیکھتی رہی۔ ان کے سر کے نیچے دو تکیے تھے۔ اس نے اوپری تکیے کو دیکھا۔ پھر ان کے چہرے کو۔ پھر سے تکیے کو۔

اسے ایک چہرہ یاد آیا۔ سبز آنکھوں والا وہ خوبصورت شفاف چہرہ۔ وہ اس کے ساتھ سوئی تھیں۔ اسی کے تکیے پر۔ کروٹ لے کر۔ وہ صبح اٹھی تو وہ نہیں تھیں۔ وہ جا چکی تھیں۔ ان کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ تھی۔ بہت کچھ نگاہوں کے سامنے گھومنے لگا۔ وہ ان کی وہیل چیئر دھکیل رہی تھی۔ وہ ان کے ہاتھ پر دوا رکھ رہی تھی۔ وہ آپریشن

تھیٹر کے باہر کھڑی دائیں بائیں ٹہل رہی تھی۔

اس نے پھر سے تکیے کو دیکھا۔ اور ان کے چہرے کو جو دوسری طرف ڈھلکا تھا۔

''کاش میں آپ سے اپنی ماں کا بدلہ لے سکتی۔''

''لے لو۔ مجھے مرنے سے خوف نہیں آتا۔''

"لیکن مجھے مارنے سے آتا ہے۔" وہ اپنا بیگ اٹھا رہی تھی۔

''اور میں آپ سے کیا بدلہ لوں گی؟ آپ کے حصے کی آگ بہت قریب پہنچ چکی ہے۔''

اب شاید وہ کمرے سے نکل رہی تھی۔ نگینہ بیگم کی پلکیں ایک دوسرے سے جڑی رہیں۔

جب وہ چلی گئی تو انہوں نے آنکھیں کھولیں۔

کمرہ اب بھی دھندلا تھا۔ لیکن وہ کمرے کو نہیں دیکھ رہی تھیں۔ وہ کچھ اور دیکھ رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مالا بیگ کندھے سے لگائے، آنسو صاف کرتی باہر کاریڈور میں آگے بڑھ رہی تھی جب قدم ٹھہر گئے۔ وہ سامنے تھا۔ زیاد سلطان۔

وہ قطار میں لگی لوہے کی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھا تھا۔ وہ ایک ہال میں بنا ویٹنگ ایریا تھا۔ بہت سے پودے۔ درمیان میں فوارا۔ چھت شیشے کی تھی اور کئی منزلہ اونچی تھی۔ بالائی منزلوں کی گیلریز یہاں سے دکھائی دیتی تھیں۔

''کشمالہ۔'' اسے دور سے آتے دیکھ کے وہ کھڑا ہو گیا۔

وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر رک گئی۔ کچھ تھا جو اس میں بدل گیا تھا۔ وہ کمزور لگ رہا تھا۔ شکستہ سا۔

" کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟"

وہ دونوں اب آمنے سامنے کھڑے تھے۔ زیاد کا چہرہ اس سے زیادہ پیلا تھا۔ جیسے روح کو یرقان لگا ہو۔

''کیا بات کرو گے اب؟ اپنی ماں کے جادوؤں کا قصہ سناؤ گے؟ یا اپنے قتلوں کا اعتراف کرو گے؟''

''میری ماں...'' زیاد نے تکلیف سے سانس اندر کھینچی۔ ''صرف دم کرتی ہے۔ وہ جادو نہیں ہوتا۔''

" کیا تم خود کو ایسے تسلی دیتے ہو؟" مالا کے چہرے پر افسوس بھری مسکراہٹ اتری۔

پھر وہ دھیرے سے ایک کرسی پر بیٹھی۔ بیگ گود میں رکھ لیا۔ وہ دو کرسیاں چھوڑ کے ساتھ بیٹھ گیا۔

چند لمحے وہ دونوں سامنے چلتے فوارے کو دیکھتے رہے۔اوپر شیشے کی چھت سے آتی سورج کی روشنی پانی کے قطروں پہ قوس قزح بکھیرے ہوئے تھی۔

''کیا تم کچھ دیر کے لیے میری بات سن سکتی ہو؟''

''اب میں تم سے نہیں ڈرتی، زیاد۔ جو کہنا ہے کہو۔''

اس کی آنکھیں پانی کی دھار پہ جمی تھیں۔وہ ہوا میں اوپر اٹھتی۔پھر دھڑام سے نیچے حوض میں جا گرتی۔اوپر۔نیچے۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟" وہ فوارے کے قدموں میں جمع ہوئے پانی کو دیکھ رہا تھا۔وہ نہ کم ہوتا تھا نہ زیادہ۔

''تم کیا کرتے؟ مجھے روکتے؟'' حوض کا پانی اس کی آنکھوں میں بھرنے لگا۔

"مجھے بچے نہیں چاہیے تھے۔" زیاد نے سر جھٹکا۔

"تمہاری ماں کو چاہیے تھے۔وہ کیا کرتی ہے بچوں کے ساتھ؟" مالا نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔

وہ نگاہیں جھکائے فوارے کے حوض کو دیکھ رہا تھا۔وہ اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکتا تھا، یہ طے تھا۔

''میں نے اپنے بچے کو اس لیے مار دیا کیونکہ تمہاری ماں اس کو مجھ سے چھیننا چاہتی تھی۔اس کا خون تمہاری ماں کے ہاتھ پہ ہے۔'' آواز بھیگ گئی اور آنسو گالوں پر لڑھکنے لگے۔

زیاد نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا دیا۔

''مجھے کسی بھی قیمت پہ بچہ نہیں چاہیے تھا، کشمالہ۔تمہیں خود سے باندھنے کے لیے بھی نہیں۔''

اسے اس کی آواز بھی بھیگی ہوئی لگی۔وہ افسوس سے اس کے جھکے سر کو دیکھے گئی۔

''اور اگر تم اسے رکھنے کا فیصلہ کرتیں، تب بھی میں اس بچے کی زندگی کا حصہ نہ بنتا۔لیکن...'' اس نے گیلی سانس ناک سے اندر کھینچی اور چہرہ اٹھایا تو وہ دیکھ سکتی تھی کہ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

''لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ اسے مارنے کا غم بھی اتنا بڑا ہوگا۔'' وہ اب گردن اونچی کیے چھت سے آتی روشنی کو دیکھ رہا تھا۔اور وہ اس کے چہرے کو۔

"ہلال کہاں ہے؟"

زیاد سلطان نے دھیرے سے چہرہ اس کی طرف واپس موڑا۔

"مجھے نہیں معلوم۔"

اس کی آنکھوں کی نمی اب اندر اتر چکی تھی۔اور پرسکون سا ماسک چہرے پہ چڑھ چکا تھا۔

" کاش تم میری اتنی عزت کرتے کہ مجھ سے سچ بولتے۔"اس نے افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا۔

''میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے۔اگر میری ماں جانتی ہو تو وہ الگ بات ہے۔''وہ ٹھہرا۔

''جس تکلیف سے تم خود نہیں گزرنا چاہتے،اس سے ہلال کے بھائیوں کو کیوں گزار رہے ہو؟''

زیاد کی نگاہوں میں عجیب سا زخمی پن ابھرا۔

"تم اس کے لیے مجھے چھوڑ رہی ہو۔"

مالا نے گہری سانس لی۔اس سانس میں افسوس بھی تھا اور ترس بھی۔

''تم کبھی نہیں بدلو گے،زیاد۔''اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں رگڑیں۔اور پھر جب اس کی طرف دیکھا تو چہرہ سنجیدہ تھا۔''میں تمہیں تمہارے لیے چھوڑ رہی ہوں۔کیونکہ تم اچھے شوہر نہیں تھے۔تم نے مجھے ابیوز کیا۔جسمانی، اور ذہنی طور پہ۔تم نے میری ذات کو ایسے مسخ کیا کہ اب میں damage ہو چکی ہوں۔تم مجھے عزت اور محبت سے ٹریٹ نہیں کر سکے،زیاد۔کسی تیسرے کو درمیان میں مت لاؤ۔اپنے عمل کی ذمہ داری لو۔''وہ بیگ کا اسٹریپ کندھے پر ڈالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ جگہ سے نہیں اٹھا۔گردن اٹھا کے یاسیت سے اسے دیکھا۔

''کیا تم طلاق لینے کے بعد اس سے شادی کر لو گی؟''

مالا چند لمحے اسے دیکھے گئی۔پہلی دفعہ اسے زیاد سلطان سے نفرت محسوس نہیں ہوئی تھی۔اسے اس پہ ترس آیا تھا۔

''تم نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا کہ میں کسی بھی دوسرے مرد پہ بھروسہ کر سکوں،زیاد۔''

وہ تیزی سے اٹھا۔اس کے چہرے پہ بہت کچھ ایک ساتھ ابھرا۔امید۔بے چارگی۔خوف۔

"میں کروں گا۔تم جو کہو گی میں کروں گا۔"

وہ اداسی سے مسکرائی۔

''اب دیر ہو چکی ہے۔''

''کیا تم مجھے اس حالت میں چھوڑ دو گی جب میری ماں مر رہی ہے؟''

"میری ماں یاد ہے؟وہ بھی مر گئی تھی۔"

زیاد سلطان نے سر جھکا دیا۔چند لمحے وہ لب کاٹتا رہا۔اور وہ اس کے جھکے سر کو دیکھے گئی۔فوارے کا پانی ایسے ہی اوپر سے نیچے گرتا رہا۔

''میں خود کو بدل لوں گا۔'' بہت دیر بعد اس نے چہرہ اٹھایا۔ اس پہ امید تھی۔ ''میں ہر وہ کام کروں گا جو تم کہو گی۔''

وہ بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھے گئی۔

"تم میرے لیے سب کچھ کرو گے؟"

''سب کچھ۔''

بے بسی۔ بے چینی۔ منت۔ اس کی آواز میں سب تھا۔

"پھر ہلال کو اس کے بھائی کے حوالے کر دو۔"

زیاد سلطان کے کندھے ڈھلک گئے۔ چہرہ تاریک ہوتا گیا۔

"تم اب بھی اس کے بارے میں سوچ رہی ہو؟"

''اگر تم چاہتے ہو کہ ہم دوبارہ سے ساتھ زندگی گزاریں تو...'' مالا بیگ کو ایک کندھے سے گزارتے ہوئے دوسرے پر پہن رہی تھی۔ ''ہلال کو چھوڑ دو۔ میں واپس آجاؤں گی۔''

''تم اب بھی اس کا سوچ رہی ہو؟'' وہ بے یقینی سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ وہ اب دروازے کی طرف جا رہی تھی۔

''کشمالہ۔'' اس نے پکارا لیکن وہ نہیں رکی۔ وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

''ہلال کو چھوڑ دو۔ میں واپس آجاؤں گی۔''

اور یہ اسی وقت تھا جب کیف جمال کا میسج اس کے فون پہ موصول ہوا۔ زیاد نے جھنجھلا کے فون دیکھا۔

"مجھے اس ہفتے کی پے منٹ ابھی تک نہیں ملی، زیاد بھائی۔ اس سے بہتر تھا میں ماہر فرید کے ساتھ ڈیل کر لیتا۔" کیف نے آڈیو میں بہت تلخی سے کہا تھا۔

زیاد سلطان نے جواب نہیں دیا۔ اس نے فون جیب میں ڈال دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مالا کے جانے کے بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں۔

کمرہ اب بھی دھندلا تھا۔ لیکن وہ کمرے کو نہیں دیکھ رہی تھیں۔ وہ کچھ اور دیکھ رہی تھیں۔

جانے سے پہلے وہ انہیں کس آگ کا ڈراوا دے رہی تھی؟ وہ کس اچھائی اور برائی کی بات کر رہی تھی؟

یہ دنیا نگینہ سلطان کے لیے ہمیشہ سے آگ تھی۔

دھندلے کمرے میں قوس قزح کے سارے رنگ بکھرنے لگے۔ ہر روشن ذرے میں ایک تصویری کہانی پنہاں تھی۔ وہ کمرے میں دائیں بائیں گھومنے لگیں۔ ایک کے بعد ایک منظر۔

وہ ایک زرد سا باورچی خانہ تھا۔ ایک طرف سے کھلا۔ چھوٹی چوکی پر بیٹھی روٹی لگاتی عورت اور چولہے سے نکلتا دھواں۔ وہ وقفے وقفے سے بھوری لکڑیوں کو پنکھے سے ہوا دیتی۔ آتش تیز ہو جاتی۔

قریب میں ایک دبلی پتلی سانولی سی لڑکی بیٹھی تھی۔ گیارہ بارہ برس کی۔ وہ انگاروں کو چولہے کے نیچے سے اڑ کے فضا میں غائب ہوتے دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً روٹی پکاتی عورت اس کی طرف پلٹی۔

"نگینہ... مجھے وہ پرات اٹھا دے۔"

"جی امی..." وہ اٹھ کے باورچی خانے کے اندرونی حصے میں آئی۔ یہاں کھلے دروازے سے برآمدہ دکھائی دیتا تھا۔ طویل برآمدہ جس کے سامنے کوئی جالی نہ تھی۔ فاصلے فاصلے پر رکھی چارپائیاں اور ان پر دھرے جامنی گاؤ تکیے۔ لڑکی کی نگاہ ان چارپائیوں تک جا پھسلی۔ وہاں تکیے سے ٹیک لگائے، کلف لگے سفید شلوار قمیض میں ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا تھا جس کے سیاہ جوتے چمک رہے تھے۔ وہ ساتھ بیٹھی گلابی پھولدار لباس والی عورت سے بات کر رہا تھا جس کی کلائی میں سونے کے کنگن تھے۔

دبلی پتلی لڑکی کی آنکھیں اس آدمی کے ہاتھوں پہ ٹھہر گئیں۔ چہرے پہ ہراساں سا تاثر ابھرا۔ ہاتھ میں پکڑی سلور کی پرات اٹھائی تو اپنا عکس نمایاں ہوا۔ گردن کے نیچے نیل کے نشان۔ اور ایسے کئی زخم جو دن کی روشنی میں نہیں لگائے جاتے۔ آنکھیں بھرنے لگیں۔ وہ سر جھکائے پرات لیے پلٹ گئی۔

قوس قزح کے رنگ بدلنے لگے۔ ذرات اڑ اڑ کے ایک دوسری شکل بنانے لگے۔

وہ ایک گدلے پانی کی کچی نہر تھی اور اس پر بنا مٹیالا سا پل۔ وہ پل سے ہٹ کے ایک درخت تلے بیٹھی تھی۔ اس کی چوٹی اب قدرے لمبی اور رنگت سانولی تھی۔ دھوپ سے چہرہ سڑ سا گیا تھا۔ دور سامنے ایک مزار دکھائی دے رہا تھا جس کے ساتھ بنے درخت پر مختلف کپڑوں کی کترنیں بندھی تھیں۔ وہاں ایک کمرے کے باہر قطار لگی تھی۔ وہ یہاں سے بھی دیکھ سکتی تھی کہ اس کی ماں وہاں بیٹھی، آنے والوں کو قطار میں لگا رہی تھی۔

"پیر صاحب سب کا مسئلہ سنیں گے۔ تم اندر جاؤ۔ تم یہیں ٹھہرو۔ نہیں پہلے تم ادھر آؤ..."

وہ باری باری کسی کو اندر بھیجتی۔ کسی سے پیسے لے کر ایک ڈبے میں ڈالتی۔

دبلی پتلی لڑکی سوچتی آنکھوں سے عورتوں کے اس غول کو دیکھ رہی تھی۔

قوس وقزح کے رنگ سرمئی ہونے لگے۔ ایسے جیسے ایک روشن دن پہ سیاہ بادل چھا گئے ہوں۔

وہ ایک کچا مکان تھا جس کے کمرے میں اندھیرا تھا۔ لالٹین کی روشنی دیوار پر اونچے سایے گرا رہی تھی۔ وہ چت لیٹی کھلی آنکھوں سے چھت کے لینٹر دیکھ رہی تھی۔

ساتھ لیٹی ماں نے کروٹ بدلی۔ اس کی آنکھیں کھلی دیکھ کے ابرو برہمی سے اکٹھے ہوئے۔

"سو جا نگینہ۔ کیا سوچیں سوچ رہی ہے؟"

"پیر صاحب کیا کرتے ہیں، امی؟"

''پیر صاحب نہیں کہتے۔ سرکار کہتے ہیں۔'' ماں نے گھر کا۔ آواز میں عقیدت در آئی تھی۔

''سرکار کیا کرتے ہیں؟''

"علاج۔ دم۔ تعویذ۔"

"اور تم جو لوگوں کے گھر جاتی ہو، تم کیا کرتی ہو؟"

"مجھے علم آتا ہے۔ لیکن بس اتنا کہ کسی کا مسئلہ حل ہو جائے، چوری کا سراغ مل جائے۔"

''اور سرکار؟''

''ان کے پاس بڑے جنات ہیں۔ وہ سارے مسئلے حل کر سکتے ہیں۔''

''وہ میرا کوئی بھی مسئلہ حل کر دیں گے؟''

"اتنا نہ سوچا کر۔ دماغ کو جنات چڑھ جائیں گے۔ چل سو جا۔" اس نے کروٹ بدل کے آنکھوں پر بازو رکھ لیا لیکن نگینہ کی آنکھیں کھلی تھیں۔

(سرکار کے قبضے میں جنات ہیں۔ وہ جو دکھائی نہیں دیتے۔ وہ جو سب کر سکتے ہیں۔) اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

(وہ جو سمندروں کی تہوں میں چھپے خزانے لا سکتے ہیں۔ وہ جو آسمانوں سے تارے توڑ کے لا سکتے ہیں۔ وہ جو کسی کا دل کسی کے لیے مائل کر سکتے ہیں۔ وہ جو انتقام لے سکتے ہیں۔ وہ جو چوہدریوں کے گھروں کو آگ لگا سکتے ہیں۔)

"مجھے بھی جنات چاہئیں، امی۔" وہ بڑبڑائی لیکن ماں نے نہیں سنا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور خراٹے گونج رہے تھے۔ اس کے خراٹوں میں مشین کی پپ پپ گڈمڈ ہونے لگی۔

نگینہ بیگم نے آنکھیں کھولیں۔قوس وقزح راکھ بن کے ان کے بالوں میں اتر آئی تھی۔ وہ دبلی پتلی لڑکی جانے کب جھریوں زدہ چہرے اور سفید بالوں والی یہ نحیف اور لاغر عورت بن گئی تھی، انہیں معلوم ہی نہ ہو سکا۔

زندگی جیسے پلک جھپکنے میں گزر گئی تھی۔

انہوں نے بدقت کروٹ لینا چاہی۔ تکلیف سے کراہ نکلی۔

انہوں نے پلکیں بند کیں۔ وہ سونا چاہتی تھیں لیکن نیند کسی الوژن کی طرح تھی۔ وہ تھی اور وہ نہیں تھی۔ کیا وہ سو رہی تھیں؟ کیا وہ جاگ رہی تھیں؟

پلکیں کھولیں تو منظر بدل چکا تھا۔ وہ ہسپتال کا کمرہ نہ تھا۔

وہ ایک دھول اڑاتی لمبی کار تھی جو اونچے کھلے گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی۔ ایک سنہرا دن۔ دھول کا بادل۔ اور وہ دوپٹے کا کونا منہ میں دبائے لڑکی جو دالان میں لگے درخت کے پیچھے سے جھانک رہی تھی۔

دھول کا بادل چھٹا۔ کار کا دروازہ کھلا اور وہ باہر نکلا۔ گورا چٹا۔ لمبا اونچا۔ سن گلاسز لگائے۔

کسی ملازم نے پیچھے سے کسی سے سرگوشی کی۔

"یہ بڑے صاحب کا بھتیجا ہے۔ سلطان۔ دبئی سے آیا ہے۔"

وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ ساری دنیا بس اس کی سن گلاسز کے شیشے میں قید ہو چکی تھی۔

دھول چھٹنے لگی۔ ہسپتال کے کمرے کی سفیدی واپس آنے لگی۔ اسٹاف اور نرس ان کے اردگرد کھڑے تھے۔ زیاد ان کو سہارا دے کر اٹھا رہا تھا۔ وہیل چیئر سامنے تھی۔ اندرانی ان کو جوتے پہنا رہی تھی۔ وہ انہیں کسی ٹیسٹ کے لیے لے جا رہے تھے۔

بھوری دھول ایک دفعہ پھر چھانے لگی۔

قوس وقزح کے سارے رنگ مزار کے سامنے لگے درخت پر بندھی کترنوں میں اترتے گئے۔ وہ دم توڑتی شام کی ہوا میں جھول رہی تھیں۔ مغرب چھا رہی تھی۔ رش اب چھٹ چکا تھا۔ آج اس کی ماں وہاں نہیں تھی۔ اسی لیے وہ ادھر موجود تھی۔

اندر ہال کمرے میں سرکار اپنے منبر پر براجمان تھے۔ ساتھ ایک مرید بیٹھا بے زار سا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ دوزانو ہوئے ان کے سامنے بیٹھی تھی۔ سیاہ دوپٹہ سر پر لپیٹے، وہ چہرے پہ امید اور بے بسی لیے کہہ رہی تھی۔

"مجھے ایک انسان چاہیے، سرکار۔"

مرید نے خفگی سے کچھ کہنا چاہا لیکن انہوں نے انگوٹھیوں والا ہاتھ اٹھا کے روکا۔ وہ سیاہ لمبے بالوں اور سرمہ لگی آنکھوں والا ہٹا کٹا سا انسان تھا۔ سر پر نارنجی رومال باندھے، ہاتھ میں تسبیح کے دانے گھماتا، وہ چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''انسان کی قیمت ادا کرنی ہوتی ہے، لڑکی۔''

''جو آپ مانگیں، میں دوں گی۔'' اس نے بے اختیار ان کے پیروں پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ اوپر بیٹھے تھے اور وہ نیچے۔

وہ چند لمحے اسے دیکھتے رہے۔ پھر حقے کا گھونٹ بھرا۔ گڑگڑ کی آواز آئی۔ پھر لب کھولے تو بہت سا دھواں ہونٹوں سے نکلا۔

''سحر عشق بہت بھاری جادو ہے۔ کچھ عرصے بعد اترنے لگتا ہے۔ لیکن اس کی قیمت سنگین ہوتی ہے۔''

''میں ادا کروں گی۔''

''ہم سے اپنی روح کا سودا کرو گی؟'' ان کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔ نگینہ نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔

''جی سرکار۔''

انہوں نے پھر سے ایک کش بھرا۔ حقے کا دھواں بڑھتا گیا یہاں تک کہ وہ سارے منظر پہ چھا گیا۔

جب وہ چھٹا تو انہوں نے خود کو وہیل چیئر پر بیٹھے دیکھا۔ اندرانی اسے دھکیل رہی تھی۔ ساتھ ہی وہ کچھ بول رہی تھی اور ان کے آگے زیاد چل رہا تھا۔ وہ ہسپتال کا کاریڈور تھا۔ زیاد کے ہاتھ میں چند رپورٹس تھیں۔

انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ گردن ایک طرف غنودہ سی ڈھلک گئی۔

یہ وہی باورچی خانہ تھا۔ وہ اس کی چوکھٹ میں کھڑی سینے پر بازو لپیٹے برآمدے اور صحن میں اکٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ وسط میں چارپائی پر کفن میں لپٹی لاش رکھی تھی اور وہ سونے کے کنگن والی عورت اس کے سرہانے بیٹھی اونچی آواز میں بین کر رہی تھی۔ لاش کے چہرے کا ایک حصہ کفن سے اچھی طرح لپیٹا گیا تھا۔

''بے چارے ملک صاحب۔ باتھ روم میں گیزر پھٹنے سے ہلاک ہو گئے۔''

''آدھا چہرہ جل گیا ان کا۔'' دو عورتیں قریب میں کھڑی سرگوشیاں کر رہی تھیں۔

''اسی لیے میرا گھر والا گیزر لگوانے کے خلاف ہے۔''

''تم نے سنا نہیں؟ مولوی صاحب کی بیوی کہہ رہی تھی کہ یہ جنات کا کام لگتا ہے۔ ایسے کیسے اچانک سے

گیزر..."

سیاہ دوپٹے والی لڑکی مدھم مسکراہٹ کے ساتھ کھڑی، اس منظر نامے کو دیکھے گئی۔ پھر وہ باورچی خانے کی طرف پلٹ گئی۔ دوپٹے کی گرہ سے ایک پڑیا نکالی۔ پسی ہوئی چینی۔ اور ٹرے میں رکھی چائے کی پیالیوں میں سے ایک میں گھول دی۔

کچھ دیر بعد وہ ٹرے لیے مردوں کے ایک گروہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ گورا لمبا سا سلطان وہیں بیٹھا تھا۔ اس نے وہ کپ نکال کے اس کے سامنے کیا۔ سلطان نے کپ تھام لیا اور اسے دیکھے بنا ساتھ والے کزن سے سلسلہ کلام جاری رکھے رہا۔ وہ آگے بڑھ گئی۔

ان کو نیند میں جیسے جھٹکا سا لگا۔ چونک کر آنکھیں کھولیں۔ وہ اب ہسپتال کے بستر پر لیٹی تھیں۔ سفید کمرہ اب بھی دھندلا تھا۔ اور چہرہ۔ اس کی جلن بڑھ گئی تھی۔ یوں جیسے جسم کے ایک طرف کھولتا ہوا لاوا گرا دیا گیا ہو۔

یوں جیسے اس پر گرم پانی کا گیزر پھٹ گیا ہو۔

منظر بدل چکا تھا۔

وہ ایک نیم تاریک کمرہ تھا۔ کونے میں ایک چارپائی بچھی تھی۔ اس پر نحیف سا بوڑھا آدمی لیٹا تھا۔ لمبے بال جھڑ گئے تھے۔ اور نارنجی رومال ایک طرف رکھا تھا۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا اور آدھا چہرہ مسخ ہو چکا تھا۔ جیسے اسے کوڑھ کھا گیا ہو۔

نگینہ پانی کا ٹھنڈا گلاس ان کی طرف بڑھائے ہوئے تھی۔

"اٹھیں سرکار۔ پانی پئیں۔"

"تیری ماں خوش نہیں ہوتی تیرے یہاں آنے سے۔" بوڑھے مرد نے کپکپاتا ہوا ہاتھ بڑھایا۔ پھر گلاس تھام کے لبوں سے لگایا۔ کچھ اندر گیا۔ کچھ چھلک گیا۔ حلق میں ایسی آگ لگی تھی کہ ٹھنڈا پانی اندر جاتے ہی کھولنے لگتا تھا۔ پیاس تھی کہ بجھتی نہ تھی۔

وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ اب وہاں نہ رش تھا نہ مرید۔ وہ ایک ویران مزار تھا جہاں اب کوئی نہیں آتا تھا۔ سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ سرکار کو کوڑھ ہو گیا ہے۔ لیکن وہ کوڑھ نہیں تھا۔ وہ کچھ اور تھا۔

"امی اس لیے خوش نہیں ہوتی کہ تمہارا کاروبار بند ہو گیا۔ اب وہ خود پیرنی بنی بیٹھی گاؤں کی عورتوں کا علاج کر رہی ہے۔"

اس نے ہونہہ میں سر جھٹکا۔ سرکار نے نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھا۔

''تیرا سحر عشق کام کر رہا ہے، نگینہ۔ پھر تو ادھر روز کیوں آتی ہے؟''

''سرکار...'' وہ مسکرا کے ان کی طرف پلٹی۔

''مجھے وہ سکھا دو جو میری ماں کو نہیں سکھایا۔ جو کسی کو نہیں سکھایا۔''

کوڑھی مرد نے غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اس کے گلے سڑے چہرے سے بدبو اٹھ رہی تھی لیکن وہ پرواہ کیے بنا وہیں کھڑی تھی۔

''وہ سیکھ کے تو کیا کرے گی؟ میرا انجام نہیں دیکھ رہی؟'' اس نے آنکھیں بند کیں۔ آنسو پھسل کے مسخ شدہ چہرے میں جذب ہو گیا۔

''میرا وقت ختم ہونے والا ہے۔ تو اس چیز سے دور رہ۔ جا کے اپنی زندگی بنا۔''

''میں اپنا انجام اپنی مرضی سے لکھوں گی، سرکار۔ مجھے بس وہ سب دے دو جو تمہارے پاس ہے۔'' اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

کمرے کی بتیاں مدھم ہونے لگیں۔ انہوں نے پلکیں جھپکائیں۔ جسم میں شدید درد اٹھ رہا تھا۔ حلق میں انگارے سلگ رہے تھے۔ کسی کروٹ سکون نہ تھا۔

قوس و قزح اب کسی منجھدار کی طرح گول گول گھوم رہی تھی۔ اور وہ اس کے درمیان کہیں پھنس کے رہ گئی تھیں۔ یادوں کا سمندر تھا جو ان کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر سمت سے حملہ آور ہوا تھا۔

وہ اونچا لمبا خوبصورت مرد... وہ کسی پروانے کی طرح اس دبلی پتلی سی لڑکی کے گرد پھر رہا تھا۔ وہ اس کی کار میں بیٹھی تھی۔ اور وہ کھیتوں کے درمیان کچی سڑک پر دور کہیں جا رہے تھے۔

منجھدار کے درمیان سے ایک اور منظر ابھرا۔ وہ اپنے ماں باپ کے سامنے ڈٹ کے کھڑا، بلند آواز میں کچھ کہہ رہا تھا۔ گھر چھوڑنے کی دھمکی۔ خودکشی کی دھمکی۔ اس کی ماں سر کو پکڑے ہوئے تھی۔ باپ زور زور سے ''نوکرانی کی بیٹی ہے وہ'' چلا رہا تھا۔ پھر اس منظر پہ سرخ گلابوں کا چھاتا تن گیا۔ اور اس سے ایک کمرہ ابھرتا دکھائی دیا۔

وہ سنگھار میز کے سامنے کھڑی تھی۔ مسکرا کے آئینے میں دیکھتی بالوں میں برش چلا رہی تھی۔ اور اس کے کندھے کے پیچھے کھڑا محبت سے کچھ کہہ رہا تھا۔

نگینہ بیگم نے گیلے منجھدار میں بدقت آنکھیں کھولیں۔ مناظر کسی البم کے صفحات کی طرح پلٹتے جا رہے تھے۔

اب وہ دونوں کسی پہاڑی سڑک پر ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ہاتھوں میں ہاتھ تھے۔ اونچی ہنسی۔ کلائی میں گجرا۔

البم نے ایک اور ورق الٹایا۔

وہ رات کو تنہا کمرے میں بیٹھی، آنکھیں بند کیے تسبیح پر کچھ پڑھ رہی تھی۔ پھر آنکھیں کھولیں اور پہلو میں کروٹ لیے بے خبر سوتے سلطان پر پھونک ماری۔ چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

پھر دھیرے دھیرے قوس قزح سیاہ سفید سی ہو گئی۔

سارے رنگ ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑ گئے۔

بہار میں خزاں کی زردی گھل گئی۔

وہ خوبصورت مرد لاؤنج میں سیدھا چلتا جا رہا تھا۔ وہ کچن میں اس کی طرف پشت کیے کھڑی تھی۔ وہ مسکرا کے اس کو آواز دینے لگا۔

نگینہ نے بھی مسکرا کے چہرہ موڑا۔ لیکن... وہ ایک دم ساکت رہ گیا۔

اس کا چہرہ... اس کی بیوی کا حسین چہرہ... کسی خونخوار کتے کے چہرے جیسا تھا۔

وہ ایک دم زور سے چلایا۔ اس چیخ نے ان کی زندگی میں صور پھونک دیا تھا۔ قیامت آ چکی تھی۔

جسم کے دائیں حصے میں تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔ زیادان کے اوپر لحاف برابر کر رہا تھا۔ وہ کروٹ بدلنا چاہتی تھیں۔ لیکن کسی کروٹ آرام نہ تھا۔ جسم میں درد تھا۔ روح میں درد تھا۔

وہ ایک بیڈروم تھا جس کا حلیہ بگڑا ہوا تھا۔ سلطان ایک ایک چیز الماری سے نکال کے پٹخ رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ اونچا اونچا چلا رہا تھا۔ بستر پر لیٹا ایک ننھا بچہ رو رہا تھا۔

وہ خاموش سی چوکھٹ میں کھڑی تھی۔ بالکل خاموش۔ اور بے تاثر۔ جیسے پتھر کا مجسمہ ہو۔

وہ کپڑوں اور کتابوں کے اندر سے چیزیں نکال نکال اس کے قدموں میں پھینک رہا تھا۔ گڑیا۔ سوئیاں۔ پتلے۔ الو کی کھوپڑی۔ کتے کے دانت۔ سوکھے گوشت کے ٹکڑے۔

سلطان زور سے چلایا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال نوچے اور زمین پر بیٹھتا گیا۔ اب وہ رو رہا تھا۔ کسی بچے کی طرح۔

وہ اسی طرح خاموش کھڑی تھی۔

درد کی ایک لہر گردن میں اٹھی۔

آہ۔ ان کے لبوں سے کراہ نکلی۔ ایک کروٹ بدلی۔ جسم تپ رہا تھا۔

کیا وقت قریب تھا؟ کیا مہلت ختم ہونے کو تھی؟

وہ ایک چھوٹا سا مکان تھا جس کے دروازے پہ لمبی کار کھڑی تھی۔ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھلا تھا۔ اور سلطان اس لڑکی کو بازو سے کھینچ کے باہر نکال رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک لحاف میں لپٹا بچہ تھا جو مسلسل رو رہا تھا۔

''جادوگرنی ماں کی جادوگرنی بیٹی۔'' وہ اسے چوکھٹ تک لایا اور وہیں پٹخ دیا۔ وہ گری نہیں۔ بس دیوار کا سہارا لے کر خود کو گرنے سے روک دیا۔

''میرے ماں باپ ٹھیک کہتے تھے۔ تم اور تمہاری ماں کے تعویذوں نے یہ سب کیا ہے۔'' وہ اڑے اڑے بالوں اور کھلے گریبان کے ساتھ چلا رہا تھا۔

وہ بالکل خاموش اور بے تاثر تھی۔ برف کی ہو جیسے۔

اسی وقت دروازہ کھلا اور اس کی پریشان سی ماں باہر نکلی۔ وہ ابھی تک چلا رہا تھا۔ ماں نے ہاتھ جوڑے۔ لیکن وہ بکتا جھکتا آگے بڑھ گیا۔ کار کا انجن اسٹارٹ کیا۔

''اونہوں۔'' اس نے ماں کے جڑے ہاتھوں پر ایک ہاتھ رکھ دیا۔ سلطان کی کار دھول اڑاتی دور جا رہی تھی۔

''وہ واپس آئے گا۔ ہم اس کو کھینچ کے واپس لائیں گے۔''

ماں نے چونک کر اسے دیکھا۔

''ہم؟ ہم کون؟''

نگینہ نے جواب نہیں دیا۔ وہ بچے کو لیے آگے بڑھ گئی۔

بستر میں جیسے لوہے کے نشتر نکل آئے تھے۔ جس طرف کروٹ لو، وہ جسم میں اترتے جاتے تھے۔

کیا موت کا فرشتہ آن پہنچا تھا؟ یا ابھی کچھ مہلت باقی تھی؟

یاد ماضی نے ایک نیا ورق الٹا۔

وہ نیا کلف لگا لباس پہنے، دروازے کے باہر کھڑی تھی۔ بچہ گود میں تھا۔ اس کی ماں پریشان سی ساتھ کھڑی تھی۔ وہ کار واپس آ گئی تھی۔ سلطان چپ چاپ باہر نکلا اور فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ اس کے کندھے ڈھلکے ہوئے تھے۔ اور چہرہ گم صم۔

''کہا تھا نا وہ آئے گا۔'' اس نے بس مسکرا کے ماں کو دیکھا۔

''تو نے یہ کیسے کیا نگینہ؟'' ماں کی آنکھوں میں خوف بھر آیا۔

''سحر عشق اتر جاتا ہے۔ لیکن زبان بندی کا جادو برسوں چلتا ہے ماں۔ کاش تو سرکار سے یہ سیکھ سکتی۔'' وہ سرگوشی میں کہہ کے مسکرائی اور آگے بڑھ گئی۔ سلطان کسی معمول کی طرح فرنٹ سیٹ پر بیٹھا کار اسٹارٹ کر رہا تھا۔

وہ بالکل خاموش تھا۔

پھر خاموشی ٹوٹی۔

''میں ساری عمر تم سے نفرت کروں گا۔'' کار سڑک پر ڈالتے ہی وہ بول اٹھا۔

''کرتے رہو۔'' وہ مسکرا کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

سلطان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اس نمی میں غصہ تھا۔ نفرت تھی۔ اور مجبوری تھی۔ اسے آنکھیں بند کرنے سے خوف آتا تھا۔ پلک جھپکتا تو وہ آجاتے تھے۔ اس کو ڈرانے۔ اس کو جان سے مارنے۔ وہ اس پہ بوجھ ڈالتے تھے۔ اسے نگینہ کو واپس لانا تھا اپنی زندگی میں۔ وہ بے بس تھا۔

منظر تبدیل ہوتا گیا۔ بچہ اب بڑا ہو چکا تھا۔ وہ ایک میز پر کاپی رکھے ہوم ورک کر رہا تھا۔ ساتھ بیٹھا سلطان ہاتھ میں چھڑی لیے اسے گھور رہا تھا۔ گزرتے وقت نے اس کو بوڑھا کر کے وقت سے پہلے ڈھال دیا تھا۔ رنگت کملا گئی۔ شخصیت ماند پڑ گئی۔ ایک ایک کر کے وہ ہر رشتے سے کٹتا گیا۔ وہ اپنی بیوی کا غلام تھا۔ ایسا غلام جو اس سے نفرت کے باوجود اس کے چنگل سے دور نہیں جا سکتا تھا۔

''تیز لکھو۔ تیز۔'' سلطان اس بچے کو دیکھتے ہوئے پھنکارا۔

بچے نے ڈرتے ڈرتے اوپر دیکھا۔ وہ چھڑی بہت قریب تھی۔ اس کا حلق سوکھنے لگا۔ وہ جلدی جلدی کاپی پر پنسل گھسیٹنے لگا۔ کچن سے نکلتی نگینہ بیگم نے خاموشی سے یہ منظر دیکھا اور آگے بڑھ گئیں۔ یہ ان کی پڑھائی کا وقت تھا۔ سرکار کو مرے برسوں گزر چکے تھے اور انہوں نے خود کو سرکار بنا لیا تھا۔ ان کا رخ سیڑھیوں کی جانب تھا۔ نیچے بیسمنٹ میں ان کا کام ان کا منتظر تھا۔

سارے مناظر بجھتے کوئلوں کی طرح ٹھنڈے پڑتے گئے۔ لیکن جسم کے اندر سلگتی آگ بڑھتی جا رہی تھی۔

کیا وقت قریب تھا؟ انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔

کیا مہلت ختم ہو چکی تھی؟

نہیں۔انہیں کچھ وقت مزید چاہیے تھا۔

انہیں ایک آخری کام ابھی کرنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات سیاہ چادر کی مانند سارے پہ چھائی تھی۔طویل دورویہ سڑک کے کنارے بنا وہ ایک گیس اسٹیشن تھا۔اس شہر میں ڈاؤن ٹاؤن سے دور ہٹتے جاؤ تو کمرشل عمارتیں دور دور واقع دکھائی دیتیں۔ایک منزلہ مخروطی چھت والی شاپس۔اور ہر شاپ کئی کئی کینال پہ پھیلی ہوتی۔ ہر عمارت کھلی کھلی سی بنی تھی جیسے شمالی امریکہ میں جگہ بہت اور لوگ کم ہوں۔

ایسے میں اس گیس اسٹیشن کے عقبی طرف دو ہیولے سے آمنے سامنے کھڑے تھے۔

''مجھے میرے پیسے وقت پہ نہیں مل رہے،زیاد بھائی۔''

ناخوش سا کیف سامنے کھڑے زیاد سلطان سے کہہ رہا تھا۔

''میرے اکاؤنٹ کا تھوڑا مسئلہ چل رہا ہے۔میں خود ایک مفرور کی زندگی گزار رہا ہوں۔ذرا وقت لگے گا لیکن تین دن تک میں تمہاری تمام اجرت کلیئر کر دوں گا۔''

وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے بے نیاز سا کھڑا تھا۔

''اس سے بہتر تھا میں ماہر فرید کے ساتھ ڈیل کر لیتا۔'' کیف نے نخوت سے ناک سکوڑی۔وہ جیسے بے زار تھا۔زیاد نے بہت ضبط سے سانس اندر کھینچی۔

''کیف۔'' وہ دانت پہ دانت جما کے کہنے لگا۔''تم نے مجھے ماہر فرید کی موجودگی کے بارے میں نہیں بتایا۔کیوں؟''

''جب پیسے پورے دیں گے تو معلومات بھی پوری ملے گی۔'' وہ اکھڑا اکھڑا سا تھا۔زیاد کے جیبوں میں چھپے ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔

''اگر تم ایک آخری کام کر دو،تو میں طے شدہ رقم سے دوگنا ادا کروں گا۔''

کیف جمال چونکا۔زمین کو مسلتا اس کا جوگر رکا۔آنکھیں چھوٹی ہوئیں۔سڑک پر تیز بھاگتا ایک ٹرک زن سے ان کے ساتھ سے گزرا۔ایک لمحے کے شور اور روشنی کے بعد واپس اندھیرا اور سناٹا چھا گیا۔

''اس آخری کام کے بعد تم آزاد ہو۔چاہے ماہر فرید سے ڈیل کرو۔چاہے شیطان سے۔''

کیف جمال بڑھی ہوئی شیو کو مسلتے ہوئے بغور سننے لگا۔

زیاد کے ہونٹوں سے نکلنے والے اگلے الفاظ پہ اس کی آنکھوں میں الجھن ابھری۔

''لیکن کیوں؟'' پھر اس نے خود ہی شانے اچکا دیے۔

''خیر... مجھے وجہ نہیں جاننی۔ میں تیار ہوں۔'' کہتے ہوئے اس نے موبائل نکالا۔

رات اب تاریک اور بوجھل تھی۔

بارش سے پہلے کے بادلوں کی طرح۔

ٹوٹے دل کی طرح۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلا سورج طلوع ہوا تو اپنے ساتھ ایک نیا دن لایا۔

وہ بظاہر ایک عام سا دن تھا۔

اسی عام سے دن کی طرح جو ایک سال پہلے کشمالہ مبین کی زندگی میں آیا تھا۔

وہ دن جس کی صبح ماہر فرید کے کیف جمال بن کے اس کی زندگی میں داخل ہونے سے ہوئی تھی۔ وہ دن جس کی دوپہر اس کا کیریئر ختم ہونے سے ہوئی تھی۔ اور وہ دن جس کی شام زیاد سلطان کی لائی گئی سحر زدہ براؤنیز سے ہوئی تھی۔

ایسے عام سے دن کسی کی بھی زندگی میں بنا چاپ کے داخل ہو جاتے ہیں۔ بھیس بدل کے۔ خود کو چھپا کے۔ اور پھر ایک دم سے ساری زندگی پلٹ دیتے ہیں۔

اس صبح شاپنگ مال کی رونق معمول کے مطابق اپنے عروج پہ تھی۔ مالا کی کافی شاپ پہ البتہ رش کم تھا۔ وہ سیاہ ایپرن پہنے، سر پر پی کیپ جمائے، سر جھکائے سنک میں گلاس دھو رہی تھی۔ پانی کے چھینٹے اڑا اڑ کے ایپرن کو بھگو رہے تھے۔ ذہن کسی نقطے پہ پھنسا تھا۔ آج کیف بھی نہیں آیا تھا۔ اس کا صبح میں صرف ایک میسیج موصول ہوا تھا کہ وہ کچھ دن کام پہ نہیں آسکے گا۔ کیا زیاد نے اسے ایسا کرنے کو کہا تھا؟ مگر کیوں؟

اس کے ارتکاز کو توڑنے والی آواز میسیج ٹون کی تھی۔ اس نے گہری سانس لی اور ایپرن کی جیب سے موبائل نکالا۔

وہاں ماہر فرید کا میسیج جگمگا رہا تھا۔

''تم سبرینہ سے مل کے خوش نہیں ہوئیں، میں جانتا ہوں۔ حالانکہ اس کا اس سب میں کوئی قصور نہیں ہے۔''

کشمالہ کا چہرہ بے تاثر رہا البتہ انگلیاں تیزی سے ٹائپ کرنے لگیں۔

''میری زندگی میں سبرینہ سے بڑے مسائل ہیں، ماہر بے۔''

چند لمحے کی خاموشی چھا گئی۔ پھر ٹون بجی۔

''مجھے کبیرہ کے بیٹے عالیان کو ڈھونڈنا ہے۔''

مالا کے چہرے پہ غیر آرام دہ سا تاثر ابھرا۔

''میں نہیں جانتی وہ کہاں ہے۔'' اس نے پی کیپ سے نکلتی لٹ کو بے چینی سے کان کے پیچھے اڑسا۔

''تمہیں لگتا ہے وہ اپنا نام بدل چکا ہوگا؟''

(عالیان کا نام اب عالیان نہیں ہے، کشمالہ۔)

''مجھے نہیں معلوم۔''

''وہی ہے جو ہلال کے ساتھ قید ہوا تھا۔ وہ اس کے ساتھ بڑا ہوا ہوگا۔ مجھے ہلال نے اس کا نام بدر بتایا تھا۔''

''شاید۔'' اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اسکرین دھندلی ہونے لگی۔ وہ اس کو بتا سکتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جسے وہ تلاش کر رہا ہے، وہ کہاں تھا۔ وہ چند فقروں میں ماہر فرید کی زندگی کی سب سے بڑی مسٹری کھول سکتی تھی۔ سرکار۔ ہلال۔ بدر۔ لیکن نہیں۔

''میں کبیرہ تائی سے بات کروں گی۔'' جلدی جلدی ٹائپ کر کے بھیجا اور سیدھی ہوئی۔ ایک لڑکی اندر داخل ہوتی دکھائی دی تھی۔ مالا تیزی سے کیش کاؤنٹر کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ اور چہرے پر کینیڈین مسکراہٹ سجالی۔

''گڈ مارننگ۔ آپ کیا لیں گی؟''

''کشمالہ مبین؟'' اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔ وہ چونکی۔ وہ لڑکی کافی فربہ تھی۔ ایک ہاتھ میں چند شاپنگ بیگز تھے۔ دوسرے سے بار بار بال درست کر رہی تھی۔ وہ پریشان تھی۔ اس نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا تھا۔ کہاں؟

''جی۔ آپ کون؟'' اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی اور ابرو اکٹھے ہو گئے۔

''میں روبی ہوں۔ ہیلو۔'' اس نے بدقت مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھا دیا۔ مالا نے اس کا ہاتھ ملایا۔ وہ موٹا اور بے حد نرم سا ہاتھ تھا۔ کسی بچے کے جیسا۔ اس نے غور سے لڑکی کو دیکھا۔ بھرے بھرے گالوں والا چہرہ، بے حد گھنی مڑی ہوئی پلکیں جو غالباً eye lash extensions تھیں۔ نیلا آئی لائنر۔ اور لمبے لمبے acrylic کے

ناخن۔

''میں کیف کو ڈھونڈ رہی ہوں۔ وہ میری کال نہیں اٹھا رہا۔''

اور ایک جھماکے سے اسے یاد آیا۔ یہ وہ لڑکی تھی جس کی شادی کا شوٹ کیف جمال نے کرنا تھا۔ اس روز اس نے اسے کیف کے ساتھ دیکھا تھا۔ کیف نے بتایا تھا کہ یہ اس کی کلائنٹ تھی۔

''میں نہیں جانتی کیف کہاں ہے۔ اس نے مجھے کہا ہے کہ وہ چند دن تک کام پہ نہیں آئے گا۔'' وہ سر جھکا کے فون کھولنے لگی۔ دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔ جب اس نے چہرہ اٹھایا تو دیکھا، روبی کی آنکھوں میں پانی بھرا ہوا تھا۔

''کیف بھاگ گیا ہے نا؟'' آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

''میں نہیں جانتی۔ اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔'' اس نے غور سے اسے دیکھتے ہوئے فون ایک طرف رکھ دیا۔ ''تم کسی اور کو ہائر کر سکتی ہو؟''

روبی نے جواب نہیں دیا۔ وہ شکستہ قدموں سے چلتی ہوئی قریب رکھی ایک کرسی پر جا بیٹھی۔ سر ہاتھوں میں گرا لیا اور ایک دم پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

''سب خراب ہو گیا۔ سب کچھ۔ میری شادی۔ میرا اہم دن۔'' وہ بلک بلک کے رو رہی تھی۔

وہ چند لمحے کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی اسے دیکھے گئی۔ وہ شادی کے دن کے خراب ہونے پہ کیوں رو رہی تھی؟ شاید وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا شوہر ایک اذیت دینے والا مرد نکلے گا، اور ایک دن اسے ایک باکس کے ساتھ اپنا گھر چھوڑنا پڑے گا۔ اس شادی کا فوٹو شوٹ اسے کیوں کروانا تھا جس کا انجام طلاق ہی تھا۔ یا سمجھوتہ؟

''روبی... روبی۔'' اس نے سکون سے ایک گلاس میں برف بھری۔ پھر پانی ڈالا۔ اسٹرا رکھا۔ اور کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر اس کی میز تک آئی۔ گلاس اس کے سامنے رکھا اور مقابل کرسی کھینچی۔

روبی نے بھیگی پلکیں اٹھا کے اس سیاہ پی کیپ والی لڑکی کو دیکھا۔ اس کا نیلا لائنر پھیل چکا تھا اور ناک گلابی ہو رہا تھا۔

''ہفتے کے دن میری شادی ہے۔''

وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

''میں اس کو ایڈوانس دے چکی تھی۔ اب میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ کسی دوسرے فوٹوگرافر کو ہائر

کروں۔اور ایک دن کے نوٹس پہ کوئی کام نہیں کرتا یہاں۔سب booked ہیں۔بہار کا سارا سیزن booked ہے۔'' ٹھنڈے پانی کا اَن چھوا گلاس خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔اس کی بیرونی سطح پر پسینے کے قطرے گرتے رہے۔وہ لڑکی اسی طرح روئے جا رہی تھی۔

''میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟''

''اس نے تمہارا نام لیا تھا۔'' اس نے بچوں جیسے موٹے ہاتھوں سے گال صاف کیے۔نیلی لکیریں چہرے پر نہروں کی صورت جمی تھیں۔

''میں اس کی کسی فوٹوگرافی کمپنی کا حصہ نہیں ہوں۔'' وہ سکون سے سینے پہ بازو لپیٹے ہوئے تھی۔

''اس نے مجھے رات میں ایک میسج چھوڑا تھا۔کہ اگر کوئی مسئلہ ہو تو میں تمہارے پاس آؤں۔''

آہ زیاد سلطان۔اس نے افسوس سے گہری سانس لی۔اس نے کیف جمال کو غائب ہو جانے کے لیے کہا تھا۔ایسے کہ وہ اپنے کام کا ملبہ مالا پہ ڈال جائے۔لیکن وہ اس کے لیے تیار تھی۔وہ اس دن سے اس کے لیے تیار تھی جب اس نے کیف جمال کو ہائر کیا تھا۔وہ دوسری دفعہ ایک ہی سوراخ سے نہیں ڈسی جائے گی۔کیا کیف جمال، کیا زیاد سلطان، اور کیا ماہر فرید۔یہ تینوں اس کی مشکلات بڑھانے آئے تھے۔کم کرنے نہیں۔اور وہ اب ان میں سے کسی کے ہاتھوں میں استعمال نہیں ہوگی۔

''مجھے تم سے ہمدردی ہے، روبی۔لیکن میں کیف کے لیے لائیبل نہیں ہوں۔میرا اس کے ساتھ ایسا کوئی کانٹریکٹ نہیں ہے جس کے تحت میں تمہاری مدد کر سکوں۔تمہیں پولیس کے پاس جانا چاہیے یا عدالت میں۔میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔''

''میں کیا کروں؟ میری شادی ہے دو دن بعد۔'' وہ پھر سے رو دینے کو تھی۔اس نے گلاس ابھی تک نہیں چھوا تھا۔

کشمالہ اپنی جگہ سے اٹھی اور بے بسی سے شانے اچکائے۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی، پیچھے سے گزرتی جے پی زیر لب بڑبڑائی۔

''وزن کم کرو۔اور کیا۔'' اس نے پنجابی میں کہا تھا۔اور روبی ایک سفید فام لڑکی تھی۔مگر ایک دم وہ تیزی سے کھڑی ہوئی اور زور سے گلاس کو ہاتھ مارا۔پانی اور برف کے ٹکڑے فرش پر بکھر گئے۔

''تمہیں لگتا ہے یہ اتنا آسان ہوتا ہے؟'' وہ حلق کے بل چلائی۔آنسوؤں سے بھیگا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

جے پی ایک دم بوکھلا گئی۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔تم غلط سمجھی ہو۔''

لیکن اس ملک میں ہر انسان کو اپنے احساس کمتری کا ترجمہ ہر اس زبان میں آتا تھا جو یہاں بولی جاتی تھی۔

''وزن کم کرنا آسان نہیں ہوتا۔تم نے میری زندگی نہیں گزاری۔''وہ اسی طرح چلا رہی تھی۔

مالا نے ملامتی نظروں سے جے پی کو دیکھا۔وہ بہت زیادہ گھبرا گئی تھی۔پھر وہ روبی کے قریب آئی۔دھیرے سے اس کا ہاتھ تھاما۔

''ریلیکس۔تم غلط سمجھی ہو۔وہ کچھ اور کہہ رہی تھی۔''نرمی سے کہنا چاہا۔روبی نے زخمی نظریں اس کی طرف موڑیں۔

''میں وزن کم نہیں کر سکی۔اور میرا فوٹوگرافر بھاگ گیا۔میں کیا کروں گی؟''وہ ایک دم رونے لگی۔مالا چند لمحے اسے روتے ہوئے دیکھتی رہی۔پھر اس کے کندھے پر دباؤ دے کر اسے واپس کرسی پر بٹھایا۔

''تم نے کیف کو مکمل رقم ادا نہیں کی تھی؟''ساتھ ہی ٹشو اس کی طرف بڑھایا۔روبی نے چونک کر اسے دیکھا۔

''نہیں۔ایڈوانس دیا تھا۔''اس نے ٹشو تھام لیا۔

''اگر تم باقی رقم مجھے ادا کر دو تو میں تمہارا فوٹوشوٹ کر دوں گی۔''

آنکھ کے کنارے صاف کرتے ہوئے اس کے ہاتھ ٹھہرے۔

''تم فوٹوگرافر ہو؟''اسے اچھنبا ہوا۔

''نہیں۔لیکن تمہیں فوٹوگرافر نہیں چاہیے۔تمہیں کچھ اور چاہیے۔''

''کیا؟''

''سحر۔''وہ اداسی سے مسکرائی۔''ایک الوژن۔''

روبی کی پلکیں جھپکنا بھول گئیں۔وہ ٹھہر کے اس کے اگلے الفاظ سننے گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

روبی کے جانے کے بعد کئی گاہک آئے اور گئے۔یہاں تک کہ اس کی شفٹ کا وقت ختم ہو گیا۔آج جے پی بھی قدرے ڈھیلی تھی۔اس نے ایک دفعہ جتاتے ہوئے انداز میں دو دن کی چھٹی مانگی تاکہ وہ روبی کی شادی کا فنکشن کور کر سکے اور جے پی نے بلا تامل اسے چھٹی دے دی۔اگر روبی شکایت کر دیتی تو معاملہ کہاں جا پہنچتا، جے پی

تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

''میں کچھ دن میں تمہارے پیسے واپس کر دوں گی۔'' اس نے ایپرن اتارتے ہوئے اسی جتانے والے انداز میں جے پی کو یاد کروایا تھا۔ اس نے محض سر ہلا دیا۔

وہ ٹرینچ کوٹ پہنے، بالوں کو گول مول کر کے کیچر میں لگائے، جس وقت شاپ سے نکلی، ماہر فرید سامنے مال کی راہداری میں آتا دکھائی دیا۔

''آج تمہارا باڈی گارڈ نظر نہیں آ رہا؟''

وہ ہمیشہ کی طرح ہشاش بشاش تھا۔ سیاہ پینٹ۔ سفید شرٹ۔ جیبوں میں ہاتھ۔ ماتھے پر بکھرے بال اور بڑھی شیو۔ کیا اس کے پاس پہننے کے لیے ان دو رنگوں کے سوا کچھ نہ تھا؟

''وہ مجھے دھوکہ دے کر بھاگ گیا ہے۔'' مالا نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں سامنے والی شاپ کو دیکھا جہاں کیف جمال بیٹھا کرتا تھا۔

''لیکن اس نے یہ پہلی دفعہ نہیں کیا۔'' اگلا فقرہ اس نے قدرے اونچا کہا تھا۔

ماہر نے جیبوں سے ہاتھ نکال کے اٹھا دیے۔

''میں کیسے بھول گیا تھا کہ ہر بات میں پہلا قصور ماہر فرید کا ہوتا ہے؟''

وہ سر جھٹک کے آگے بڑھ گئی۔ ماہر نے ایک نظر کافی شاپ کے شیلف کو دیکھا۔ شیلڈن کے گملے تلے کوئی نوٹ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اسے مایوسی ہوئی۔

''اس دفعہ کتنا نقصان کر کے گیا ہے؟''

وہ مال کی راہداری میں آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ اس کے پیچھے آیا۔

''اس کا دیا نقصان میں تول یا گن نہیں سکتی۔''

''ہم اس کو ٹریس کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ وہ ملک سے باہر نہیں گیا ہوگا۔ اس جیسا انسان کینیڈا آ کے یونہی واپس نہیں جاتا۔''

''جب مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی، بتا دوں گی۔''

وہ دونوں ساتھ ساتھ مال کی راہداری میں آگے بڑھ رہے تھے۔ چند لمحے یونہی پھسل گئے۔ اس کی خاموشی پہ وہ جیسے زچ ہو گئی۔

''کیا سارے شہر کی کافی شاپس بند ہو گئی تھیں جو یہاں آئے ہو؟''

''زیاد سلطان!''

وہ آگے بڑھ گئی تھی۔ ماہر دو قدم پیچھے تھا۔ اس کے ان الفاظ پہ وہ رک گئی۔

''کیا؟'' چونک کر اس کی طرف پلٹی۔

''مجھے زیاد سے ملنا ہے۔'' وہ وہیں کھڑا تھا۔ سنجیدہ۔ قطعی انداز۔ وہ فیصلہ کر کے آیا تھا۔

''کیوں؟'' اس کا دل زور سے دھڑکا۔

''کیونکہ وہ ہلال کے بارے میں جانتا ہے۔ وہ سرکار کو جانتا ہے۔'' وہ قدم قدم چلتا اس کے سامنے آ رکا۔ ''ارے ہاں۔ تم اس سے پوچھو گے اور وہ فوراً سب سچ بتا دے گا۔'' مالا نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

''پوچھنے پہ سب سچ نہیں بتاتے، جانتا ہوں۔'' وہ غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ کیا اسے کوئی شک تھا؟

''میں تمہیں اس کا نمبر بھیج دیتی ہوں۔ جو کرنا ہے کر لو۔ میری زندگی میں اس سے بڑے مسائل ہیں۔'' مالا نے چہرہ موڑ لیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کی پلکوں کا ارتعاش دیکھ لے۔

''مثلاً؟'' وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ اور وہ سامنے ایک چمکتی دمکتی شاپ کی شیشے کی دیوار کو۔

''جانتے ہو ہر وقت کسی کے ریڈار کے نیچے رہنا کتنا مشکل ہوتا ہے؟'' شیشے کی دیوار میں بہت سے جوتے سجے تھے۔ ہائی ہیلز۔ اسٹائیلیٹو۔ ایک کچے سیب کے رنگ کی بھی تھی۔ اس کی نگاہیں اس پہ جم گئیں۔

''یہ احساس کہ ہر وقت کوئی آپ کا تعاقب کر رہا ہے۔ آپ کو دیکھ رہا ہے۔''

اس نے جواب نہیں دیا۔ بس غور سے اس کا چہرہ دیکھے گیا۔

وہ مال کی زرد روشنیوں میں مزید زرد دکھائی دیتی تھی۔ کیا وہ بیمار تھی؟ اس کی آنکھوں تلے حلقے تھے۔ چہرہ میک اپ سے پاک تھا اور زخموں کے نشان اب مندمل ہو چکے تھے۔ وہ خوفزدہ نہیں تھی۔ وہ پریشان تھی۔ یا شاید چوکنی۔ وہ فیصلہ نہیں کر سکا۔ سبرینہ درست کہتی تھی۔ وہ جو سارے زمانے کے انسانوں کو پڑھ سکتا تھا، اس لڑکی کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں کا لینز دھندلا جاتا تھا۔

''تم ٹھیک ہو؟'' اس نے سنا نہیں کہ وہ کیا کہہ رہی تھی۔ اس نے بس وہی سنا جو وہ پوچھ رہا تھا۔

مالا نے دھیرے سے سر جھٹکا۔

''مجھے کچھ شاپنگ کرنی ہے۔ چلو گے؟''

اگلے چند منٹ خاموشی سے گزرے۔ وہ ایک شاپ میں داخل ہوئی۔ سیدھی ایک ریک تک گئی۔ مطلوبہ شے اٹھائی۔ ایک سفید پیکٹ۔ اور کاؤنٹر تک چلی آئی۔ بل پے کر کے وہ باہر نکل آئی۔ وہ خاموشی سے اس کے بولنے کا انتظار کیے گیا۔

''ونرز'' میں داخل ہونے تک وہ نہیں بولی۔ بس ایک کپڑوں کے سیکشن تک آئی۔ وہاں بہت سے ڈریسز ہینگرز سے آویزاں کیے گئے تھے۔ بیسیوں ڈریسز۔ پھنسے پھنسے سے۔ ایک ایک ہینگر نکالنے میں توانائی لگتی۔

''کیا ہوا ہے؟'' وہ اسی طرح جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

''کیف غائب ہو گیا ہے۔'' وہ ہینگرز الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ وہ مختلف شرٹس اور ٹاپس تھے۔

''تم بتا چکی ہو۔ پھر؟''

''اس نے ایک لڑکی کا اہم دن خراب کر دیا ہے۔ ہفتے کو اس کی شادی ہے۔ وہ اتنی جلدی نیا فوٹو گرافر ارینج نہیں کر سکتی۔''

مالا نے ایک ہینگر نکالا۔ تنقیدی نظروں سے اس پر لٹکا ٹاپ دیکھا۔ پھر واپس لٹکا دیا۔ اور اگلے ہینگرز کھنگالنے لگی۔ وہ اس کے دائیں جانب کھڑا تھا۔ مالا کا نیم رخ اس کے سامنے تھا۔ ماتھے پر بل۔ غصہ۔ بے بسی۔

''پھر؟''

''پھر یہ کہ میں نے اس کا فنکشن کور کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔'' وہ گہری سانس لے کر اس کی طرف پلٹی۔

''لیکن تم فوٹو گرافر نہیں ہو۔'' وہ چونکا۔

''فوٹو گرافر تو تم بھی نہیں تھے۔'' ایک جتاتی نظر اس پہ ڈال کے وہ واپس ریک کی طرف پلٹ گئی۔ ماہر نے گہری سانس لی۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ ہر بیس منٹ بعد اس کی ایک غلطی کا طعنہ اس کو نہ دے؟

''تم اس کا فوٹو شوٹ کیوں کرو گی؟ وہ اپنا بندوبست کر لے گی۔ چھوڑو۔''

''مجھے پیسے چاہیے ہیں۔ میں نے جے پی کی رقم ادا کرنی ہے۔''

''پیسے کمانے کے اور طریقے بھی ہوتے ہیں، مالا۔''

اس نے ہینگر نکالتے ہوئے ایک خفا نظر ماہر پہ ڈالی۔

''میرے ابا میرے لیے فرید ہولڈنگ چھوڑ کے نہیں گئے تھے، ماہر بے۔'' ہینگر پر آویزاں لباس اونچا اٹھا کے دیکھنے لگی۔ نیلے اور سبز رنگ کا ٹائی اینڈ ڈائی نرم کپڑے کا میکسی ڈریس جس کے گریبان پر قطار میں بڑے بڑے گول

بٹن لگے تھے۔

''لیکن تم فوٹوگرافر نہیں ہو۔'' اس نے نرمی سے یاد دلایا۔

''اس کو فوٹوگرافی نہیں چاہیے۔ اس کو کچھ اور چاہیے۔''

''کیا؟''

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ اب قد آور آئینے کے سامنے کھڑی، اس نیلے سبز لباس کو کندھوں پر رکھ کے دیکھ رہی تھی۔ میکسی کا گھیرا اس کے ٹخنوں کو چھو رہا تھا۔

''یہ لے لوں؟''

وہ چونکا۔ وہ ابھی تک آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ یہ پہلی دفعہ تھا جب اس نے ماہر سے اس کی رائے مانگی تھی۔

''ہوں۔'' اس نے کندھے اچکا دیے۔ سیاہ اور سفید کے سوا سارے رنگ ایک جیسے تھے۔ البتہ سرخ ہوتا تو۔ خیر۔ وہ اس کو مزید ناراض نہیں کر سکتا تھا۔

''تمہیں اتنا بڑا رسک نہیں لینا چاہیے۔ وہ لڑکی کوئی بھی فوٹوگرافر ڈھونڈ لے گی۔''

وہ کاؤنٹر پہ پے منٹ کر کے، شاپنگ بیگ لیے اس تک آئی تو وہ پھر سے کہنے لگا۔ مالا نے بس ایک ناراض نظر اس پہ ڈالی۔

''مجھے پیسے چاہئیں۔'' اپنی بات دہرائی۔ وہ کچھ کہنے لگا، پھر رک گیا۔

''مگر تمہیں ایک کیمرہ چاہیے ہوگا۔'' اس نے جیسے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ زندگی میں کچھ کام بہت مشکل تھے۔ کشمالہ مبین کو اس کی مرضی کے خلاف کچھ منوانا ان میں سے ایک تھا۔

''صرف کیمرہ نہیں۔''

وہ لباس کو بازو پر فولڈ کیے اس کی طرف پلٹی۔

''مجھے ایک سیکنڈ فوٹوگرافر بھی چاہیے۔''

اس سارے دن میں پہلی دفعہ وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔

ماہر فرید نے مسکرا کے سر کو خم دیا۔

''Let's rent two cameras.'' اس نے آگے بڑھ کے شاپ کا دروازہ کھولا اور ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ راہداری میں آگے بڑھتی گئی۔

اس کو ہفتے کے دن بہت سے کام کرنے تھے۔ لیکن وہ اپنا شیڈیول خالی کر سکتا تھا۔ مالا نے اسے پہلی دفعہ ایک کام کہا تھا۔ وہ اس کو انکار نہیں کر سکتا تھا۔

شاید وہ اس کی غلطی معاف کرنے کو تیار تھی۔ شاید وہ اس پہ اعتبار کرنے کو تیار تھی۔

یا شاید وہ اسے بے وقوف بنا رہی تھی۔ اس کی آنکھ کا عدسہ پھر سے دھندلا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

روبی کی شادی کا انتظام کھلی فضا میں ایک سبزہ زار پر کیا گیا تھا۔ دو قطاروں میں کرسیاں رکھی تھیں۔ ایک سفید پھولوں اور سبز پتوں سے سجا پلیٹ فارم تھا۔ وہاں بہت سی میڈز آف آنر قطار میں کھڑی دلہن کا انتظار کر رہی تھیں۔ مالا ان سے ہٹ کے سبزہ زار پہ کھڑی، منتظر نگاہوں سے داخلہ گاہ کو دیکھ رہی تھی جہاں سے مہمان اندر آ رہے تھے۔ کیمرے کا اسٹریپ گردن میں لٹکائے، بالوں کو جوڑے میں باندھے، وہ ہاتھ میں پانی کی بوتل پکڑے ہوئے تھی۔ آج موسم قدرے گرم تھا لیکن یہ وین کوور تھا۔ چند منٹ میں ٹھنڈ ہو سکتی تھی۔

''تم لیٹ ہو۔''

جب وہ داخلہ گاہ سے اندر آتا دکھائی دیا تو وہ خفا سی بولی۔ اس نے سفید ہڈی پہن رکھی تھی اور کندھوں پر ایک بیک پیک تھا۔ آنکھوں پہ سن گلاسز اور چہرے پہ مسکراہٹ۔

''خوش قسمتی سے میرے باپ نے میرے لیے فرید ہولڈنگ چھوڑی تھی۔ اور مجھے اس کے کام ختم کرتے کرتے وقت لگ جاتا ہے۔''

وہ اس کے عین سامنے آ کے رکا۔ آنکھوں سے گلاسز اتارے۔ دھوپ اب ماہر کی پشت پہ تھی۔

''اوہ ہاں۔ میں کیوں بھول جاتی ہوں کہ تم ایک ویڈنگ فوٹوگرافر نہیں ہو، جس کا نام کیف تھا۔'' اس نے اپنے کیمرے کو سیدھا کرتے ہوئے ماہر کی جانب سے رخ موڑ لیا۔ وہ اب بھی دھوپ اور اس کے درمیان کھڑا تھا۔

''تم مجھے اس سب کے لیے معاف نہیں کر سکتیں؟''

ماہر فرید نے گہری سانس لے کر افسوس سے پوچھا تھا۔

''نہیں۔'' اس نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔ ''روبی ہمارا انتظار کر رہی ہوگی۔''

وہ آگے بڑھ گئی۔ اور تب وہ بولا۔

''آئی ایم سوری۔''

مالا نے پلٹ کے اسے دیکھا۔اب وہ دھوپ کی طرف تھی اور وہ سایے میں۔وہ اس کا چہرہ ٹھیک سے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

''کیف جمال بن کے تمہاری زندگی میں آنے کے لیے۔تمہیں سچ نہ بتانے کے لیے۔آئی ایم سوری۔''

کشمالہ نے جواب نہیں دیا۔بس سر ہلا دیا۔اور آگے بڑھ گئی۔

''مجھے زیاد سے ملنا ہے۔''وہ دونوں سبزہ زار کے دہانے پر بنی عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے جب وہ بولا۔

''تمہیں میری اجازت چاہیے؟''وہ جیسے اس موضوع سے احتراز برت رہی تھی۔

''مجھے اس کا نمبر چاہیے۔''

''بھیج دوں گی۔''

''بھیجنا ہوتا تو تم کل بھیج چکی ہوتی۔مگر تم نہیں چاہتیں کہ میں اس سے ملوں۔''

''تم اس سے مل کے کیا کرو گے؟''اس نے قلعے نما عمارت کا دروازہ کھولا۔اندر باہر کی نسبت نیم اندھیرا اور ٹھنڈ تھی۔

''وہ جانتا ہے کہ ہلال کہاں ہے۔اور سرکار کون ہے۔زیاد سلطان ہماری کہانی کا وہ واحد کردار ہے جو سب جانتا ہے۔''

''وہ تمہیں کیوں بتائے گا کچھ؟''

''ہر انسان کو کچھ نہ کچھ چاہیے ہوتا ہے۔میں اس سے ہلال کے بدلے میں کوئی ڈیل کر سکتا ہوں۔''

''ہاں۔اس ایک کام میں تم بہت اچھے ہو۔''مالا نے گلہ آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔وہ قلعے کی سیڑھیوں کے ساتھ کھڑی تھی۔سارا وجود اب نیم اندھیرے میں تھا۔

''وہ میرے ساتھ عرصے سے ایک ڈیل کرنا چاہتا ہے۔اس نے مجھے اس مرڈر کیس میں اس لیے پھنسایا کیونکہ میں نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔''

''کون سی بات؟''وہ چونکی۔

چند لمحے کے لیے سیڑھیوں کے دہانے پہ خاموشی چھا گئی۔لکڑی کے زینوں کے دونوں کناروں پر موم بتیاں جل رہی تھیں۔چھت سے لٹکتا فانوس بھی دمک رہا تھا۔وہ کچھ دیر اس مدھم روشنی میں مالا کے چہرے کو دیکھتا رہا۔وہ آنکھوں کی پتلیاں سکوڑے اس کو پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''اس نے کہا تھا کہ میں تمہاری زندگی سے نکل جاؤں۔''

''مگر تم میری زندگی میں تھے ہی نہیں۔''

کسی کھلی کھڑکی سے ہوا کا جھونکا اندر آیا۔ بہت سی موم بتیوں کے شعلے خوف سے پھڑ پھڑائے۔ اور ماہر فرید نے گہری سانس لی۔

''جانتا ہوں۔ اسی لیے میں نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔ اب بھی وہ یہی کہے گا۔''

''اگر ہلال کے بدلے میں وہ یہ شرط رکھتا ہے تو تمہیں جلد از جلد میری زندگی سے نکل جانا چاہیے۔'' ہلکے سے شانے اچکا کے وہ زینے چڑھنے لگی۔ ماہر نے جواب نہیں دیا۔ وہ اس کے پیچھے ہولیا۔ ہر قدم کے ساتھ زینے سے لکڑی کے چٹخنے کی آواز آتی تھی۔

''میں صرف اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں جان جاتا ہوں کہ لوگ مجھ سے کب سچ بولتے ہیں اور کب نہیں بولتے۔''

وہ اسی طرح اوپر چڑھتی رہی۔ مڑ کے نہیں دیکھا۔ کیا وہ ایسے ہی کہہ رہا تھا یا اسے کوئی شک تھا؟

''تمہیں زیاد سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ہلال کو واپس کر دے گا۔''

وہ اوپر جا چکی تھی۔ وہ چند زینے نیچے تھا۔ ریلنگ پر جما ہاتھ وہیں ٹھہر گیا۔ چونک کر اس کی پشت کو دیکھا۔

''کیا اس نے ایسا کہا ہے؟'' وہ ایک دم تیزی سے لپک کے اس کے سامنے آیا۔ وہ اس سے نگاہ ملائے بغیر ایک کمرے کے بند دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ اس کی نچلی درز سے روشنی جھانک رہی تھی۔

''وہ کر دے گا۔ وہ میرے لیے یہ کر دے گا۔'' مالا نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ وہ اب بھی اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔

''کیوں؟ تم تو اس سے الگ ہو رہی ہو، پھر وہ کیوں...'' اور اگلے ہی لمحے کسی نے اس کے دل پہ پیر رکھ لیا۔

''تم واپس اس کے پاس چلی جاؤ گی؟'' وہ بے یقین تھا۔

''یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔'' اس نے دروازہ کھول دیا۔ اندر سے بہت سی روشنی باہر آئی۔

وہ ایک ہوادار اونچی کھڑکیوں والا روشن کمرہ تھا۔ ایک کونے میں قد آور آئینہ رکھا تھا جس کے سامنے سفید ریشم کے لباس والی روبی کھڑی تھی۔

وہ آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے سر پر رکھا جالی دار ویل درست کر رہی تھی۔ آہٹ پہ پلٹی۔ انہیں دیکھ کے

مسکرائی۔

''یہ ماہر ہے۔ میرا اسیکنڈ فوٹوگرافر۔'' وہ رسمی مسکراہٹ کے ساتھ کہتی آگے آئی۔ وہ جو بہت کچھ کہنا چاہتا تھا، لب بھینچے خاموش ہو گیا۔

''تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا؟ مجھے تصویروں میں پتلا نظر آنا چاہیے۔'' روبی کی آنکھوں میں بہت سے ستارے دمک رہے تھے۔ مالا مسکرائی۔ اس دفعہ اس کی مسکراہٹ خالص تھی۔

''میں پوری کوشش کروں گی۔''

''روبی۔ تم ویسے بھی خوبصورت ہو۔'' وہ دیوار سے ٹیک لگائے، پیروں کی قینچی بنائے، جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ ماتھے کی شکنیں گہری تھیں۔

سفید لباس والی دلہن اس کی طرف گھومی۔ تیوریاں چڑھ گئیں۔

''میں ایک موٹی لڑکی ہوں۔ ایک plus size لڑکی۔ اور بالکل بھی یہ مت کہنا کہ سارے جسم خوبصورت ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ وہ بات ہے جو موٹے لوگوں نے اپنے جیسے دوسرے موٹے لوگوں کا دل رکھنے کے لیے گھڑ رکھی ہے۔'' اس کا چہرہ تمتمانے لگا۔ آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے۔

''یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ ورنہ کسی موٹے انسان کو اپنا جسم پسند نہیں ہوتا کیونکہ ہمارے اوپر کچھ اچھا نہیں لگتا۔ ہر تصویر کے لیے پوز کرتے وقت ہمیں خوف ہوتا ہے کہ ہمارے جسم کی چربی نظر نہ آجائے۔ مگر وہ پھر بھی نہیں چھپتی۔'' پھر اس نے چہرہ مالا کی طرف موڑا۔ "لیکن مالا نے کہا ہے کہ وہ ایک illusionist ہے۔ اور وہ بنا فوٹوشاپ کے مجھے پتلا دکھا سکتی ہے۔" وہ بہت امید سے اسے دیکھ رہی تھی۔ مالا نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ماہر کی پرواہ نہ کرو۔ یہ خود بھی نہ نان خطائی کھاتا ہے نہ بسکٹ۔'' بہت سکون سے کہتی اب وہ روبی کا ویل درست کر رہی تھی۔ ماہر نے شانے اچکا دیے۔

روبی کی ماں آگئی اور وہ میک اپ آرٹسٹ کے ساتھ اس کے میک اپ کو آخری ٹچز دینے لگے تو وہ اس کے قریب آیا۔

وہ سر جھکائے، کیمرے کے بٹن دباتی ننھی اسکرین میں کچھ دیکھ رہی تھی۔ وہ کھنکھارا۔

''Play the man and not the ball''

''ہوں؟'' چونک کر چہرہ اٹھایا۔ وہ نفی میں دائیں بائیں سر ہلا رہا تھا۔

''جب کھیلنا نہ آتا ہو تو کھیلنے والے کو کھیلنا چاہیے۔ ہے نا؟''

"مطلب؟" وہ واپس کیمرہ پہ جھک گئی۔

"وہ لڑکی اتنی موٹی نہیں ہے۔ تمہیں اس کی اِن سیکیورٹی دور کرنی چاہیے تھی۔ مگر تم اس کی تصدیق کر رہی ہو۔"

میں اس کی تھیراپسٹ ہوں، نہ اس کی ماں۔ یہ میری جاب نہیں ہے کہ میں اس کی ان سیکیورٹی دور کروں۔ ابھی دنیا میں ایسی عورت بنی نہیں ہے جو آئینے میں خود کو دیکھے اور اسے کوئی خامی نہ نظر آئے۔"

ماہر فرید نے دونوں ابرو اٹھائے۔

"تم بھی؟" اس نے استعجاب سے سبز آنکھوں والی خوبصورت لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے پر کوئی میک اپ نہ تھا۔ صرف شفافیت اور سادگی تھی۔

"ہاں، میں بھی۔" مالا نے کھڑکی کے شیشے کو دیکھا جس پر اس کا عکس نمایاں تھا۔ چہرے پر دانے تھے۔ آنکھوں تلے حلقے۔ خوبصورتی کی شیلف لائف بہت کم تھی۔ اس نے سر جھٹک دیا۔

"مگر..."

"کہا نا... کوئی عورت اپنے جسم سے خوش نہیں ہوتی۔ بالخصوص اگر وہ یہ سمجھتی ہو کہ وہ موٹی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو اس کے عقیدے سے نہیں ہٹا سکتی۔ میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی سوائے اس کے کہ اس کے اہم دن پہ اس کو ویسے دکھا سکوں جیسا وہ خود کو دیکھنا چاہتی ہے۔"

وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے، دیوار سے ٹیک لگائے، خاموشی سے کھڑا اسے دیکھے گیا۔ وہ اب کیمرے پہ چہرہ جھکائے، بٹن پریس کرتی کہہ رہی تھی۔

''وہ اس وقت صرف ویڈنگ فنکشن کا سوچ رہی ہے۔ شادی کے بارے میں ساری لڑکیاں صرف فنکشن تک کا سوچتی ہیں۔ اس ایک دن کے لیے اتنا پیسہ اور توانائی صرف کرتی ہیں۔ حالانکہ شادی تو اگلے دن سے شروع ہوتی ہے۔ جب فلیش لائٹس ماند پڑتی ہیں اور میک اپ اترتے ہیں۔ پھر دن کی روشنی میں اصلی چہرے اور نقلی ہیرے صاف دکھائی دیتے ہیں۔''

اس کی آواز میں کچھ تھا۔ کچھ اداس کر دینے والا۔

''ساری شادیاں ایک جیسی نہیں ہوتیں، مالا۔''

''ہوتی ہیں۔'' اس نے چہرہ اٹھایا۔ اب وہاں کچھ نہ تھا۔ نہ طنز۔ نہ تلخی۔ صرف ویرانی۔ ''کیونکہ سارے مرد ایک

جیسے ہوتے ہیں، ماہر ہے۔"

وہ کیمرہ لیے آگے بڑھ گئی۔ روبی اس طرف آ رہی تھی۔

وہ مزید کچھ نہیں بولا۔ ان دونوں عورتوں کو سمجھانا فضول تھا۔ وہ بس خاموشی اور قدرے بے زاری سے سیڑھیوں کے دہانے پر کھڑا وہ سب دیکھتا رہا جو وہاں ہو رہا تھا۔ روبی کو اونچے زینے پر کھڑا کیے، وہ نیچے ایک سیڑھی پر بیٹھی، کیمرہ چہرے پہ لگائے، کلک کلک کر رہی تھی۔ فلیش لائٹس جل بجھ رہے تھے۔ پھر وہ روبی کے ساتھ جا کھڑی ہوئی۔ اب وہ اسے ننھی اسکرین پر آئے شاٹس دکھا رہی تھی۔

روشنی اور اندھیرے کا امتزاج۔ زاویوں کا کھیل۔ pose کرنے کا ہنر۔ سب نے مل جل کے جو تصاویر تخلیق کی تھیں، ان کو دیکھ کے روبی کا چہرہ چمک اٹھا۔ حیرت۔ خوشی۔

"ابھی تھوڑی ایڈیٹنگ کے بعد یہ مزید بہتر ہو جائیں گی۔" وہ تصویریں دکھاتے ہوئے مسکرا کے کہہ رہی تھی۔

روبی کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"تم نے یہ کیسے کیا، مالا؟"

اس نے مسکرا کے شانے اچکا دیے۔

"کہا نا۔ میں ایک الوژنسٹ ہوں۔"

ماہر اسی طرح دیوار سے لگا کھڑا، سنجیدہ چہرے سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ذہن میں بس ایک فقرہ گردش کر رہا تھا۔

(وہ کر دے گا۔ وہ میرے لیے کر دے گا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات وین کوور پہ سیاہ بادلوں کی چادر تانے اتری۔ جس وقت ماہر اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول رہا تھا، باہر بادل برسنا شروع ہو چکے تھے۔

وہ چابیاں ریک میں لٹکاتا، جوتے اتارنے لگا۔ پھر ننگے پیر فرش پر چلتا آگے آیا اور قدرے بے زاری سے کیمرے کا اسٹریپ گردن سے نکالا۔ بیک پیک ایک طرف پھینکا۔ وہ نیچے جا گرا۔ ماہر نے گہری سانس لی۔ جھک کے بیک پیک اٹھایا اور درست کر کے رکھا۔ پھر بتیاں روشن کیں۔

یہ اس کا سیاہ سفید سا اپارٹمنٹ تھا۔ اس اپارٹمنٹ سے ملتا جلتا جس میں وہ استنبول میں رہتا تھا۔ دو رنگوں کا ڈیکور۔ دنیا سے باقی سارے رنگ جیسے ختم ہو گئے تھے۔

(وہ یہ کردے گا۔ وہ میرے لیے ایسا کردے گا۔)

کھڑکیوں پر تڑاتڑ بوندیں گر رہی تھیں۔ باہر بالکونی کی ریلنگ بھی بھیگ چکی تھی۔ وہ باہر آ کھڑا ہوا اور بازو ریلنگ پر رکھ کے دور نیچے پھیلی رات دیکھنے لگا۔

(وہ کردے گا۔ وہ میرے لیے یہ کردے گا۔)

وہ الفاظ تھے یا کوئی پگھلا ہوا سیسہ۔ ماہر نے آنکھیں بند کیں۔ آسمانوں سے برستا پانی اس پر گرتا رہا۔ بال، چہرہ، ہڈی، سب بھیگتا جا رہا تھا۔ لیکن اندر لگی آگ کسی صورت بجھ نہیں پا رہی تھی۔

اسے کسی سے بات کرنی تھی۔

وہ واپس اندر آیا تو گیلے پیروں کے نشان لکڑی کے فرش پر بنتے گئے۔ اس نے نم ہاتھ سے موبائل اٹھایا اور کانٹیکٹ لسٹ کھولی۔

''یاسمین؟'' فرشتے کے لفظ پہ وہ رک گیا۔ اونہوں۔ وہ یاسمین سے بات کر نہیں سکتا تھا۔ اس نے ماہر کو مالا کی زندگی میں واپس جانے اور اسے کنفیوژ کرنے سے منع کیا تھا۔ لیکن وہ کنفیوژ نہیں ہوئی تھی۔ وہ واپس اسی شخص کے پاس جا رہی تھی جس سے وہ اتنی مشکل سے پیچھا چھڑا کے نکلی تھی۔ اس وقت اس میں یاسمین کی ڈانٹ سننے کا حوصلہ نہ تھا۔

وہ کانٹیکٹ لسٹ نیچے کرتا واپس بالکونی تک آیا۔ گیلے قدموں کے نشان اس کے ساتھ باہر تک آئے۔

بیربل سے بات کرنا فضول تھا۔ وہ ان معاملات میں اچھا ہوتا تو آج سنگل نہ ہوتا۔

وہ بالکونی میں شیڈ تلے رکھی کرسی پر بیٹھا اور پیر قینچی صورت میز پر رکھ لیے۔ ٹھنڈی ہوا گیلے بالوں سے ٹکراتی رہی۔ لیکن اس وقت اسے ٹھنڈ نہیں لگ رہی تھی۔

سبرینہ؟ اونہوں۔ وہ زیاد کی سابقہ محبت تھی۔ اور وہ مالا کو ناپسند کرتی تھی بالکل ایسے جیسے مالا سبرینہ کو ناپسند کرتی تھی۔

اندھیر بالکونی میں سر جھکائے بیٹھا ماہر ایک کے بعد ایک نمبر دیکھ رہا تھا۔ موبائل کی نیلی روشنی چہرے کو چمکا رہی تھی۔

وہ کس سے بات کرے جو اس کی بات سمجھ سکے؟ اسے نہیں چاہیے تھی ہلال کے لیے اس کی قربانی۔ اسے زیاد سلطان سے ایسی کوئی ڈیل نہیں کرنی تھی۔

وہ کس سے بات کرے جو اس کو الزام نہ دے؟ بلکہ اس کو مسئلے کا حل بتائے۔ وہ جو اس کو جج نہ کرے۔ وہ جس پہ اسے یہ بھروسہ ہو کہ وہ اس کے لیے وہ کرے گا جو وہ چاہتا ہو؟

ایک نمبر پر اس کا انگوٹھا ٹھہر گیا۔

صرف ایک شخص تھا جس کے پاس وہ تب جاتا تھا جب سارے دروازے بند ہو جاتے تھے۔

اس نے کال کا بٹن دبایا۔

یہ طے تھا کہ چاہے اسے پسند ہو یا نہ ہو، لیکن ماہر فرید کو ہمیشہ اسی کے پاس واپس جانا پڑتا تھا۔

''ہیلو؟'' عبدالمالک فرید کی سرد، بے تاثر سی آواز اسپیکر پہ سنائی دی۔

''مجھے تمہاری مدد چاہیے۔''

''میں سن رہا ہوں۔''

اس نے گیلے بال انگلیوں سے پیچھے کیے۔ پہلو بدلا۔ یہ ہمیشہ مشکل ہوتا تھا۔

''میں نے مالا سے کہا تھا وہ ہلال کو ڈھونڈنے میں میری مدد کرے۔''

وہ خاموشی سے سنے گئے۔

''زیاد جانتا ہے کہ وہ کہاں ہے۔ مجھے لگا شاید وہ زیاد سے پوچھ سکے یا...'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بالکونی کے سرے پر شیڈ ختم ہوتا تھا اور وہاں بارش کا پانی تڑتڑ برس رہا تھا۔ وہ پانی اور خشکی کی سرحد پہ آن رکا۔

''پھر؟''

''پھر آج اس نے کہا کہ زیاد ہلال کو واپس کر دے گا۔''

''کیوں؟''

''اس کے لیے۔ مالا کو واپس حاصل کرنے کے لیے۔'' وہ ایک ہتھیلی پھیلا کے ریلنگ تک لے گیا۔ پانی کی بوچھاڑ ہتھیلی سے ٹکرائی۔ تڑتڑتڑ۔ جیسے گولیاں سی برس رہی ہوں۔

''تم کیا چاہتے ہو؟''

''مجھے اس کی قربانی نہیں چاہیے۔ ایک زندگی کو بچانے کے لیے دوسری برباد نہیں کرنی۔ وہ ایک حیوان ہے۔ وہ اس کے پاس واپس چلی گئی تو وہ اسے مار دے گا۔''

''یہ بات تم نے اس سے کہی؟''

''اس نے کبھی میری بات مانی ہے؟''

''تم کیا چاہتے ہو؟''

''وہ ایک دفعہ پھر اپنی زندگی خراب کر لے گی۔ وہ دوبارہ اس سے پیچھا کیسے چھڑا...''

''تم کیا چاہتے ہو؟'' انہوں نے تم پہ زور دیا۔

ماہر نے گہری سانس لی۔ ہتھیلی واپس کھینچ لی۔ ٹھنڈی ہوا سے گیلے بال اور لباس سوکھنے لگے تھے۔

''میں زیادہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ لیکن وہ مجھے اس سے ملنے نہیں دینا چاہتی۔''

''تمہیں اس کی اجازت چاہیے؟''

''نہیں۔ اسی لیے تمہیں کال کر رہا ہوں۔'' وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''تم مجھے زیاد سلطان کو ڈھونڈ کے دو گے۔ اس کی ماں وین کوور میں کسی ہسپتال میں ایڈمٹ ہے۔ وہ اس سے ملنے آتا ہوگا۔ مجھے اس ہسپتال کا نام وغیرہ معلوم کر دو۔ آگے میں اسے ڈھونڈ لوں گا۔''

''شیور۔'' بلا تامل کہہ کے مالک فرید نے کال کاٹ دی۔

ماہر نے گہری سانس لے چہرہ اٹھایا۔ ریلنگ کے پار سیاہ رات اسی طرح بھیگ رہی تھی۔ بالآخر اس کے جلتے دل پہ بوجھ اتر گرنے لگی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس صبح مالا کی آنکھ فون کی تیز گھنٹی سے کھلی تھی۔

اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔

وہ کہاں تھی؟

پلکیں جھپکائیں۔ منظر واضح ہوا۔

وہ اپنے اسٹوڈیو اپارٹمنٹ کے کمرے میں تھی۔ کل شادی کا ایونٹ کور کرنے کے بعد تھکاوٹ ایسی ہوئی تھی کہ رات وہ گھر آ کے سوئی تو اٹھ نہ سکی۔ اسے آج اٹھنا بھی نہیں تھا۔ آج کے دن کے لیے اس نے جے پی سے ویسے بھی آف لے رکھا تھا۔

بدقت کہنیوں کے بل اٹھی اور فون دیکھا۔ کون صبح صبح کال کر رہا تھا؟

روبی۔ چار مسڈ کالز۔

اس کو اب کیا مسئلہ ہے؟ اس نے فون پرے ڈال دیا اور کروٹ بدل دی۔ آنکھیں بند کر کے پھر سے سونے کی کوشش کی۔ روبی کو یقیناً تمام تصاویر چاہیے تھیں۔ لیکن وہ پیسے لیے بنا نہیں دے سکتی تھی۔ ابھی تو ایڈیٹنگ بھی کرنی تھی۔ اف۔ لیکن وہ مطمئن تھی۔

روبی کی تصاویر بہت اچھی آئی تھیں۔ روبی اتنی خوش ہوئی تھی کہ اس نے چند تصاویر فوراً مالا سے واٹس ایپ کروالی تھیں۔ اس نے انہیں پوسٹ کرنا تھا۔ روبی کا دھیان سارا وقت تصاویر پہ لگا رہا تھا۔ خیر اسے کیا۔ لیکن اسے جاگ جانا چاہیے۔ روبی نے اسے ادائیگی کرنی تھی۔ اور وہ پیسے اس کے لیے بہت قیمتی تھے۔

وہ سست روی سے اٹھ بیٹھی۔ فون کھول کے سب سے پہلے زیادہ کا میسج چیک کیا۔ کوئی پیغام نہیں۔

''تم نے میری آفر کے بارے میں کیا سوچا؟'' الفاظ ٹائپ کر کے بھیجے۔ پھر جمائی روکتے ہوئے روبی کو کال ملائی۔

''مالا...'' اس نے پہلی گھنٹی پہ فون اٹھالیا۔ اس کی آواز قدرے بدلی ہوئی تھی۔

''ہیلو روبی۔ میں سو رہی تھی جب...''

''تم نے میرے ساتھ کیا کیا؟''

وہ اتنی زور سے چلائی تھی کہ الفاظ اس کے منہ میں رہ گئے۔ ساری نیند آنکھوں سے بھک سے اڑ گئی۔ وہ تیزی سے اٹھ بیٹھی۔

''کیا ہوا؟''

''تم نے ساری دنیا میں میرا تماشہ بنا دیا۔'' وہ چلاتے ہوئے رو رہی تھی۔

وہ جیسے بالکل گنگ رہ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

دماغ نے اس سب کو پروسیس کرنے کی کوشش کی۔

رات تک روبی ٹھیک تھی۔ سب اچھے سے ہوا تھا۔ روبی نے کئی دفعہ اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

''تم نے مجھے ایک مذاق بنا دیا۔'' روبی دھاڑیں مار کے رو رہی تھی۔ ''ساری دنیا مجھ پہ ہنس رہی ہے۔'' روبی کام ڈاؤن۔ مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے۔''

''وہ دیکھو جو میں نے بھیجا ہے۔'' وہ زور سے چلائی۔

مالا نے تیزی سے فون نیچے کیا۔ انباکس کھولتے ہوئے اس کی انگلیاں کپکپا رہی تھیں۔

روبی کی واٹس ایپ چیٹ میں بہت سے پیغامات آئے رکھے تھے۔اپر کیس لیٹرز میں لکھے پیغامات۔

مجھے کال کرو۔

ارجنٹ۔

واٹ از دس، مالا؟

نیچے چند لنکس تھے۔

اسے وہ سب دیکھنے اور سمجھنے میں چند منٹ لگے۔

گزشتہ رات روبی نے مالا کی کھینچی تصویریں جاتے ساتھ ہی اپنے انسٹاگرام پہ پوسٹ کر دی تھیں۔اس کے دوستوں اور رشتے داروں نے تصاویر کے نیچے بہت اچھے کمنٹس دیے تھے۔البتہ فنکشن میں آئے ایک مہمان نے جس کے ٹک ٹاک اکاؤنٹ پہ چند ہزار فالوورز تھے،روبی کی چند تصاویر کھینچی تھیں۔سامنے سے لی گئیں فون کیمرہ کی تصاویر۔ان تصاویر میں روبی موٹی دکھائی دیتی تھی۔ایسے کہ اس کی ڈبل تھوڑی واضح تھی۔پھر اس شخص نے اپنی کھینچی تصاویر اور مالا کی پروفیشنل کیمرے سے لی گئی تصاویر (جو روبی نے پوسٹ کی تھیں) کو ساتھ ساتھ جوڑ کے ٹک ٹاک پہ ایک ویڈیو ڈالی تھی۔

اس ویڈیو پہ لکھی عبارت کچھ یوں تھی۔

فوٹوگرافرز کا کمال۔وہ کسی کو کچھ بھی دکھا سکتے ہیں۔

ایک طرف مالا کی کھینچی تصویر تھی۔روبی سفید گاؤن میں کھڑی پیچھے مڑ کے دیکھ رہی تھی۔پوزنگ کا کمال تھا اور روشنی اندھیرے کے امتزاج کا۔اس جسم اور چہرہ پتلا لگ رہا تھا۔

دوسری جانب سامنے سے لی گئی تصویر تھی جس میں روبی مسکرا بھی نہیں رہی تھی۔اس کا ریسٹنگ فیس قدرے جھنجھلایا ہوا لگ رہا تھا۔فربہ جسم۔ڈبل تھوڑی۔پھولے گال۔مگر وہی لباس اور جیولری۔

یہ ویڈیو تین گھنٹے پہلے پوسٹ ہوئی تھی۔اور اس کو اب تک...مالا نے پلکیں جھپکائیں...دو ملین لوگ دیکھ چکے تھے۔اس کا دل ڈوبنے لگا۔

اس ویڈیو کے کمنٹ سیکشن میں سب اس موٹی لڑکی کو برا بھلا کہہ رہے تھے جو اپنے جسم سے خوش نہیں تھی اور یقیناً اس نے فوٹوگرافر کو خود کو پتلا دکھانے کے لیے کہا تھا۔لوگ اس کو بیوٹی اینڈ دی بیسٹ جیسے القابات دے رہے

تھے۔اور سب سے زیادہ وہ اس فوٹوگرافر کو گالیاں نکال رہے تھے جس نے کسی دلہن کی اِن سیکیورٹی کو استعمال کیا تھا۔

وہ کتنی ہی دیر وہیں بیٹھی رہی۔ چہرہ زرد پڑ رہا تھا۔سوشل میڈیا کی نفرت برداشت کرنا آسان نہیں تھا۔

کل جب روبی کی تصاویر اچھی آئی تھیں،تو اس کے دل نے خواہش کی تھی کہ کیا معلوم اس کا کام روبی کے دوستوں میں سے کسی کو پسند آئے اور وہ اس کو اپنے کسی ایونٹ کے لیے ہائر کرلیں۔ یوں یہ اس کی ایک سائیڈ جاب بن سکتی تھی۔اس ملک میں گزارا کرنے کے لیے اسے ایک دوسری جاب چاہیے تھی۔

لیکن یہ اتنا بھیانک نتیجہ...اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ یہ سب ہوگا۔

ایک بات طے تھی۔ یہ مالا کی زندگی کا پہلا اور آخری فوٹوشوٹ تھا۔

''روبی میری بات سنو...''

اس نے کال ملائی لیکن وہ کچھ سننے پہ تیار نہیں تھی۔

''تم نے مجھے غلط گائیڈ کیا۔تم نے مجھے وہ دکھایا جو میں نہیں ہوں۔''وہ رو رہی تھی۔

''روبی، میں نے وہی کیا جو تم نے کہا تھا۔''

''تم نے میرا تماشہ بنا دیا۔ میں موٹی ہوں۔تم نے میری اِن سیکیورٹی کے ساتھ کھیلا۔دوبارہ مجھے کال مت کرنا۔''

اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔وہ کہنا چاہتی تھی کہ میرے پیسے؟ لیکن اب کوئی بھی شے روبی کو اس کی بات سننے پہ مجبور نہیں کرسکتی تھی۔

اس نے دھیرے سے فون رکھا۔

یہ زیاد سلطان نے نہیں کیا تھا۔ یہ دنیا والوں نے کیا تھا۔

اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔سر میں بے انتہا درد اٹھنے لگا تھا۔

وہ کتنی دیر میٹرس پر بیٹھی رہی۔ ہلی نہیں۔ منہ بھی نہیں دھویا۔ پردے نہیں ہٹائے۔ دن کی روشنی کو اندر نہیں داخل ہونے دیا۔اس کی روم میٹ وہاں نہیں تھی۔ نہ جانے کہاں تھی۔اسے پرواہ نہیں تھی۔

وہ گم صم سی گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھی رہی۔نگاہیں دیوار پر مرکوز تھیں۔

اور تب ہی فون بجنے لگا۔وہ جانتی تھی کس کی کال ہوگی۔

''تمہاری کلائنٹ وائرل ہوگئی ہے۔تم نے دیکھا؟''وہ محظوظ سا کہہ رہا تھا۔

''دیکھ چکی ہوں۔پھر کیا کروں؟''اس کی آواز گیلی تھی۔بے اختیار گالوں کو چھوا۔گرم قطرے۔

''تم رو رہی ہو؟''ماہر چونکا۔

اس نے جواب نہیں دیا۔ہاتھ کی پشت سے گال رگڑے۔

وہ بھی چند لمحے کے لیے خاموش ہو گیا۔

''اس نے مجھے کال کی۔وہ رو رہی تھی۔میں نے اس کا دن برباد کر دیا۔''

''اور اس نے تمہارا۔''

''تم اندر سے خوش ہو رہے ہو گے۔تمہیں وہ سب پسند نہیں آیا تھا۔''

وہ دھیرے سے ہنس دیا۔وہ فون کان سے لگائے،اپنے سفید کچن میں کھڑا،گرائنڈر میں کافی بینز ڈال رہا تھا۔

''اگر یہ تمہارا بزنس ماڈل ہے تو مجھے اس پہ اعتراض کرنے کا حق نہیں۔وہ صرف میری رائے تھی۔''

''لیکن میں نے اس کو ایک meme بنا دیا۔''اس نے آنکھیں بند کر کے کنپٹی مسلی۔سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

''میری فیلڈ میں کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کانٹریکٹ کرنے کے بعد میں کلائنٹ کی ڈیمانڈ کے مطابق ڈیزائن بناتا ہوں۔''وہ سر جھکائے کافی مشین کو دیکھ رہا تھا جس سے نکلتی بھوری دھواں دار دھار کپ میں گر رہی تھی۔

''لیکن کلائنٹ تب تک اپنا ذہن بدل چکا ہوتا ہے۔اسے وہ ڈیزائن پسند نہیں آتا۔''

''پھر تم کیا کرتے ہو؟''

''میں وہی کرتا ہوں جو مجھے میرے باپ نے سکھایا تھا۔وہ ایک چیز جو ایک اچھا بزنس مین بننے کے لیے چاہیے ہوتی ہے۔''

وہ خاموشی سے سنے گئی۔

''بے حسی اور shamelessness۔میں بے حس ہو کے بہت بے شرمی سے کلائنٹ سے اپنے پیسے مانگتا ہوں۔میرا کلائنٹ دوسروں کے سامنے شرمندہ ہو یا اپنی ترجیحات بدل لے،یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔اگر میں نے وہی کیا ہے جو اس نے مانگا تھا تو اس کو میری رقم ادا کرنی ہے۔''

وہ کچھ نہیں بولی۔

''اگر تمہیں اس دنیا میں پیسے کمانے ہیں تو تمہیں بے حس بن کے shamelessly اپنا پیسہ وصول کرنا ہے۔

لحاظ اور مروت میں رہنے والوں کو ہر فیلڈ میں خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیا تم سن رہی ہو؟'' اس نے فون کان سے ہٹایا۔ کپ اٹھانے اور دودھ ڈالنے کی کھٹر پٹر میں وہ سن نہیں سکا کہ وہ کب کی کال کاٹ چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح ابھی دوپہر میں نہیں ڈھلی تھی جب روبی کے گھر کے دروازے پہ وہ آن کھڑی ہوئی تھی۔ زور سے گھنٹی پر انگلی رکھی اور پھر نہیں ہٹائی۔ یہاں تک کہ دروازہ کھلا اور ایک فربہ عورت دکھائی دی۔

''تم؟'' ناپسندیدگی سے اسے دیکھنے والی روبی کی ماں تھی۔

''روبی کو بلائیں۔ مجھے اس سے بات کرنی ہے۔" رک کے اضافہ کیا۔ "میں جانتی ہوں وہ ہنی مون پہ دو دن بعد جا رہی ہے۔'' وہ انہیں کسی بہانے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

خاتون گھورتے ہوئے ایک طرف ہٹ گئیں۔

وہ تیز قدموں سے ان کے پیچھے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ لمبا ٹرینچ کوٹ پہنے، بال کیچر میں باندھے، کراس باڈی بیگ ایک کندھے پر لٹکائے، وہ گردن دائیں بائیں گھما کے اسے تلاش کرنے لگی۔ اور پھر وہ اسے دکھائی دے گئی۔

اوپر ایک اجلا اجلا سفید سا لونگ روم تھا۔ بڑے صوفے پر روبی بیٹھی تھی۔ نائٹ سوٹ میں ملبوس۔ چہرہ سرخ گلابی تھا۔ گود میں آئس کریم کا بول رکھا تھا۔ میز پر بہت سے تحفے رکھے تھے۔ کچھ کھلے تھے۔ کچھ ابھی تک پیک شدہ تھے۔ روبی نے آہٹ پہ گردن موڑی۔ اسے دیکھ کے ماتھے پر بل پڑے۔ چمچہ پیالے میں پٹخ کے وہ تیزی سے کھڑی ہوئی۔

''تم!''

''مجھے اپنی پے منٹ چاہیے، روبی۔''

وہ اس کے عین سامنے آ کھڑی ہوئی اور سینے پر بازو لپیٹ لیے۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ سپاٹ۔ بے حس۔

''تم اب مجھ سے پے منٹ مانگ رہی ہو؟ اور وہ جو تم نے میرے ساتھ کیا؟''

''میری بات غور سے سنو۔ تم نے اور میں نے ایک کانٹریکٹ کیا تھا۔ تم نے مجھ سے جو ڈیمانڈ کیا تھا، وہ میں نے پورا کیا۔ تم نے کہا تھا تم موٹی ہو اور پتلی لگنا چاہتی ہو۔ کیا تم نے نہیں کہا تھا؟''

اس کی آواز پرسکون تھی۔ لیکن بلند تھی۔ روبی لب بھینچے گہرے سانس لیتی اسے گھورے گئی۔

''میرا کیمرہ ہر وقت آن تھا۔ میرے پاس تمہارے ان الفاظ کی ریکارڈنگز موجود ہیں۔ میرا سیکنڈ فوٹوگرافر گواہ

ہے۔تمہاری ماں گواہ ہے۔اگر تم نے مجھے ادائیگی نہ کی تو میں وہی کروں گی جو مجھے کرنا چاہیے۔''

''مثلاً؟''

''میں تنگ آ گئی ہوں اس شہر کے لوگوں سے یہ سنتے سنتے کہ وہ مجھے عدالت میں لے جا سکتے ہیں۔اس دفعہ عدالت میں جانے کی باری میری ہے۔''ایک انگلی سے سینے پر دستک دی۔

روبی کی ماں اس کے کندھے کے برابر آ کھڑی ہوئی۔اب وہ دونوں اسے ایک ہی جیسی نظروں سے گھور رہی تھیں۔

''تمہارے ساتھ جو ہوا، وہ تمہارے اس مہمان نے کیا۔اگر تمہیں کسی کو sue کرنا ہے تو اس کو کرو۔میں نے وہی کیا جو تم نے کہا تھا۔''بولتے بولتے سانس پھولنے لگا۔آنکھیں بھیگنے لگیں۔شاید وہ ماہر فرید جیسی بے حس نہیں ہو سکتی تھی۔

(ابھی نہیں رونا، مالا۔گھر جا کے رو لیں گے۔ابھی خود کو بے حس رکھنا ہے۔)

''مجھے میرے پیسے چاہئیں۔میری زندگی میں پہلے ہی بہت مسائل ہیں۔اگر تم نے مجھے میرے پیسے ادا نہ کیے تو میرے اندر ابلتا سارا لاوہ تم پہ آ گرے گا، روبی۔میں یہاں سے سیدھی اپنے وکیل کے پاس جاؤں گی۔''

(ابھی نہیں رونا، مالا۔)

پھر اس نے چہرہ اس کی ماں کی طرف موڑا۔

''میرے پاس اس شہر میں کام کرنے کا ورک پرمٹ ہے۔اور مجھے اپنے حقوق معلوم ہیں۔اپنی بیٹی سے کہیں میری رقم ادا کر دے۔''وہ ان کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔دل اوپر نیچے ہو رہا تھا۔وہ وکیل افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔لیکن اسے رونا نہیں تھا۔اس کو خود کو بے حس دکھانا تھا۔ایک اور الوژن ہی سہی۔

روبی کی ماں چپ چاپ وہاں سے چلی گئی۔چند لمحے بعد وہ واپس آتی دکھائی دی۔اس کے ہاتھ میں ایک پھولا ہوا لفافہ تھا۔

بہت سے آنسو اس کے حلق میں جمع ہونے لگے۔لیکن اسے ابھی نہیں رونا تھا۔

''تمہیں صرف اپنے پیسے چاہیے تھے۔کتنی بے حس ہو تم۔''روبی بھیگی گلہ آمیز آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''طلاق لینے والی عورت کو بے حس بننا پڑتا ہے۔''اس نے لفافہ زور سے تھاما اور ٹھک ٹھک سیڑھیاں اتری چلی گئی۔آنسو بالآخر آنکھوں سے بہہ نکلے تھے۔لیکن اب روبی اس کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔

یہ رقم اس رقم سے کافی کم تھی جو اسے جے پی کو ادا کرنی تھی۔ لیکن کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر تھا۔ ابھی اس کے پاس چند دن تھے۔ وہ کوئی نہ کوئی حل نکال لے گی۔ مالا ہمیشہ راستہ ڈھونڈ لیتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ سیدھی گھر نہیں گئی۔

فون رکھ کے وہ باتھ روم تک آئی۔ کافی دیر چہرے پر گیلے چھینٹے مارتی رہی۔ کچھ پانی پیروں پر بھی گر گیا۔ پھر اس نے اپنا چہرہ دیکھا۔ گلابی۔ رویا رویا چہرہ۔ اس نے برش اٹھایا اور کھینچ کھینچ کے بالوں میں چلانے لگی۔ بہت سا غصہ اور جارحیت اندر سے نکل کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی تھی۔ کس کے اونچی پونی بنائی، پیپر ٹاول سے چہرہ تھپتھپایا اور گیلے پیروں سے چلتی کمرے میں واپس آئی۔

اسے معلوم تھا اسے کیا کرنا ہے۔

وہ تھک گئی تھی ڈرتے ڈرتے۔ انسانوں سے۔ جنات سے۔ لوگوں کی باتوں سے۔ پیسے کے پیچھے بھاگنے سے۔ اس شہر کی عدالتوں سے۔

اس نے کھڑکی کھولی اور اس کے عین سامنے کرسی رکھ کے بیٹھ گئی۔ ایسے کہ سورج کی روشنی اس کے چہرے پہ پڑ رہی تھی۔ رینٹ والا کیمرہ واپس کر دیا تھا۔ سو موبائل کیمرہ سیٹ کیا۔ بنا کوئی فلٹر لگائے، مالا نے ریکارڈنگ آن کی۔ وہ تھک چکی تھی اپنے ہر عمل پہ فلٹر لگا لگا کے۔ اب فلٹر اتارنے کا وقت تھا۔

''میرا نام کشمالہ مبین ہے۔ اور میں ایک illusionist ہوں۔''

کیمرے کی اسکرین پر اس کا چہرہ روشنی میں سنہری گلابی سا دکھائی دے رہا تھا اور سبز آنکھیں کنچوں جیسی لگ رہی تھیں۔

"میں وہ فوٹوگرافر ہوں جس نے روبی کا فوٹو شوٹ کیا تھا۔ وہ فوٹوگرافر جس کو سب برا بھلا کہہ رہے ہیں، وہ میں ہوں۔"

اس کی آنکھیں خشک تھیں اور چہرہ سپاٹ۔

"میں ویڈنگ فوٹوگرافر نہیں ہوں۔ الوژن بناتی ہوں اور میری کلائنٹ نے مجھے ایک الوژن تخلیق کرنے کے لیے کہا تھا۔ وہ اپنی شادی کی تصاویر میں پتلی دکھنا چاہتی تھی۔ میں نے وہی کیا جو میک اپ آرٹسٹ اور کاسمیٹک سرجن کرتے ہیں۔ وہ عورتوں اور مردوں کی ان سیکیورٹیز کے ساتھ کھیل کے ان کو ویسا دکھا دیتے ہیں جیسا وہ دکھنا

چاہتے ہیں۔"

وہ اسکرین پہ موجود اپنے عکس کو دیکھ رہی تھی۔ حلقے۔ دانے۔ زرد رنگت۔ کسی ہیرے سے خالی کان اور گردن۔

" کیا میں نے کچھ غلط کیا؟ نہیں۔ میں نے وہ کیا جو اس نے مانگا تھا۔ میں نے اس کا وہ عیب چھپایا جو اس کو عیب لگتا تھا۔ میری نظر میں تمام عورتیں خوبصورت ہیں۔ لیکن آپ کی نظر میں نہیں ہیں۔ آپ لوگ..." اس نے انگلی سے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔ "آپ لوگ ہیں جنہوں نے خوبصورتی کے معیار کا تعین کیا ہے۔ آپ کو میرے جیسے ایکنی سے بھرے چہرے خوبصورت نہیں لگتے۔ آپ کو پھینی ناک، چھوٹے قد، سیاہ رنگت، موٹے جسم اور چھوٹی آنکھیں خوبصورت نہیں لگتیں۔"

اس نے سوچا تھا وہ نہیں روئے گی۔ لیکن آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔

" آپ کی نظروں میں خوبصورت لگنے کے لیے عورتیں کاسمیٹک سرجنز کے پاس جاتی ہیں۔ اور نہیں جا سکتیں، وہ میرے جیسے لوگوں کے پاس آ کے عارضی حل تلاش کرتی ہیں۔ آپ ہیں وہ culprit جو کی بورڈ کے پیچھے چھپ کے انسانوں کے چہروں کا مذاق اڑاتے ہیں۔" آواز رندھ گئی۔ ایک آنسو ٹپ سے گرا اور گال پر لڑھک گیا۔

"میرے اوپر الزام ڈالنے سے پہلے اپنے اندر جھانکیں۔ آپ لوگ دوسری عورتوں کو ان سیکیور کرتے ہیں۔ روبی کے جسم کا مذاق میں نے نہیں، آپ نے بنایا تھا۔ میں نے اس کو خوبصورت دکھایا تھا۔ آپ نے اس کے نام رکھے۔ آپ نے اس کو ہرٹ کیا۔ اگر کوئی اس سب کا ذمہ دار ہے تو وہ آپ لوگ ہیں۔"

اس کے گال تمتما رہے تھے اور آنسوؤں میں غصہ گھل گیا تھا۔

" مجھے اپنے کیے پہ کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ میرے اوپر کوئی debate شروع کرنے سے پہلے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھیں۔ روبی نے یہ سب آپ کے کمنٹس سے بچنے کے لیے کیا تھا۔ تاکہ کوئی اسے یہ نہ کہہ سکے کہ وہ شادی سے پہلے وزن کیوں نہیں کم کر سکی۔ رہی میں..." اس نے ہتھیلی کی پشت سے گال رگڑا۔

"میں ایک آرٹسٹ ہوں۔ میں وہی الوژن تخلیق کروں گی جو میرا کلائنٹ مجھ سے ڈیمانڈ کرے گا۔ روبی جیسی دس لڑکیاں مجھے کہیں کہ وہ کچھ اور دکھنا چاہتی ہیں، تو میں ان کی بات مانوں گی۔ یہ ان کی چوائس ہے۔ سو اگر آپ نے کسی کا مذاق اڑانا ہے تو آپ لوگ خود اپنا مذاق اڑائیں۔ آپ لوگ جو خود اپنی تصویریں فلٹر لگائے بنا پوسٹ نہیں کرتے۔ میرے لیے تمام انسان خوبصورت ہیں۔ سوائے آپ لوگوں کے جو دوسروں کے جسم کے عیوب تلاش کرتے ہیں۔"

اس نے بازو لمبا کیا۔ بٹن دبایا۔ ویڈیو بند ہو گئی۔

وہ موبائل ہاتھ میں لیے چند بٹن دباتی گئی۔ آنسو ٹپ ٹپ اسکرین پر گرتے گئے۔ اس نے اپنے اکاؤنٹ سے اس ویڈیو کو روبی کی وائرل ویڈیو سے جوڑا اور پوسٹ کر دیا۔ اب اس وائرل ویڈیو کو دیکھنے والے اس کی ویڈیو بھی دیکھ سکیں گے۔

پھر اس نے آنکھیں بند کیں۔ تین گہرے سانس لیے۔

میں کسی سے نہیں ڈرتی۔ مالا کو اب کسی فلٹر کی ضرورت نہیں ہے۔

موبائل کی ٹون پہ وہ چونکی۔ اسکرین روشن کی۔

زیاد سلطان کا میسج موصول ہوا تھا۔

''میں تمہاری آفر قبول کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

دل نے بے اختیار ایک دھڑکن مس کی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بیسمنٹ ہمیشہ کی طرح نیم تاریک تھی۔ لکڑی کا فرش۔ کھلا کمرہ۔ جتنا گھر اوپر تھا اتنا ہی نیچے تھا بس دیواریں اور دروازے نہ تھے۔ جیسے ایک طویل ہال ہو۔ ایک کونے میں ٹوائلٹ تھا۔ اور دوسرے میں کچن جو کاٹھ کباڑ سے بھرا تھا۔

ایک لکڑی کے ستون کے ساتھ وہ بیٹھی تھی۔ سر جھکائے، کاپی گھٹنوں پر رکھے وہ کاغذ پر رنگ بھر رہی تھی۔ گھنگریالے بال اس خاکے کو چھو رہے تھے جو کاغذ پہ بنا دکھائی دیتا تھا۔

ہلال کے اوپر چھت پہ کوئی چل رہا تھا۔ ہر قدم کے ساتھ نیچے دھمک سنائی دیتی۔ ایسی اونچی دھمک کہ لگتا چھت ابھی گرنے کو ہے۔ قدموں کی آواز بیسمنٹ کی سیڑھیوں کے دہانے تک آ رکی۔ پھر چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھلا۔

سیڑھیوں کے اوپر سے روشنی دکھائی دی۔ لمحے بھر کو بیسمنٹ روشن ہو گئی۔

وہ اندر داخل ہوا۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ روشنی کا راستہ رک گیا۔ اب بیسمنٹ میں صرف اس ایک بلب کی روشنی تھی۔

پھر قدم نیچے اترنے لگے۔ دھپ۔ دھپ۔ دھپ۔ ہر قدم کے ساتھ لکڑی چٹخنے کی آواز آتی۔ ہلال نے سر نہیں

اٹھایا۔اسی سکون سے صفحے پر پنسل رگڑتی گئی۔

''جانتی ہو، میں نے ہمیشہ تمہیں کیا سمجھا تھا؟''

وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا۔سیاہ پینٹ شرٹ پہنے، وہ الجھے الجھے بال لیے کھڑا تھا۔

ہلال گردن ترچھی کیے، آنکھیں اس کاغذ پہ جمائے ہوئے تھی۔

''ایک liability''۔زیاد اسی ستون کے دوسری طرف اکڑوں بیٹھ گیا اور ستون سے ٹیک لگالی۔اب اس کی ہلال کی طرف پشت تھی۔

''تم میرے لیے ہمیشہ سے ایک بوجھ تھیں۔''زیاد نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوا کی ننھی ڈبی نکالی۔

"ایک ایسا بوجھ جس کو میری ماں ساتھ لیے پھرتی تھی۔"

اس نے پیلی ڈبی کو اونچا اٹھا کے دیکھا۔شفاف پلاسٹک کے پار سفید گولیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

''اس بوجھ کے لیے مجھے ہمیشہ راستے کلئیر کرنے پڑتے تھے۔پاسپورٹس، ویزے، امیگریشن۔کیسے کیسے ہم تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے تھے۔اف۔''

اس نے ڈبی کو اوپر نیچے ہلایا۔گولیوں سے چھن چھن کی آواز آئی۔

''میں سوچتا تھا کہ تمہیں اس روز مر جانا چاہیے تھا۔جب میں نے تمہیں چھت سے نیچے پھینکا تھا۔''

ہلال نے جواب نہیں دیا۔وہ گردن ترچھی کیے، ہنوز کاغذ میں رنگ بھر رہی تھی۔

"لیکن تم بچ گئیں۔تم بہت ڈھیٹ تھیں۔"

اس نے "ٹک" کی آواز کے ساتھ ڈبی کا ڈھکن کھولا۔

''میں نے کئی موقعوں پہ تمہیں مارنے کا سوچا۔تم میری ماں کا جنون تھیں۔مگر میں جانتا تھا کہ جو وہ تم سے چاہتی ہیں، وہ کبھی نہیں ہو سکے گا۔''

اس نے ڈبی ہتھیلی پر انڈیلی۔بہت سی گولیاں باہر آ گئیں۔اس نے انگوٹھے سے تین گولیاں دبائیں، اور باقی واپس ڈبی میں گرا دیں۔

''لیکن آج پہلی دفعہ مجھے تمہارا کوئی استعمال دکھائی دیا ہے۔''

زیاد نے بنا پانی کے گولیوں کو منہ میں رکھا، پھر آنکھیں بند کر کے ان کو نگل گیا۔پھر ہلکا سا مسکرا کے گردن موڑی۔

وہ اسی طرح رنگ بھر رہی تھی۔

''ہم اس راستے کے اختتام پہ آن پہنچے ہیں، ہلال۔ تمہاری قید ختم ہونے والی ہے۔''

وہ مسکرا رہا تھا۔

''I know.'' اس کی آواز سرگوشی کی مانند تھی۔

''میں تمہیں مالا کے بدلے تمہارے بھائی کے حوالے کرنے لگا ہوں۔'' وہ غور سے اس کا جھکا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

ہلال کا قلم رکا۔ لیکن چہرہ نہیں اٹھایا۔

''I know.'' وہ واپس قلم چلانے لگی۔

وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ ایک سرد سی لہر ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔ کچھ تھا اس لڑکی کے بارے میں جو خوفزدہ کرتا تھا۔ اس نے اس کی ایک کلائی کو دیکھا جس میں ہتھکڑی بندھی تھی۔ پھر نگاہ اس کی کاپی تک گئی۔ زیاد نے چہرہ آگے کر کے کاغذ پہ جھانکا۔

وہ ایک لکڑی کا کمرہ بنا رہی تھی۔ ایک کونے میں ایک گھنگریالے بالوں والی ننھی لڑکی بیٹھی تھی جس کا چہرہ جھکا تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک آدمی بیٹھا تھا۔ اس سے رخ موڑے۔ ستون کے دوسری طرف۔ آدمی کا لباس سیاہ تھا اور... اس کا چہرہ بھیڑیے کے جیسا تھا۔

زیاد نے ایک دم کاپی اس کے ہاتھ سے جھپٹی۔ ہلال کو جھٹکا لگا۔ ہاتھ ہوا میں اٹھا دیے۔ پنسل کی نوک اس کی انگلی پر لگ گئی۔ لیکن زیاد سلطان نے نہیں دیکھا۔ اس نے کاپی کا صفحہ پھاڑا اور اس کے دو، پھر چار، پھر آٹھ ٹکڑے کر کے انہیں فضا میں اچھال دیا۔

''میری اسکیچ بک واپس کرو۔'' وہ اس کی جانب آنکھیں اٹھا کے غرائی۔ مٹھیاں بھینچ لیں۔ چہرہ سرخ ہوا۔

زیاد سلطان اٹھا، اور اسکیچ بک دور اچھال دی۔ وہ ہال کے دوسرے کنارے پر جا گری۔

''جاؤ۔ اٹھا لو۔'' اس نے طنز سے ایک نظر ہلال کی ہتھکڑی پہ ڈالی اور اس سے بندھی زنجیر پہ۔ وہ تین میٹر لمبی تھی۔ کیونکہ ٹوائلٹ دو میٹر دور تھا۔ اس سے آگے تک وہ نہیں جا سکتی تھی۔

وہ دھپ دھپ اوپر چڑھتا گیا اور وہ مٹھیاں بھینچے وہیں بیٹھی رہ گئی۔ گرم گرم آنسو گالوں پر لڑھکنے لگے۔

''ماہر بھائی۔'' اس کے لبوں سے بے بس سی کراہ نکلی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چند میل دور مالا کی کافی شاپ میں کونے والی کرسی میز پر بیٹھے ماہر فرید کے سینے میں درد کی ہوک اٹھی تھی۔

وہ لیپ ٹاپ سامنے رکھے، ائیر پوڈز کانوں میں گھسائے، ہاتھ ہلاتے ہوئے اسکرین پہ نظر آتے اشخاص کو کچھ سمجھا رہا تھا۔ چند کاغذ اور گرافک ٹیب سامنے رکھا تھا۔ ماتھے پر بل تھے۔ چہرے پہ جھنجھلاہٹ تھی۔ سیاہ ہڈی پہنے، جس کی ٹوپی پیچھے کو گری تھی، بکھرے بالوں اور بڑھی شیو کے ساتھ، وہ قدرے الجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

اور اسی وقت... وہ سینے کا درد۔ اس نے بے اختیار ہاتھ دل کے مقام پر رکھا۔ عجیب سا درد تھا۔ جس نے ایک لمحے کے لیے سب کچھ روک دیا ہو۔

"میں کچھ دیر بعد آتا ہوں۔" عجلت میں کہہ کے اس نے اسکرین فولڈ کر دی۔ ضبط سے لب بھینچے، سینے کو مسلتے دائیں بائیں دیکھا۔

اس صبح کافی شاپ ویران پڑی تھی۔ گو کہ چند ایک گاہک آ جا رہے تھے۔ اور کاؤنٹر پر باریستا بھی موجود تھی لیکن جب تک وہ نہیں آتی تھی، ماہر کے لیے وہ جگہ ویران ہی رہتی تھی۔

وہ کرسی دھکیل کے اٹھا اور آگے بڑھ گیا۔ مال کی راہداری عبور کر کے باتھ رومز تک آیا۔ وہاں قطار میں چار پانچ سنک لگے تھے جن کے پیچھے آئینے کی دیوار تھی۔ تازہ پھولوں کی مہک۔ زرد روشنیاں۔ اس نے جھک کے چہرے پر پانی ڈالا۔ پھر سر اٹھا کے اپنا عکس دیکھا۔ وہ ٹھیک تھا۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا۔ لیکن وہ درد۔ وہ ہنوز موجود تھا۔

جیسے... جیسے ہلال کو کہیں درد ہوا ہو۔ جیسے وہ اسے بلا رہی ہو۔

اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے ماہر فرید نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ کنپٹی کی رگ واضح ہونے لگی۔ وہ یہیں کہیں تھی۔ اس کے آس پاس۔ شاید اسی ملک میں۔ شاید کسی دوسرے ملک میں۔ اور اپنی تمام تر دولت اور اختیارات کے باوجود وہ ایک جادوگر کو تلاش نہیں کر سکا تھا۔

وہ واپس کافی شاپ تک آیا تو چہرے کے تاثرات مختلف تھے۔ لیپ ٹاپ کھولا اور کام کی تمام ونڈوز بند کیں۔ یہ کام... جس کی وجہ سے وہ بار بار پاکستان نہیں جا سکتا تھا۔ یہ کام جس میں وہ بار بار الجھ جاتا تھا۔ اسے اس کام سے بریک چاہیے تھا۔

کانوں میں ائر پوڈز واپس گھسائے اور ایک کال ملائی۔

ماتھے پر بل لیے، لب بھینچے، وہ اسکرین پہ جاتی گھنٹی دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ کال اٹھالی گئی اور ایک چہرہ دکھائی دیا۔

بوائے کٹ بالوں، اور کانوں میں سانپ والے ڈائمنڈ ائیر رنگز پہنے، گہری لپ اسٹک اور سیاہ آئی شیڈو والی

مسکراتی آنکھیں لیے کبیرہ سادان اس کے سامنے تھیں۔

''کیوں میرا وقت ضائع کر رہے ہو، ماہر فرید؟ میرے پاس تمہیں بتانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔''

وہ ڈریسر مرر کے سامنے فون کھڑا کیے، اس سے بات کرتے ہوئے ساتھ ساتھ جیولری اتار رہی تھیں۔ ان کے ہاں رات تھی۔ وہ غالباً ابھی کسی پارٹی سے لوٹی تھیں۔

''مجھے عالیان کو ڈھونڈنا ہے۔'' وہ آگے کو جھکا۔

''جس کو میں اتنے برس سے نہیں ڈھونڈ سکی، اسے تم کیسے ڈھونڈ لو گے؟'' مسکراتے ہوئے وہ بریسلیٹ کھول رہی تھیں۔ آواز میں سب کچھ تھا۔ طنز۔ ملال۔ ہوک۔

"میری طرف دیکھیے، مسز کبیرہ سادان۔"

ائیر رنگز کانوں سے نکالتے ہوئے انہوں نے اسکرین کو دیکھا۔ وہ ہڈی کی ٹوپی پیچھے گرائے، بڑھی شیو اور ماتھے پر بکھرے بالوں والا نوجوان سنجیدہ تھا۔

"میری بہن یہیں کہیں ہے۔ میرے قریب۔ میں اسی درد سے گزر رہا ہوں جس سے آپ اتنے برس گزری ہیں۔ مجھے اس کو ڈھونڈنا ہے۔ اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے۔"

اس کی آنکھوں میں گلابی سی نمی اتر آئی تھی۔ کبیرہ نے دوسرا ائیر رنگ اتارتے ہوئے چچ کی آواز نکالی۔

''تمہاری بہن اب تک مر چکی ہوگی۔''

''عالیان زندہ ہے تو وہ کیوں مر چکی ہوگی؟''

وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر مرسلر واٹر کے وائپس کا پیکٹ کھولا اور ایک وائپ نکالا۔

"میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟" آنکھیں بند کر کے وائپ ایک آنکھ پر رکھ دیا۔ وہ مسکارے کو گھولنے لگا۔

''آپ نے کہا تھا کہ عالیان آپ کو کسی کی دعا سے ملا تھا۔ میں اس شخص کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔''

''میں نہیں بتا سکتی۔ کچھ باتیں راز ہی رہنی چاہئیں۔'' وہ بند آنکھ پر وائپ رکھے رکھے بولیں۔ ماہر نے بہت ضبط سے پہلو بدلا۔ اس کی کہانی کے تمام کردار اس سے بہت فاصلے پر تھے۔ وہ ان کے پاس جا کے، ان کی کنپٹی پر پستول رکھ کے ان سے اپنی مرضی کا جواب نہیں اگلوا سکتا تھا۔

"پلیز۔ مسز کبیرہ۔" اس نے آواز کو بدقت نرم رکھا۔ ''زندگی میں کبھی آپ کو بھی مجھ سے کام پڑ سکتا ہے۔ میں ماہر فرید ہوں۔ میں احسان کرنے والوں کو بھولا نہیں کرتا۔''

انہوں نے دھیرے سے وائپ ہٹایا۔ آنکھ مسکارے اور آئی شیڈو سے صاف تھی اور وائپ سیاہ پڑ چکا تھا۔ دوسری آنکھ ویسی ہی تھی۔ وہ مختلف آنکھیں ایک ساتھ عجیب سی لگ رہی تھیں۔

''ہماری ایک رشتے دار تھی۔ ایک غریب رشتے دار۔ وہ ایک زمانے میں کسی کی نوکرانی ہوا کرتی تھی۔'' اب وہ دوسری آنکھ پر نیا وائپ رکھ کے دبائے ہوئے تھیں۔

"وہ ایک پیر صاحب کی مریدن تھی۔ میں نے ان پیر صاحب کے پاس جا کے دعا کروائی تھی کہ میری شادی سادان سے ہو جائے۔ لیکن وہ جادوگر نہ تھا۔ نیک آدمی تھا۔"

"وہ کون تھا؟ کہاں رہتا تھا؟ نام کیا تھا اس کا؟" وہ بنا سانس لیے پوچھتا گیا۔

ان کی دونوں آنکھیں صاف ہو چکی تھیں اور اب وہ مرسلر واٹر چہرے پر ٹپکاتے ہوئے باقی سنگھار کو اتار رہی تھیں۔

''لوگ اس کو سرکار کہتے تھے۔''

وہ جہاں تھا سناٹے میں رہ گیا۔ ایک لمحے کے لیے ساری شاپ، سارا مال خاموش ہو گیا۔

''سرکار...'' وہ بڑبڑایا۔ سینے میں اٹکی سانس بحال ہوئی۔

''وہ اس وقت کہاں ہو گا؟''

''وہ مر چکا ہے۔ کئی برس پہلے۔ عالیان کے پیدا ہونے سے بھی پہلے۔''

''مر چکا ہے؟'' اس کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ آنکھوں میں بے یقینی اتری۔

''اوہ ماہر فرید...'' کبیرہ بیگم ترس سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرائیں۔ اب ان کا چہرہ میک اپ سے عاری تھا۔ ''میں نے بہت لوگوں پہ جادو کروائے ہیں۔ اور مجھے اس پہ کوئی شرمندگی نہیں۔ میں نے طلاقیں بھی کروائی ہیں اور رشتے بھی۔ لیکن وہ آدمی اللہ کا نیک بزرگ تھا۔ اس نے عمل یا جادو نہیں کیا تھا۔ اس نے میرے لیے دعا کی تھی۔"

"دعا کے پیسے دیے تھے آپ نے؟"

کبیرہ بیگم کی مسکراہٹ سمٹی۔ ''ہاں۔ وہ تو ہدیہ ہوتا ہے۔ دینا ہی ہوتا ہے۔ لیکن انہوں نے مانگا نہیں تھا۔''

"پھر آپ کو کیسے معلوم کہ اس نے دعا ہی کی تھی یا کچھ اور؟"

"وہ... وہ نیک بزرگ تھے اور..."

''کسی کا دل اندر سے چیر کے دیکھا ہے آپ نے کبیرہ بیگم؟''

وہ ایک لمحے کے لیے کچھ بول نہ سکیں۔

"وہ کہاں رہتا تھا؟ اس کے آستانے پر اب کوئی تو ہوگا۔ اس کی گدی کسی نے سنبھالی ہوگی۔ کوئی شاگرد۔ کوئی مرید۔ جس نے اس کا نام اپنا لیا ہوگا۔"

"میں نہیں جانتی۔ میں کبھی دوبارہ وہاں نہیں گئی۔" انہوں نے شانے اچکا دیے۔ اب وہ انگوٹھیاں ایک ایک کر کے اتار رہی تھیں۔

''وہ رشتے دار جس کے ذریعے آپ اس تک گئی تھیں... وہ کون تھی؟''

''یہ میں نہیں بتا سکتی۔ نہ بتاؤں گی۔ وہ نیک لوگ ہیں۔ اور مجھے نیک لوگوں سے ڈر لگتا ہے۔'' پھر مسکرا کے چار انگلیاں ہلا دیں۔ ''بائے بائے۔'' اور اسکرین سیاہ ہوگئی۔

اس نے اف کہہ کے مٹھی بھینچ لی۔ سینے کا درد اب عنقا ہو چکا تھا۔ لیکن بے بسی بڑھ گئی تھی۔

لیپ ٹاپ کی اسکرین فولڈ کی تو سامنے دیوار پر لگے شیلف میں موجود شیلڈ ن دکھائی دیا۔ سفید گملے کے نیچے سے کچھ جھانک رہا تھا۔ وہ چونکا۔ پھر تیزی سے اٹھ کے اس طرف آیا۔ دو انگلیوں سے گملے کے نیچے رکھا نوٹ نکالا۔

مالا کی لکھائی میں تحریر تھا۔

''کیا سارے شہر کی کافی شاپس ختم ہوگئی ہیں جو تم روز یہاں چلے آتے ہو؟''

وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔ تنے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ جیب سے قلم نکال کے اس کاغذ کی پشت پر کچھ لکھا اور اسے گملے تلے رکھ دیا۔

چند منٹ گزرے تھے کہ مخصوص قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ اس کے آنے سے پہلے باخبر ہو جایا کرتا تھا کہ وہ آ رہی ہے۔ وہ سر جھکائے واپس کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ چاپ قریب آ گئی۔ ساتھ ہی اس کا گڈ مارننگ سنائی دیا۔ وہ اس سے نہیں کہہ رہی تھی۔ وہ اندر آتے ساتھ ہی سب کو گڈ مارننگ کہا کرتی تھی۔ ماہر نے نگاہ اٹھا کے دیکھا۔ ایپرن ایک بازو پر دوہرا کر کے ڈالے، وہ مسکرا کے سب کا حال احوال پوچھتی کاؤنٹر تک آ رہی تھی۔ بالوں کو فرنچ چوٹی میں باندھے، وہ تازہ دم لگ رہی تھی۔ اس کی میز کے قریب لمحے بھر کو رکی۔ آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔ سوالیہ ابرو اٹھایا جیسے وہی پوچھ رہی ہو جو نوٹ پر تحریر تھا۔

ماہر فرید نے بیٹھے بیٹھے شانے اچکا دیے اور ابرو سے اپنے کافی کے خالی کپ کی طرف اشارہ کیا۔ مالا نے افسوس

سے سر دائیں بائیں ہلایا اور کاؤنٹر کی طرف چلی گئی۔

وہ اپنی چیزیں رکھ چکی اور ایپرن اور کیپ پہن چکی تو وہ اٹھ کے کاؤنٹر تک آیا۔ دونوں کہنیاں سیاہ ماربل ٹاپ پر رکھے، آگے کو جھکے، سادگی سے اپنا آرڈر دہرایا۔

''ایک ڈارک روسٹ۔ میڈیم۔ ون ملک۔ نو شوگر۔''

سر جھکائے، دراز میں کچھ سیٹ کرتی مالا نے آنکھیں اٹھا کے اسے گھورا۔ پھر سر جھٹک کے کی بورڈ پر انگلیاں چلانے لگی۔

"میں نے تمہاری ویڈیو دیکھی۔ اچھی تھی۔"

سر جھکائے اس نے مسکراہٹ ضبط کی۔

"ویڈیو کے نیچے کمنٹس نہیں دیکھے؟ وہ اچھے نہیں تھے۔"

وہ سارا راستہ ان کو پڑھتی آئی تھی۔ گالیاں۔ بددعائیں۔ صلواتیں۔ لوگوں نے اسے بری طرح سے رگڑ دیا تھا جیسے۔ وہ اس فوٹوگرافر کو جو عورتوں کی ذہنی صحت کے ساتھ کھیل رہی تھی، ہر بری بات کہہ چکے تھے جو ڈکشنری میں موجود تھی۔

" کمنٹس سے کیا ہوتا ہے؟ کمنٹ کرنے والے فارغ لوگ ہوتے ہیں جن میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ سامنے آ کے یہی بات کہہ سکیں۔"

" کارڈ یا کیش؟" اس نے نگاہ اٹھا کے پوچھا۔ وہ سنجیدہ لگ رہی تھی۔

" کارڈ۔ اور وہ جھوٹ بول رہا ہے۔" والٹ سے کارڈ نکال کے سامنے کیا۔ ''وہ ہلال کو کبھی نہیں چھوڑے گا۔ تمہارے لیے بھی نہیں۔''

مالا نے خاموشی سے کارڈ مشین اس کے سامنے کر دی۔ ماہر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کارڈ اس پر رکھا۔ ٹوں کی آواز آئی۔

"پلیز مالا۔ اس پر بھروسہ کر کے اس سے کوئی ڈیل مت کرنا۔ اغوا کیے بچے کو کوئی نہیں چھوڑتا۔"

''تمہیں رسید چاہیے؟'' بے تاثر آنکھوں کے ساتھ پوچھا۔ ماہر فرید کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''نہیں۔ مجھے انوائرمنٹ کا بہت احساس ہے۔'' اسے غصہ آ رہا تھا۔

مالا نے شانے اچکا دیے۔ اور رسید پرنٹ کیے بنا کاؤنٹر پر آگے کی طرف چلتی گئی جہاں کافی بنانے کی مشینیں،

بلینڈرز اور جگ وغیرہ پڑھے تھے۔ دوسری باریستا پیچھے شیلف میں رکھی چیزیں درست کر رہی تھی۔ ماہر کی کافی اسے ہی بنانی تھی۔

''تم ہلال کے لیے اپنی زندگی کا سودا نہیں کر سکتیں۔'' وہ بھی کاؤنٹر پر اسی طرف چلتا آیا جہاں وہ کھڑی تھی۔ ان کے درمیان اب بھی مشینوں، اور سیرپ کی بوتلوں کی باڑ تھی۔

''تم پھر مجھے بتا رہے ہو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں۔'' مالا نے پلاسٹک کپ ایک مشین کے نیچے کیا اور بٹن دبایا۔ گرم بھوری دھار اندر گرنے لگی۔

" کیونکہ وہ تمہیں مار دے گا۔"

ساری دنیا ایک لمحے کے لیے جیسے ساکن ہو گئی۔ وہ ماہر کی طرف پشت کر کے کھڑی مشین سے کافی نکال رہی تھی۔ وہ اس کے ہاتھ دیکھ سکتا تھا۔ وہ کپکپائے تھے۔

"وہ مجھے کبھی نہیں مارے گا۔" اگلے ہی لمحے وہ اسی سکون سے مڑی اور چہرہ جھکائے اس کا کپ اپنے سامنے رکھا۔

"وہ آدمی ایک ذہنی مریض ہے، مالا۔ جس دن اسے موقع ملا، وہ تمہیں مار دے گا۔" اس کے لہجے میں اب فکرمندی تھی۔

کریم ڈالتے اس کے ہاتھ پھر سے لرزے۔ لیکن اس نے ٹھک سے ڈھکن بند کیا، اور آواز کے ساتھ کپ اس کے سامنے رکھا۔

''ون ڈارک روسٹ۔ ون کریم۔ نو شوگر۔'' وہ اب اسے دبے دبے غصے سے دیکھ رہی تھی۔ چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا، ایک جا رہا تھا۔

''وہ... تمہیں... مار دے گا۔'' کپ اٹھاتے ہوئے ماہر نے اس کی آنکھوں میں جھانک کے کہا تھا۔

وہ پلٹ گئی۔ اور کوئی ایسا کام کرنے لگی جو اس وقت ضروری نہیں تھا۔

وہ واپس اپنی میز پہ آن بیٹھا اور لیپ ٹاپ کھول دیا۔ ذہن البتہ وہیں الجھا تھا۔

وہ کنکھیوں سے دیکھ سکتا تھا کہ وہ اپنی جگہ پر آ کے کھڑی ہوئی تھی۔ پھر کچھ سوچ کے فون نکال کے کسی کو کال ملانے لگی۔ پھر جھنجھلا کے فون کان سے ہٹایا اور دائیں بائیں دیکھا۔ چند لمحے تذبذب سے کھڑی رہی۔ پھر کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کے اس کی طرف آئی۔

"اپنا فون دو۔" رکھائی سے کہتے ہوئے ہاتھ بڑھایا۔

ماہر فرید نے بہت حیرت سے چہرہ اٹھایا۔

" کشمالہ مبین کو میری مدد کی ضرورت ہے؟"

"پیکج ختم ہو گیا ہے میرا۔ ماہی کو کال کرنی ہے۔ ضروری ہے۔"

اس نے مسکرا کے موبائل اَن لاک کیا اور اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ وہ اسے انہی نظروں سے گھورتی ہوئی فون لیے کاؤنٹر کی طرف چلی گئی۔ وہ اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا لیکن وہ دیکھ سکتا تھا کہ وہ بار بار ایک نمبر ملا رہی ہے۔ لیکن شاید رابطہ نہیں ہو سکا۔ چند لمحے بعد اس نے فون واپس اس کی میز پر رکھا۔

''ہمیشہ کی طرح ماہر فرید کے ہونے کا مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔'' اسی لہجے میں کہہ کے وہ مڑنے لگی تھی جب وہ بول اٹھا۔

''وہ ہلال کو کبھی زندہ واپس نہیں کرے گا۔''

وہ ٹھہر کے اسے دیکھنے لگی۔

وہ کرسی دھکیل کے اٹھ رہا تھا۔

''کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس لمحے ہلال مجھے ملی...'' سر جھکائے ساتھ ساتھ اپنی چیزیں سمیٹنے لگا۔ ''میں پولیس کے پاس جاؤں گا۔ میں ہلال سے ہر اس شخص کی شناخت کرواؤں گا جو اس جرم میں ملوث تھا۔ اور میں ہر اس شخص کو جیل میں بھیجوں گا، مالا۔'' اس نے تمام چیزیں بیک پیک میں رکھیں۔ اسے کندھوں پر پہنا۔ اور کافی کا گرم کپ ہاتھ میں اٹھایا۔ پھر اس کو دیکھا جو سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔

''وہ ابھی تک اپنے جرائم کا کوئی نشان چھوڑے بغیر زندگی گزارتا آ رہا ہے۔ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس کی سزا اسے جیل کی صورت میں ملے۔ وہ اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے گا۔ تمہیں واپس حاصل کرنے کے لیے بھی نہیں۔'' سنجیدگی سے کہہ کے، کافی کپ لیے وہ آگے بڑھ گیا۔

وہ واپس کاؤنٹر کی طرف بڑھی، لیکن ٹھہر گئی۔ کچھ سوچ کے شیلف میں رکھے شیلڈن تک آئی۔ گملے کے نیچے سے نوٹ نکالا۔

ایک طرف اس کا اپنا پیغام تحریر تھا۔

''کیا سارے شہر کی کافی شاپس ختم ہو گئی ہیں جو تم روز یہاں چلے آتے ہو؟''

مالا نے نوٹ پلٹایا۔ پشت پر لکھا تھا۔

"حالانکہ تم ہمیشہ میری ڈارک روسٹ میں دو شوگر ایکسٹرا ڈالتی ہو۔"

وہ مسکرا دی۔ اور کندھے اچکا کے نوٹ مروڑ کے ایپرن کی جیب میں ڈال دیا۔

مال کی راہداری میں آگے بڑھتے ماہر فرید نے کافی کپ سے گھونٹ بھرا۔ اف۔ وہ میٹھی تھی۔ ہمیشہ کی طرح۔ افسوس سے سر جھٹک کے کپ کو قریب رکھے ٹریش کین میں اچھالا اور ابھی آگے بڑھا ہی تھا کہ موبائل بجنے لگا۔

شاید ماہی کر رہی تھی۔ اس نے مسڈ کال اب دیکھی ہو گی۔ لیکن موبائل نکالا تو مالک کا نام جگمگا رہا تھا۔

"کچھ معلوم ہوا؟" اس نے تیزی سے موبائل کان سے لگایا۔

"ہاں۔ زیاد کی ماں کس ہسپتال میں ہے، یہ معلوم ہو گیا ہے۔"

بالآخر اس کے لبوں پر گہری مسکراہٹ اتر آئی۔ اسے معلوم تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

زیاد کی ماں کے ہسپتال جانے سے قبل وہ اپارٹمنٹ واپس آیا تھا۔ لباس تبدیل کیا۔ سیاہ پینٹ کے ساتھ ہم رنگ ڈریس شرٹ پہنی۔ اوپر سیاہ کوٹ۔ بال جیل لگا کے سمیٹے۔ اب وہ اس انٹرپرونیر کی بجائے جو کافی شاپ سے کام کرتا تھا، ایک ایسا شخص لگ رہا تھا جو ہسپتال کسی مریض کی عیادت کے لیے جا رہا تھا۔ پھول اس نے راستے سے لے لیے تھے۔ اور نگینہ سلطان کا روم نمبر اس کو ریسپشن سے باآسانی معلوم ہو گیا تھا۔

وہ ایک سفید اور روشن کاریڈور تھا۔ وہاں پرائیوٹ رومز تھے۔ اس نے استعجاب سے دائیں بائیں دیکھا۔ یہ کافی مہنگا ہسپتال تھا۔ زیاد کے پاس اتنا پیسہ تھا کیا؟ انٹرسٹنگ۔

ایک کمرے کے سامنے رک کے اس نے دستک دی۔

"یس؟" نسوانی آواز سنائی دی۔

اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ وہ عام دھاتی ہینڈلز کی نسبت گرم تھا۔ یا شاید اسے محسوس ہوا تھا۔

ہینڈل گھمایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔

بستر پر ایک نالیوں میں جکڑی بوڑھی عورت آنکھیں موندے سو رہی تھی۔ آکسیجن ماسک۔ نالیاں۔ مشینوں کی بپ بپ۔ سامنے کاؤچ پر ایک دوسری عورت بیٹھی تھی۔ موٹی چوٹی۔ سادہ شلوار قمیص۔ بھرے بھرے جسم والی۔ سانولی رنگت۔ کالی آنکھیں۔ گھنے ابرو۔ اس نے عام سے انداز میں نگاہ اٹھا کے چوکھٹ میں کھڑے ماہر

فرید کو دیکھا۔

اور اگلے ہی لمحے وہ کرنٹ کھا کے اٹھی۔

"جج... جی؟" اس کی رنگت اتنی تیزی سے بدلی جتنی تیزی سے برف باری بھی سبزہ زار کو سفید نہیں کرتی۔ ہونٹ کھل گئے۔ پلکیں جھپکنا بھول گئیں۔

چوکھٹ میں کھڑے ماہر فرید کے چہرے پر ایک معذرت خواہانہ سا تاثر ابھرا۔

''آپ نگینہ سلطان کی کیئر ٹیکر ہیں غالباً؟'' وہ اردو میں پوچھ رہا تھا۔ مہذب۔ شائستہ۔

اندرانی نے بنا پلکیں جھپکائے اثبات میں سر ہلایا۔

''کیسی ہیں مسز سلطان؟'' ماہر نے ایک افسوس بھری نگاہ ان پر ڈالی۔ اندرانی نے اس کی نگاہ کا تعاقب کیا۔ وہ سیدھی لیٹی تھیں۔ آنکھیں بند تھیں۔ دونوں بازو گاؤن سے باہر تھے۔ جو رخ ماہر کی طرف تھا، وہ بازو صاف تھا۔ قابیل کا نشان دوسری طرف تھا۔ اندرانی بوجھل قدموں سے چلتی تیزی سے دوسری طرف آن ٹھہری۔

''ٹھیک ہیں۔'' لحاف ٹھیک کرتے ہوئے جھکی اور ان کے بازو کو ڈھانک دیا۔ نشان چھپ گیا۔

''سوری میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔ مجھے...'' وہ کھنکھارا۔ ''زیاد سے ملنا ہے۔'' وہ اس نشان کو نہیں دیکھ سکا تھا۔ وہ اندرانی کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا جو وہ جھکائے ہوئے تھی۔ جیسے اس سے نگاہیں چرا رہی ہو۔

''وہ... یہاں نہیں ہے۔''

''کب آئے گا؟''

''پپ... پتہ نہیں۔'' اندرانی کو ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے۔ لحاف درست کر کے وہ ایک کونے میں جا کھڑی ہوئی۔ ڈرتے ڈرتے ماہر کی طرف نگاہ اٹھائی۔ وہ پتلیاں سکوڑے غور سے اس کو دیکھ رہا تھا۔

''زیاد کو کال کرو۔ اسے کہو کوئی اس سے ملنا چاہتا ہے۔'' اس کے لہجے میں تحکم در آیا۔

''او کے۔ او کے۔'' اس نے تیزی سے سر ہلایا۔ پھر موبائل نکالا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ کچھ تھا اس کے انداز میں جو وہ کھٹکھا۔ وہ اتنی پریشان کیوں تھی؟ اور شاید خوفزدہ بھی۔

موبائل کان سے لگاتے ہوئے وہ انہی ہراساں نظروں سے ماہر کو دیکھے گئی۔ اسپیکر آن تھا۔ دوسری طرف وائس میل کا میسج سنائی دینے لگا۔ جیسے ہی ٹون بجی۔ وہ میسج ریکارڈ کرنے لگی۔

''زیاد... زیاد صاحب... ہسپتال آ جائیں۔'' تھوک نگلا۔ ''ماہر فرید آپ سے ملنے آیا ہے۔''

ماہر نے تعجب سے ابرو اٹھایا۔ وہ اس کا نام جانتی تھی۔ وہ اس کو جانتی تھی۔

''میں نے پیغام ریکارڈ کروا دیا ہے۔ اب آپ جائیں۔ پلیز۔'' وہ اسی گھبراہٹ سے کہہ رہی تھی۔ ''مریض ڈسٹرب ہو رہی ہیں۔''

''میں کہیں نہیں جا رہا، بی بی۔ میں باہر بیٹھا ہوں۔ زیاد کو ہر چند منٹ بعد کال کرو اور اسے بتاؤ کہ میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔ بلکہ...'' موبائل نکال کے اسکرین روشن کی۔ ''مجھے اس کا نمبر لکھواؤ۔''

وہ اٹک اٹک کے نمبر بتانے لگی۔ نمبر محفوظ کر کے اس نے کال کا بٹن دبایا۔ وہی وائس میل۔

باہر نکلنے سے پہلے ماہر نے ایک گہری نگاہ اس پر ڈالی اور پھر اس کمرے کو گردن گھما کے دیکھا۔

دائیں بائیں۔ اوپر نیچے۔ کچھ تھا اس کمرے کی فضا میں۔ کچھ تھا جو... اس نے سر جھٹکا۔ زیاد سلطان جادو میں ملوث تھا۔ اس کے اثرات یقیناً اس کے گھر والوں تک آئے ہوں گے۔

وہ باہر نکل گیا۔ اندرانی خوف سے اسے جاتے دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔

کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ اس کا چہرہ نیم تاریک سا دکھائی دے رہا تھا۔ باہر اس سے زیادہ تاریکی تھی۔ ایک خاموش پراسرار رات۔

مالا نے ایک نظر اپنے لباس کو دیکھا۔ نیلا اور سبز ٹائی اینڈ ڈائی لمبا فراک نما میکسی۔ کلائی سے آستین تنگ تھے اور ان پر گول گول بٹن لگے تھے۔ گردن میں فاختہ والا نیکلیس تھا۔ بال اونچی پونی میں باندھے تھے۔ کانوں میں ٹاپس پہنے۔ ہلکا میک اپ کیے۔ وہ اب ہونٹوں پر لپ اسٹک لگا رہی تھی۔ پھر پونی کو ہاتھ میں پکڑ کے ہاتھ نیچے تک لائی۔ اسے چھوڑ دیا۔ وہ دائیں بائیں جھول کے ساکت ہو گئی۔

مالا نے سینے پر ہاتھ رکھا۔ دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔

کیا وہ درست کرنے جا رہی تھی؟

کیا اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ تھا؟

اپنا عکس دیکھتے ہوئے اس نے تھوک نگلا۔ پھر پرس کا اسٹریپ کندھے پر پہنا۔ ہاتھوں میں لرزش تھی۔

پھر وہ اپنے بیڈ تک آئی۔ تمام چیزوں کی ترتیب جوڑی۔ موبائل پرس میں رکھا۔ ایک کیبن سائز ٹرالی بیگ کا

ہینڈل پکڑا اور اسے اپنے ساتھ چلاتے ہوئے باہر نکلی۔

باہر ٹھنڈی ہوا تھی۔ اس کے بال پیچھے کو اڑنے لگے۔ دور پارکنگ ایریا میں وہ ایک سیاہ کار دیکھ سکتی تھی۔ وہ اس سے ٹیک لگائے زیاد سلطان کو بھی دیکھ سکتی تھی۔ اس نے سوچا تھا اب اسے اسے شخص سے ڈر نہیں لگتا۔ لیکن وہ غلط تھی۔ اسے ڈر لگتا تھا۔ اسے ڈر لگ رہا تھا۔

وہ جو کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ رہا تھا، اسے دیکھ کے سیدھا ہوا۔ وہ قدم قدم چلتی اس کے سامنے آ رکی۔ بیگ کے ٹائرز کی زمین پر رگڑنے کی آواز بھی رک گئی۔

تاریک رات میں وہ دونوں چند لمحے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

''تم واقعی آ گئیں۔'' وہ جیسے بے یقین تھا۔

''میں نے اپنے حصے کا وعدہ پورا کیا ہے، زیاد۔ اب تم اپنے حصے کا کرو۔'' وہ سنجیدہ تھی۔ پونی دائیں بائیں جھول رہی تھی اور آنکھیں بے تاثر تھیں۔

زیاد نے اثبات میں سر ہلایا۔

''میں تمہیں ہلال کے پاس لے جانے کے لیے تیار ہوں۔ کیا تم میرے اوپر بھروسہ کر کے میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو؟''

اس نے سر کو ہاں میں جنبش دی۔ بہت سا تھوک نگلا۔

"اور اس کے بعد، کشمالہ؟" وہ امید اور خوف کے درمیان اسے دیکھ رہا تھا۔

"وہی جو میں نے کہا تھا۔ تم ہلال کو ماہر کے اپارٹمنٹ کے باہر چھوڑ آؤ گے۔ میں پاسپورٹ ساتھ لائی ہوں۔ ہم دونوں اگلی فلائٹ سے یہاں سے پاکستان چلے جائیں گے۔ اور..." تھوک نگلا۔ "میں خلع کا کیس واپس لے لوں گی۔"

وہ چند لمحے آنکھوں کی پتلیاں سکوڑے اسے دیکھتا رہا۔ پھر بازو بڑھایا۔

"تمہارا فون۔"

مالا کے ابرو اکٹھے ہوئے۔

"میرا فون کیوں؟" دل بری طرح دھڑکا۔

"تمہارا فون ہمارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ کہا نا، تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا ہوگا۔" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔ البتہ اس کی

آنکھیں اس کی آنکھوں سے ہٹ نہیں رہی تھیں۔

ایک سنسنی خیز لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔لیکن اس نے پرس سے فون نکالا اور زیاد کی طرف بڑھایا۔زیاد نے فون پاور آف کیا اور اگلے ہی لمحے اسے قریب رکھے ٹریش کین میں اچھال دیا۔اس کا منہ کھل گیا۔

''زیاد... یہ میرا فون تھا۔''

''میں تمہیں نیا لے دوں گا۔تمہارا ڈیٹا ہمیشہ کلاؤڈ سے بیک اپ ہوتا ہے۔''پھر اس نے غور سے مالا کو دیکھا۔''اگر تمہیں میرے اوپر بھروسہ نہیں ہے تو ہمیں ڈیل کرنے کی ضرورت...''

''ٹھیک ہے۔چلو۔''وہ کار کے دروازے کی طرف بڑھی۔ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو وہ کپکپا رہا تھا۔

"تم خوفزدہ ہو، مجھ سے؟ اس آدمی سے جو تم سے محبت کرتا ہے؟" وہ دھیرے سے بولا۔اس کی آواز زخمی تھی۔''لیکن تم ماہر کے لیے اتنا بڑا خطرہ مول لینے کو تیار ہو۔''

مالا نے گہری سانس لی اور پلٹ کے اسے دیکھا۔

''میں اس کو اتنا ہی ناپسند کرتی ہوں جتنا تمہیں۔تم دونوں دھوکے باز اور manipulative ہو۔میں یہ صرف ہلال کے لیے کر رہی ہوں۔''

زیاد کو شاید ان الفاظ کی توقع نہ تھی۔اس کا چہرہ تاریک ہو گیا۔

''میں تمہارے ساتھ واپس جا رہی ہوں۔اس لیے نہیں کہ میں تم سے محبت کروں گی، زیاد۔ بلکہ جیسے تمہاری ماں نے تمہارے باپ کو اپنے ساتھ باندھ کے رکھا ہے، ویسے ہی میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گی۔اور تمہارے باپ کی طرح میرے دل میں بھی تمہاری نفرت بڑھتی جائے گی، زیاد۔کوئی بھی چیز اس نفرت کو کم نہیں کر سکے گی۔تم تیار ہو اس کے لیے؟''

زیاد نے ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی اور ڈرائیونگ ڈور کی طرف بڑھ گیا۔

کار میں بیٹھنے سے پہلے کشمالہ مبین پلٹی اور اپنے پیچھے دیکھا۔اپارٹمنٹ بلڈنگ سامنے کھڑی تھی۔وہ ابھی بھی بھاگ کے اندر جا سکتی تھی۔وہ پولیس کو بلا سکتی تھی۔لیکن نہیں۔ہلال کو اس آدمی کی قید سے نکالنے کا ایک ہی طریقہ تھا۔

وہ کار میں بیٹھی اور دروازہ بند کر دیا۔

ایسے لگا جیسے زندگی کا ایک در بند ہو گیا ہو۔

اس نے سیٹ بیلٹ پہنی۔ عجیب گھٹن سی محسوس ہوئی۔

سامنے سڑک تاریک تھی۔

ساری دنیا سو رہی تھی۔

زیاد نے کار کی ہیڈ لائٹس روشن کیں۔ اور اسے سڑک پر ڈال دیا۔

مالا نے دونوں ہاتھ باہم پھنسائے گود میں رکھ لیے۔ وہ ابھی تک کپکپا رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہسپتال کے کاریڈور میں بنا دروازہ کھلا اور اندرانی نگینہ بیگم کے کمرے سے باہر آتی دکھائی دی۔ اگلے ہی لمحے وہ دھک سے رہ گئی۔

ماہر فرید سامنے بیٹھا تھا۔ خالی کرسیوں کے عین درمیان میں۔ ٹانگ پر ٹانگ جمائے، وہ بہت فرصت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ہاتھ میں ایک چھوٹی سی نیلے دانوں والی تسبیح تھی۔ اسے دیکھتے ہی اس نے وہ جیب میں ڈال دی۔

''آپ... ابھی یہیں ہیں؟'' اندرانی کا چہرہ سفید پڑا۔

''زیاد کب آ رہا ہے؟'' وہ غور سے اس کو دیکھ رہا تھا۔

دور کہیں... جیسے کسی کنویں سے... وہ سرگوشیاں اٹھتی سنائی دینے لگیں۔ وہ اس کے آس پاس تھے۔ وہ بھنبھنا رہے تھے۔ وہ اس بھنبھناہٹ کو پہچانتا تھا۔ ہلکا سا سر جھٹکا۔ اسے ان کو نظر انداز کرنا تھا۔

''وہ نہیں آئیں گے۔ ان کا نمبر آف جا رہا ہے۔''

وہ دروازے پہ کھڑی تھی۔ سفید قمیض اور چوڑی دار پاجامہ۔ سیاہ سفید سیاہ بالوں کی چوٹی۔ انگلیاں مروڑتی۔ کالی بڑی بڑی آنکھیں جن میں عجیب سا ہراس تھا۔

''تم میرا نام کیسے جانتی ہو؟'' وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا۔

''میں... وہ... سنا تھا کہیں۔'' اندرانی پلک نہیں جھپک پا رہی تھی۔ وہ قریب آیا تو وہ دو قدم پیچھے ہٹتی گئی۔ نگاہیں ماہر فرید کے چہرے پہ جمی تھیں۔

''کیا نام ہے تمہارا؟''

''اندرانی۔'' اس نے نامحسوس انداز میں بائیں کہنی سے اوپر دایاں ہاتھ رکھ لیا۔

''کب سے ہو زیاد کی ماں کے ساتھ؟'' وہ اس کے عین سر پہ پہنچ چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتی اندرانی کا

اگلا سانس دوبھر ہو گیا۔

''بہت ... بہت برس ہو گئے ۔ مجھے جانا ہے جی۔'' وہ دھیرے دھیرے بازو مسل رہی تھی۔ اسے درد ہو رہا تھا۔ جیسے اس کی روح حلق میں اٹکی تھی۔

''زیاد سے کہو، مجھ سے بات کرے ۔ ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔'' ابرو اٹھا کے تنبیہہ کی۔ اندرانی نے جلدی سے سر اثبات میں ہلایا۔ اب وہ زور سے بازو مسل رہی تھی۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ دو قدم۔ تین قدم۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جیسے جیسے پیچھے جا رہا تھا، اندرانی کا بازو سہلاتا ہاتھ ڈھیلا پڑ رہا تھا۔ شاید اس کا درد کم ہو رہا تھا۔ پھر اس کا جیسے سانس بحال ہونے لگا۔ وہ تیزی سے واپس اندر غائب ہو گئی۔

''مالک... مجھے ایک معلومات چاہیے۔'' وہ موبائل کان سے لگائے پارکنگ لاٹ کی طرف جا رہا تھا۔

''تمہیں اندازہ ہے اس وقت یہاں کیا بجا ہے؟'' مالک فرید کی غراتی آواز سنائی دی۔

''اندرانی... نگینہ سلطان کی ملازمہ۔'' اس کی غراہٹ نظر انداز کر کے وہ کہہ رہا تھا۔ ''یہ کون ہے؟ تم مجھے معلوم کر کے دو کہ نگینہ سلطان کے ساتھ کس نے لاہور سے وین کوور کا سفر کیا ہے۔ اس کا پاسپورٹ چاہیے مجھے۔ تاکہ ہم اس کے بارے میں مزید جان سکیں۔'' کار میں بیٹھتے ہوئے اس نے کال کاٹ دی۔ پھر سیٹ بیلٹ پہنی اور چند لمحے وہیں بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔

مالا۔ اسے مالا سے پوچھنا چاہیے تھا۔ وہ اس گھر کی بہو رہی تھی۔ وہ جانتی ہوگی کہ یہ بنگالی عورت کون تھی۔ کہیں وہ کسی جادو وغیرہ کے معاملات میں ملوث تو نہیں؟ زیاد کی ماں ایک بیمار اور بے ضرر عورت تھی لیکن یہ اندرانی... کچھ تھا اس کے بارے میں۔ کچھ غلط تھا۔

مالا کا نمبر بند جا رہا تھا۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ اس وقت مال بند نہیں ہوا ہوگا۔ وہ شاپ پہ ہوگی۔

کافی شاپ میں داخل ہوتے ہی اس کی آنکھیں اس شناسا چہرے کی تلاش میں کاؤنٹر تک دوڑیں۔ دائیں بائیں۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ کان میں بالی پہنے فربہ سا باریستا وہیں کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کے شناسائی سے مسکرایا تک نہیں۔ وہ تیزی سے کاؤنٹر تک آیا۔

''مالا کہاں ہے؟''

''وہ تو دوپہر میں چلی گئی تھی۔ ایک دم سے کام چھوڑ کے۔ ابھی اس کی جگہ میں شفٹ کر رہا ہوں۔ کیونکہ مادام کا فون آف ہے۔'' اس کا موڈ خراب تھا۔ غصے سے بتایا اور زور سے بلینڈر کا بٹن دبا دیا۔ زوں زوں اتنی اونچی ہوئی کہ

وہ اگلا سوال نہیں پوچھ سکا۔

مالا کا نمبر ملاتے ہوئے وہ اپنی مخصوص کرسی تک آیا۔ چہرے پر الجھن تھی۔ مالا کا نمبر مسلسل آف جا رہا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں رہتی تھی۔ بلڈنگ معلوم تھی۔ اپارٹمنٹ نمبر نہیں۔ لیکن ایک شخص کو معلوم ہو گا۔

''ماہر بے... لانگ ٹائم۔'' ماہی کی کھنکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ کچھ کہنے لگا لیکن پھر ارادہ بدل دیا۔

''میں تم سے کیچ اپ بعد میں کروں گا۔ مالا کہاں ہے؟''

''مال میں ہو گی۔'' ماہی کے پیچھے بچے کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ مصروف لگ رہی تھی۔ اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ وہ ٹھیک ہو گی۔ وہ یقیناً ٹھیک ہو گی۔ وہ ایسے ہی پریشان ہو رہا تھا۔

''کبھی آپ ہمارے پاس چلی ویک آئیں نا۔'' وہ اسے اپنے گھر مدعو کر رہی تھی۔ وہ کچھ اور بھی کہہ رہی تھی، بچے کے رونے کی آواز کے باعث وہ سن نہیں پا رہا تھا۔ اور تب ہی کچھ تھا جو اس کی آنکھ میں کھٹکا۔

شیلڈن کے سفید گملے تلے رکھا ایک نوٹ کا کنارہ۔

"ماہی... میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔"

وہ فون نیچے کرتے ہوئے تیزی سے اس طرف آیا۔

ایک سرخ بتی جلنے بجھنے لگی تھی۔

اس نے گملا ہٹایا۔

ایک نیا نکور نوٹ اس کے نیچے چپکا تھا۔

ماہر نے نوٹ نکال کے روشنی کی طرف اٹھایا۔

وہاں دو الفاظ تحریر تھے۔

Find me

ساری دنیا ایک دم ساکت ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس اونچے پردوں والے لونگ روم میں صبح کی روشنی ابھی ٹھیک سے داخل نہیں ہوئی تھی۔ مالک فرید اپنے کمرے سے نکلے تو ٹریک سوٹ میں ملبوس تھے۔ یہ ان کی واک کا وقت تھا۔ لیکن دروازے کی طرف جانے کی بجائے وہ لونگ روم کی ایک ونگ چیئر پر آن بیٹھے۔ بے چینی سے گھڑی دیکھی۔ اسی پل دروازہ کھلا اور ایک نوجوان

نے اندر جھانکا۔

"میں آجاؤں؟"

وہ ٹیب اٹھائے، رف سے ٹی شرٹ اور ٹراؤزرز میں ملبوس ان کا سیکرٹری تھا۔ مالک فرید نے ناپسندیدگی سے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔ وہ قدرے شرمندہ ہو گیا۔

''سوری سر۔ ابھی آفس جانے میں وقت تھا تو میں تیار نہیں ہو سکا...''

وہ نادم سا سامنے آیا۔ پھر ٹیب کی اسکرین ان کے سامنے کی۔

''نگینہ سلطان نے میڈیکل ویزہ پہ دو لوگوں کے ساتھ ٹریول کیا ہے۔''

اس نے رک کے وقفہ دیا۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ جیسے وہ کچھ ایسا جانتا تھا جس سے مالک فرید لاعلم تھے۔

''دو لوگ؟'' مالک فرید نے انگلیوں پر گنا۔ ''زیاد اور کیئر ٹیکر اندرانی؟''

''نہیں۔ زیاد سلطان کینیڈا میں نہیں ہے۔'' پھر جلدی سے وضاحت کی۔ ''یعنی اپنے پاسپورٹ کے مطابق وہ سعودی عرب سے پاکستان چلا گیا تھا اور وہیں ہے۔''

''مطلب اس نے کسی جعلی پاسپورٹ پہ سفر کیا ہے۔ ویری گڈ۔ اس کے اوپر کیس بن سکتا ہے۔'' پھر وہ چونکے۔

"اگر تیسرا فرد زیاد نہیں ہے تو کون ہے؟"

سیکرٹری نے ٹیب کی اسکرین ان کے سامنے کی۔

''ایک گیارہ سال کی بچی۔ ہلال سلطان۔''

عبدالمالک فرید نے کرنٹ کھا کے ٹیب تھاما۔

سامنے ایک پاسپورٹ پکچر کھلی تھی۔ ان کی نگاہیں پلک جھپکنا بھول گئیں۔

وہ تصویر تازہ تھی۔ وہ بڑی لگ رہی تھی۔ وہ اس لڑکی سے بڑی لگ رہی تھی جسے انہوں نے آخری دفعہ دیکھا تھا۔

اور وہ مسکرا رہی تھی۔

''وہ زندہ ہے۔'' ان کا سانس دھیرے سے بحال ہوا۔

''وہ درست کہتا تھا۔'' ایک آہ سی بھری۔

''اتنے برس سے ماہر فرید درست کہہ رہا تھا۔ وہ واقعی زندہ تھی۔''

ان کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ ابھری۔ پھر چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

''گڈ جاب۔''

شاید اس لڑکے کے کیریئر کے دوران وہ پہلا موقع تھا جب مالک فرید نے مسکرا کے اسے یہ دو الفاظ کہے تھے۔ لیکن وہ نہیں مسکرا سکا۔ اسے ابھی انہیں کچھ اور بھی بتانا تھا۔

اس نے تھوک نگلا۔

''سر...'' بہت ہمت سے الفاظ مجتمع کیے۔

''یہ گورنمنٹ ایشوڈ پاسپورٹ ہے۔'' وہ غور سے زوم کر کے ہلال کا پاسپورٹ دیکھ رہے تھے۔ ''یعنی زیاد سلطان نے کسی سرکاری اہلکار کے ساتھ مل کے ہلال کا پاسپورٹ حال ہی میں بنوایا ہے۔''

''سر...؟''

''اس نے اپنی ماں کا میڈیکل ویزہ ایشو کروایا ہوگا۔ اسی لیے ہلال کو اپنی بہن ظاہر کیا ہے۔ ایک بوڑھی عورت کے علاج کے لیے اس کی کیئر ٹیکر اور بیٹی کو ویزہ مل جانا آسان تھا۔ ویری انٹرسٹنگ۔''

''سر...'' اس کی آواز بلند ہوئی۔ انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

''کچھ ہے جو آپ کو جاننا چاہیے۔''

اگلے الفاظ کہنا اس کے لیے بہت دشوار تھا۔

مالک فرید نے ٹیب ایک طرف رکھ دیا۔ پھر گردن اٹھا کے اسے دیکھے گئے۔ وہ بولتا گیا اور وہ اس نوجوان کے ہلتے ہونٹ دیکھتے گئے۔

مالک فرید اس روز صبح کی واک پہ نہیں گئے۔ وہ آفس جانے کے لیے تیار بھی نہیں ہوئے۔ وہ کافی دیر اسی صوفے پر بیٹھے رہے۔ مٹھی ہونٹوں پر جمائے وہ چپ چاپ کھڑکی سے طلوع ہوتے سورج کو دیکھے گئے۔

سیکرٹری بھی دم سادھے سامنے بیٹھا رہا۔ جیسے سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کیا کرے۔

پھر وہ کھنکھارے۔ وہ چونک کر سیدھا ہوا۔ مالک فرید فون نکال کے کال ملا رہے تھے۔

''تم درست کہہ رہے تھے، ماہر۔'' وہ بولے تو ان کی آواز شکستہ تھی۔ ''اندرانی کی تلاش میں ہمیں کچھ اور مل گیا ہے۔ نگینہ اور اندرانی کے ساتھ ہلال نے بھی سفر کیا ہے۔ اس کا پاسپورٹ ریکارڈ پہ ہے۔ اس کی تصویر تازہ ہے۔ وہ زندہ ہے، ماہر۔ اور وہ کینیڈا میں ہے۔''

دوسری طرف سے کچھ سن کے انہوں نے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں۔ زیاد ساتھ نہیں تھا۔ وہ کسی دوسرے پاسپورٹ پر کینیڈا آیا ہے۔ ہاں، بالکل۔" سر اوپر نیچے ہلایا۔ "اس کو identity theft میں پکڑنا مشکل نہیں ہوگا۔ ہاں تم پولیس کو اطلاع کر دو۔" انہوں نے فون رکھ دیا۔ سیکرٹری منتظر نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"آپ نے اسے نہیں بتایا؟" اسے تعجب ہوا۔

مالک فرید نے تھکی ہوئی آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔

"کیا مرنے والے کو وقت سے پہلے موت دینا ضروری ہے؟"

پھر وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کے اٹھ گئے۔

انہیں آفس پہنچنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کار طویل سڑک پر دوڑتی جا رہی تھی۔ وہ کھڑکی سے باہر بھاگتے درختوں کو دیکھ رہی تھی۔ اب قدرے پہاڑی علاقہ شروع ہو رہا تھا۔ ایک طرف سمندر۔ دوسری طرف پہاڑ۔

درمیان میں ایک جگہ زیاد نے کار روکی۔ سڑک کنارے ایک نیلی ایس یووی رکی کھڑی تھی۔

"ہم باہر کیوں نکل رہے ہیں؟" وہ باہر نکلا اور اسے بھی پیروی کا کہا تو وہ چونک گئی۔

"کیا تمہیں مجھ پہ بھروسہ نہیں ہے؟" وہ اس کی طرف کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ اس نے لب بھینچ لیے اور باہر نکلی۔

"لیکن میرا سامان اس کار میں ہے۔"

"وہ آجائے گا۔" اس نے ہاتھ سے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ مالا چپ چاپ آگے بڑھ گئی۔

اس نیلی ایس یووی میں جب وہ دونوں بیٹھ گئے تو زیاد نے اسے سڑک پر ڈال دیا۔ مسافت ایک دفعہ پھر شروع ہو گئی۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟" قدرے توقف سے اس نے گردن زیاد کی طرف موڑی۔ وہ بالکل خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

"میں اپنا وعدہ پورا کرنے جا رہا ہوں۔" اس نے اسٹیرنگ پر ہاتھ جمائے ایک نظر اسے دیکھا۔ اس کی نظروں میں کچھ عجیب سا تھا۔

''تم جانتی ہو کہ میں ایک قاتل ہوں۔'' وہ طنز کر رہا تھا۔ وہ اسے دیکھے گئی۔ ''پھر بھی تم ماہر کے لیے اپنی زندگی کا سودا کرنے کو تیار ہو گئیں۔''

''میں یہ ماہر کے لیے نہیں کر رہی۔''

''تم ماہر کے لیے مجھ سے طلاق لے رہی تھیں۔''

''میں تم سے تمہاری وجہ سے طلاق لے رہی تھی۔'' اس کی آواز بلند ہوئی۔

''دوسری شادی پہلی جیسی نہیں ہوتی، مالا۔ پہلی شادی جیسا کچھ بھی نہیں ہوتا۔''

''پھر بحث کیوں کر رہے ہو؟ میں یہاں ہوں۔ تمہارے ساتھ۔ نہیں لے رہی میں طلاق۔'' وہ تلخی سے کہہ کے باہر دیکھنے لگی۔ دل ابھی تک زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

چند لمحے خاموشی سے گزر گئے۔ وہ صرف اپنے دل کی دھڑکن سن سکتی تھی۔ یا اس کے سانس لینے کی آواز۔

''تم نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی۔'' وہ بولا تو آواز میں تکلیف تھی۔ شکوہ تھا۔

''تم نے بھی نہیں کی۔ صرف میرے اندر سبرینہ کو تلاش کیا۔'' وہ باہر دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔

''وہ اس قابل تھی کہ اس کو میں دنیا کی ہر عورت میں تلاش کرتا۔''

''وہ صرف تمہارا تصور تھی، زیاد۔ تم صرف اس کو بیٹھ کے دیکھتے تھے۔ وہ تم سے نفرت کرتی ہے۔'' رک کے تصحیح کی۔ ''کرتی ہوگی۔ یعنی جب وہ زندہ ہوگی تب۔''

زیاد نے ایک نظر اسے دیکھا۔ کچھ تھا جو اسے غیر آرام دہ کر گیا تھا۔

''تم سبرینہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔''

''کم از کم وہ تمہاری منگیتر نہیں تھی۔'' وہ جتا کے بولی۔

''تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔'' وہ ایک دم غرایا۔ اس کا دل بری طرح دھڑکا۔ وہ بالکل ساکن ہو گئی۔ پھر زیاد نے سر جھٹکا۔ اور سڑک کی طرف توجہ مرکوز کر دی۔ دھیرے دھیرے مالا کا سانس واپس آنے لگا۔

کار خاموشی سے سڑک پر دوڑتی رہی۔ وہ سڑک کنارے لگے بورڈ پڑھ سکتی تھی۔ وہ ہیریسن ولیج میں داخل ہو رہے تھے۔ اندھیرے میں بس وہ اتنا دیکھ سکتی تھی کہ وہاں درخت تھے۔ پہاڑ تھے۔ دور نیچے بہتا سمندر تھا۔ کنارے پر بنے لکڑی کے مخروطی گھر تھے۔ رات تاریک تھی اور اس ملک میں سورج ڈوبنے کے بعد بتیاں جلانے کا

رواج کم کم تھا۔ یہ گاؤں ایسا اندھیر تھا جیسے کسی سیاہ پرندے نے اسے اپنے پروں تلے ڈھانک لیا ہو۔

قریباً آدھ گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد زیاد نے کار ایک مخروطی گھر کے سامنے روکی۔ سڑک کے کنارے اونچائی پہ بنا گھر جس کی بالکونی سمندر کی طرف کھلتی تھی۔ وہ ایسے دہانے پر بنا تھا کہ جیسے ابھی ذرا سا لڑھکا تو نیچے سمندر میں جا گرے گا۔

''تمہارے بعد۔'' زیاد نے لکڑی کا چھوٹا سا دروازہ کھولا اور اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ گھر بالکل اندھیر تھا۔ ایک بتی بھی نہیں۔ دل بری طرح دھڑکا لیکن بظاہر گردن اکڑا کے وہ آگے بڑھ گئی۔

گھر کے اندر جاتا دروازہ بھی لکڑی کا تھا اور غیر مقفل تھا۔ مالا نے ہینڈل موڑا تو دروازہ چرچراہٹ کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔ بتی خود بخود جل اٹھی۔

اندر ایک سادگی سے سجایا گیا لونگ روم تھا۔ ساتھ لکڑی کا زینہ جو اوپر جاتا تھا۔ یہ گویا ایک چھوٹا سا ویکیشن ہاؤس تھا۔ کیا یہ زیاد کی ملکیت تھا؟ یا اس نے کسی دوسرے کے گھر پہ چند دن کے لیے قبضہ جمایا تھا؟

وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھانے لگی۔ ہر قدم کے ساتھ لکڑی کے چٹخنے کی آواز آتی۔ پھر کمرے کے وسط میں پہنچ کے وہ ٹھہر گئی۔ سر اٹھا کے دیکھا۔ اوپر نازک سا فانوس جھول رہا تھا۔ کھڑکیوں کے ساتھ جالے لگے تھے۔

چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ بند ہوا تو وہ اس طرف گھومی۔ زیاد بند دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔

مالا نے تھوک نگلا۔ پہلو میں گرے ہاتھ کپکپائے۔ لیکن اسے ہمت کرنی تھی۔ جب فیصلہ کر لیا تو کر لیا۔

''ہلال کہاں ہے؟''

''یہاں نہیں ہے۔'' وہ سینے پر بازو لپیٹے، قدم قدم چلتا وہ اس کے سامنے آ رکا۔ اس کا دل بری طرح دھڑکا۔

''تم نے کہا تھا تم مجھے اس کے پاس لے کر آؤ گے۔''

''اور تم نے یقین کر لیا؟'' وہ زخمی سا مسکرایا۔ اس کے چہرے پر تکلیف تھی۔

وہ پلک تک نہیں جھپک پا رہی تھی۔

''تم نے میری آفر قبول...''

''تمہیں واقعی لگا تھا کہ میں اسے زندہ رہا کر دوں گا؟'' وہ جیسے تعجب کا شکار تھا۔

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ بازو سینے پر لپیٹ لیے گویا خود کو تھام لیا ہو۔

''زیاد...'' اس کی آواز کپکپائی۔ بھیگی آنکھیں اس پہ جمی تھیں۔ ''تم نے وعدہ کیا تھا۔''

''تم نے بھی وعدہ کیا تھا۔ میرے ساتھ ساری زندگی رہنے کا۔ پھر کیا ہوا اس وعدے کا؟''

وہ اب ایک صوفے پر جا بیٹھا اور ٹانگ پر ٹانگ جمالی۔

''تم ابھی تک میرے کام کرنے کے طریقے سے واقف ہی نہیں ہو، کشمالہ۔'' اس نے افسوس سے چچ کیا۔

"اگر تمہیں ہلال کو نہیں چھوڑنا تھا تو مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" وہ فانوس تلے وسط کمرے میں کھڑی تھی۔ کسی مجسمے کی طرح۔ آنکھیں بس اس پہ ٹکی تھیں۔

''تم نے میرے اوپر بک شیلف گرایا تھا۔ تم مجھے مردہ سمجھ کے چھوڑ آئی تھیں۔ کیا تمہیں یاد ہے؟'' روشنی کی ایک جھری کھڑکی سے آتی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ باہر کوئی بتی جلی ہوئی تھی۔

''پلیز... ہلال کو جانے دو۔'' آنسو آنکھوں سے ٹوٹ ٹوٹ کے گرنے لگے۔

''تمہارا جو بھی مسئلہ ہے، میرے ساتھ ہے۔''

''میں اتنا بے وقوف ہوں جو اس کو جانے دوں تاکہ وہ پولیس کے پاس چلی جائے؟'' وہ حیران تھا جیسے۔

''تمہیں واقعی لگا تھا کہ تم آؤ گی اور میں اسے چھوڑ دوں گا؟''

''میں آ گئی ہوں۔ اور تمہیں کیا چاہیے؟''

''تم مجھے بے وقوف بنانے آئی ہو۔ میں جانتا ہوں تم کیا سوچ رہی تھیں۔ تم ہلال کو آزاد کروا لو گی۔ لیکن میرے ساتھ نہیں جاؤ گی۔ تم پولیس بلا لو گی۔ پناہ لے لو گی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور مجھے اس ملک سے بھاگنا پڑے گا۔ میں تمہارا پلان سمجھتا ہوں۔ اور پھر کیا ہو گا؟'' اس نے بہت تکلیف سے کشمالہ کو دیکھا۔

''پھر تم اس شخص کے پاس چلی جاؤ گی۔ تم دونوں ہنسی خوشی زندگی گزارو گے۔ تم زیاد سلطان سے آزاد ہو جاؤ گی؟'' زیاد کی آنکھیں گلابی پڑنے لگیں۔

''تم کچھ نہیں جانتے، زیاد۔''

''تم کچھ نہیں جانتیں، کشمالہ۔ لیکن اب تم جان جاؤ گی۔'' وہ آگے بڑھا۔ اس کی مٹھی بند تھی۔ وہ دیکھ سکتی تھی کہ اس کی مٹھی میں کچھ تھا۔

''تم یہ جان جاؤ گی کہ تم ساری عمر زیاد سلطان سے پیچھا نہیں چھڑا سکتیں۔''

وہ آگے بڑھتا گیا اور وہ قدم قدم پیچھے ہٹتی گئی۔ یہاں تک کہ کمر کے پیچھے لکڑی کی دیوار آ گئی۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر دیں۔ اب ہر طرف اندھیرا تھا۔ وہ اس کی آواز سن سکتی تھی۔

"تمہیں تمہارا happily ever after کبھی نہیں ملے گا۔ کیونکہ میں آج تمہاری زندگی ختم کرنے جا رہا ہوں۔"

اس نے آنکھیں بند رکھیں۔ وہاں کوئی بک شیلف نہیں تھا جو وہ اس کو دے مارتی۔ وہاں کوئی نہیں تھا کیونکہ کوئی کسی کو بچانے نہیں آیا کرتا۔ اسے ماں کا چہرہ یاد آیا۔ اور وہ مری ہوئی فاختہ جو اس نے کچن گارڈن میں دبائی تھی۔ اور وہ بلی کا بچہ جو ماموں کے گھر کی منڈیر پر چڑھ کے روز بیٹھ جاتا تھا۔ اور وہ گلابی ہیئر بینڈ جو اسے ابو نے بچپن میں کسی سالگرہ پہ دیا تھا۔

زیاد نے کوئی شے زور سے اس کے بازو پر دے ماری تھی۔ سوئی کی نوک کی چبھن۔ اور پھر ساری دنیا اندھیر ہونے لگی۔ بلی کا بچہ مر گیا۔ اور فاختہ مٹی تلے چلی گئی۔ ہیئر بینڈ کا رنگ خاکی ہو گیا۔ اور ماں کی آنکھیں بجھ گئیں۔

وہ دیوار کے ساتھ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

لیکن ساری دنیا مکمل طور پہ تاریک نہیں ہوئی تھی۔

وہ کچھ کہہ رہا تھا اور وہ سننے کی کوشش کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"تمہیں تمہارا happily ever after کبھی نہیں ملے گا۔ کیونکہ آج میں تمہاری زندگی ختم کرنے جا رہا ہوں۔"

(وہ سرخ اینٹوں سے بنی اونچی عمارت تھی۔ اس کے اندر وسیع ہالز تھے۔ ایسے ہی ایک شیشے کی دیواروں سے بنے ہال میں ماہر فرید کھڑا تھا۔ اس کے سامنے میز کے پیچھے ایک پولیس آفیسر بیٹھا بغور اسے سن رہا تھا۔ وہ دائیں بائیں ٹہلتا، بار بار ایک ہی بات دہرا رہا تھا۔

آفیسر کے سامنے رکھی کرسی پر ماہی بیٹھی، تھوڑی ہونٹوں پر جمائے، بے آواز رو رہی تھی۔ فائنڈ می والا نوٹ ان کے درمیان میز پر رکھا تھا۔

"ہو سکتا ہے وہ اپنی مرضی سے کہیں گئی ہو۔"

"وہ مرضی سے نہیں گئی۔ یہ زیاد نے کیا ہے۔" وہ میز پر ایک ہاتھ رکھ کے جھکا اور ایک ایک حرف پہ زور دے کر کہنے لگا۔)

"تم میری زندگی میں آنے والی واحد عورت تھیں جو میری محرومیاں ختم کر سکتی تھی۔"

(اب وہ ایک بڑے کانفرنس روم کی طرح کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ ماہی چھوٹے بالوں میں ہیئر بینڈ لگائے، مسلسل آنکھیں ٹشو سے صاف کر رہی تھی۔ اس کے کالر کے کنارے پر پاؤڈر ملک لگا تھا۔ ساتھ ہی حورعین اپنے اسٹرالر میں موجود تھی اور کافی چڑ چڑی لگ رہی تھی۔ اب وہاں تین آفیسرز بیٹھے تھے۔ ایک سارجنٹ میجر، ایک انسپکٹر اور ایک سپریڈنڈنٹ۔ سارجنٹ میجر ماہی سے سوال کر رہا تھا اور وہ نفی میں سر ہلاتی جواب دے رہی تھی۔ ماہر اس کے ساتھ خاموش بیٹھا تھا۔ ایک ہی سوال کی تکرار پہ اس نے سر دائیں بائیں جھٹکا اور بنا آواز کے ہونٹ ہلائے۔ "اف یہ Mounties")

"تم عورت ہو۔ اچھی عورت مسیحا ہوتی ہے۔ ساتھ نبھانے والی ہوتی ہے۔"

(مالک فرید اپنے آفس میں بیٹھے تھے۔ بتیاں گل تھیں اور وہ مزید میٹنگز اٹینڈ نہیں کر سکے تھے۔ وہ بس بے چینی سے بار بار گھڑی دیکھتے۔ دیوار پر لگی بڑی سی گھڑی جو ہر اس شہر کا وقت بتا رہی تھی جہاں فریڈ ہولڈنگ آپریٹ کرتی تھی۔ وین کوور کو انہوں نے اس میں حال ہی میں شامل کیا تھا اور اسی کے وقت پہ ان کی نگاہیں جمی تھیں۔
کشمالہ مبین کو کھوئے آٹھ گھنٹے سے زیادہ بیت چکے تھے۔)

"اچھی عورت مرد کی اصلاح کرتی ہے۔ وہ اس کو نرمی سے درست راستے پر لاتی ہے۔"

(دو پولیس آفیسرز ہسپتال کے کاریڈور میں کھڑے تھے۔ ایک ٹیبلیٹ پر پین سے کچھ لکھ رہا تھا۔ دوسرا سامنے کھڑی اندرانی سے ہندی میں سوالات کر رہا تھا۔ وہ مسلسل شانے اچکا رہی تھی۔ اس کا چہرہ بے تاثر سا تھا جیسے اسے کوئی خوف نہ ہو۔
"زیادہ یہاں نہیں ہے۔ میں نہیں جانتی وہ کہاں ہے۔")

"اچھی عورت سے شادی کا کیا فائدہ کشمالہ، اگر اپنے شوہر کو بدل نہ سکے؟"

(وہ ایک سی سی ٹی وی کیمروں سے سجا کمرہ تھا۔ وہ ماہی کے ساتھ وہاں کھڑا تھا۔ آپریٹر کے کندھے پر جھکے، وہ اسکرین دیکھ رہا تھا۔ ساتھ کھڑا پولیس آفیسر اسکرین کے ساتھ ساتھ ان دونوں کے چہرے بھی دیکھتا تھا۔

اسکرین پر وہ اپارٹمنٹ سے نکلتی دکھائی دے رہی تھی۔ اب وہ ایک کار کی طرف بڑھ رہی تھی۔ کار کی پلیٹس غائب تھیں۔ ڈرائیور کا چہرہ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے سبز اور نیلا ٹائی اینڈ ڈائی لباس پہن رکھا تھا اور اس کی پونی دائیں بائیں جھول رہی تھی۔ آدمی اندھیرے میں تھا۔ وہ ڈرائیونگ ڈور کی طرف چلا گیا۔ پھر اس نے ٹرنک کھولا۔ اس کا بیگ اندر رکھا۔

"وہ اپنی مرضی سے گئی ہے۔" آفیسر نے جتا کے دہرایا۔

فرنٹ سیٹ کے دروازے پر ہاتھ رکھے مالا نے گردن موڑ کے دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے ماہر کو لگا وہ اسے دیکھ رہی ہے۔

"وہ مرضی سے نہیں گئی۔ وہ کیمرہ میں دیکھ رہی ہے۔ وہ اسے کسی دباؤ کے تحت لے کر گیا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ بعد میں پولیس یہ ویڈیو دیکھے گی۔"

پھر وہ پلٹ گئی۔ اب وہ کار میں بیٹھ رہی تھی۔

"اس آدمی کے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہے۔"

"وہ اسے اسلحے کے بغیر بھی طرح بلیک میل کر سکتا ہے۔ واللہ یہ معلوم کرنا تمہاری جاب ہے، وکرم، میری نہیں۔"

وہ جھنجھلا کے سیدھا ہوا۔ سارجنٹ میجر نے گہری سانس لی۔)

"مرد شادی کیوں کرتا ہے؟ تاکہ اس کی زندگی میں ایک ایسی اچھی اور شریف عورت آئے جو اس کی زندگی کو خوبصورت بنا دے۔"

(مالا کے اپارٹمنٹ پہ صبح طلوع ہو رہی تھی۔ ایک کونے میں حورعین اپنے اسٹرولر میں لیٹی تھی۔ پولیس اہلکار ارد گرد گھومتے مختلف چیزوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ چند چیزیں وہ پلاسٹک پیکٹس میں ڈال رہے تھے۔ ماہی سائیڈ ٹیبل

کے ساتھ کھڑی تھی۔ اسے کچھ دکھائی دیا تھا۔ ایک ننھا سا سفید لفافہ جو کتابوں کے درمیان دبا تھا۔ کیا وہ کوئی خط چھوڑ کے گئی تھی؟ اس نے مڑ کے دیکھا۔ کوئی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔ اس نے دھیرے سے لفافہ نکالا اور اسٹرولر کے چھجے میں چھپا دیا۔ وہ اس خط کو باہر جا کے پڑھے گی۔ ان ماؤنٹیز کے سامنے نہیں۔)

"ایسی عورت جو نہ صرف اپنے مرد کو خوش رکھے بلکہ اس کی نرمی سے اصلاح کر کے اس کو بدل بھی دے۔"

(نگینہ بیگم کو آکسیجن ماسک لگا تھا۔ وہ آنکھیں جھپکا کے چھت کو دیکھ رہی تھیں۔ اندرانی ان کی پائنتی کے ساتھ بیٹھی ہلکی آواز میں کہہ رہی تھی۔

"پولیس زیاد کو ڈھونڈ رہی ہے۔" اندرانی نے اسکرب اور ماسک پہن رکھا تھا۔

"مجھے کاغذ اور قلم لا کر دو۔" انہوں نے دھیرے سے ماسک اتارا۔ چہرہ آدھے سے زیادہ گل سڑ چکا تھا اور اس سے بدبو اٹھ رہی تھی۔)

"ایسی اچھی عورت جو اپنے شوہر سے برے کام چھڑوا سکے۔ وہ اپنے شوہر کو اپنے جیسا نیک بنا دے۔"

(پولیس کے اہلکار یکے بعد دیگرے اس گھر میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ وین کوور میں واقع وہ گھر تھا جسے نگینہ بیگم نے کرایے پر لے رکھا تھا۔ بیسمنٹ کو جاتا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ چند اہلکار چیونٹیوں کی طرح نیچے جا رہے تھے۔ بیسمنٹ کا طویل ہال خالی تھا۔ ایک ستون کے ساتھ ایک کھلی ہتھکڑی گری تھی۔ وہاں کوئی نہ تھا۔)

"ایسی اچھی عورت جو آخری دم تک اپنے شوہر کا ساتھ نبھائے۔ جو اس کی کمی کوتاہی کے باعث اس کو چھوڑ نہ دے۔ عورت مشکل میں ہی شوہر کا ساتھ نہ نبھائے تو کیا فائدہ اچھی عورت سے شادی کرنے کا؟"

(یہ ایک سفید سی راہداری تھی جو RCMP (رائل کینیڈین ماؤنٹڈ پولیس) کے مسنگ پرسن ڈیپارٹمنٹ کے باہر بنی تھی۔ سنگی کرسیاں قطار میں رکھی تھیں اور وہ دونوں خاموشی سے ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔ حور عین کا اسٹرولر اب وہاں

نہیں تھا۔ عباد اس کو لے گیا تھا۔

ماہر نے نگاہ اٹھا کے گھڑی کو دیکھا۔

نو گھنٹے بیت چکے تھے۔)

''میں تمہارے ساتھ وفادار تھا۔ آخری دم تک وفادار۔ میں نے تمہیں گھر دیا۔ روپے پیسے کی تنگی نہیں ہونے دی۔ پھر بھی تم نے مجھے چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔''

(نگینہ بیگم بدقت قدرے اٹھ کے بیٹھی، ایک نوٹ پیڈ پر چند الفاظ گھسیٹ رہی تھیں۔ پھر انہوں نے قلم چھوڑ دیا۔ وہ نیچے جا گرا۔ اندرانی اسے اٹھانے کو جھکی۔ پھر دیکھا، ان کے بیگ میں خون آ رہا تھا۔ وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ وہ اب اپنا ماسک واپس لگا رہی تھیں۔ اس نے نوٹ پیڈ لیا اور سائیڈ ٹیبل پر الٹا کر کے رکھ دیا۔ وہ انگریزی میں لکھا ایک نوٹ تھا۔ وہ اسے نہیں سمجھ سکتی تھی۔ اسے ڈاکٹر کو بلانا تھا۔)

''عورت تو نسلوں کو سنوار سکتی ہے۔ عورت تو انسانیت کو بدل سکتی ہے۔ پھر تم مجھے کیوں نہیں بدل سکیں؟''

وہ لکڑی کے گھر میں... دیوار سے لگی نیچے بیٹھ رہی تھی۔ زیاد نے اسے کوئی انجیکشن لگایا تھا۔ اور ساتھ ساتھ وہ کچھ بول بھی رہا تھا۔ مالا نے نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھا، پھر اوپر جھولتے فانوس کو۔

"تم مجھے کیوں نہیں بدل سکیں؟" اس نے دیکھا، زیاد سلطان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

مالا کے خشک ہونٹ دھیرے سے حرکت کیے۔

''جس عورت نے تمہیں بدلنا تھا، وہ تمہاری ماں تھی۔''

اور آنکھیں بند کر دیں۔ اب ہر طرف اندھیرا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس کی آنکھ ٹھنڈ کے احساس سے کھلی۔ بدقت پلکیں جھپکائیں۔ اندھیرا چھٹتا گیا۔

وہ کراہ کے سیدھی ہونے لگی۔ لیکن زمین ہل رہی تھی۔ زلزلہ آ رہا تھا کیا؟

مالا چند لمحے گہرے سانس لیتی رہی۔ پھر بدقت کہنی کے بل سیدھی ہوئی۔

وہ ایک سرمئی کمرے کے کونے میں فرش پر گری ہوئی تھی۔ یہ کیسا کمرہ تھا؟

سلور دیواروں والا کمرہ۔

اور وہ ہل رہا تھا۔ وہ کیوں ہل رہا تھا؟

اس نے پھر سے پلکیں جھپکائیں۔ منظر مزید واضح ہوا۔

وہ کمرہ چل رہا تھا۔ نہیں۔ وہ کمرہ نہیں تھا۔ وہ کوئی... ٹرک تھا۔ یا شاید کنٹینر۔ وہ سڑک پر دوڑ رہا تھا۔

وہ کسی کنٹینر میں تھی۔

اس نے بدقت دیوار پر ہاتھ مارنا چاہا۔ لیکن ہاتھ۔ میں جان نہیں تھی۔ وہ واپس نیچے گر گیا۔

چند لمحے وہ دیوار سے لگی گہرے گہرے سانس لیتی رہی۔ اس کمرے میں بہت ٹھنڈ تھی۔ اوپر چھت پر ایک وینٹ بھی لگا تھا۔ کیا اس سے ہوا آ رہی تھی؟ کیا باہر بھی اتنی ٹھنڈ تھی؟ آج موسم خوشگوار تھا۔ بلکہ گرمیاں آ رہی تھیں۔ پھر کیوں؟

اس کے سر کے پیچھے دیوار میں ایک ننھی سی جالی تھی۔ ایک ہاتھ جتنی۔ وہ بدقت خود کو گھسیٹ کے اس طرف لے جانے لگی۔ اسے اس جالی کے پار دیکھنا تھا۔ چند قدم دور جا کے اس کے جسم کو جھٹکا لگا۔

اس کا پیر ہتھکڑی سے بندھا تھا۔ اور اس سے ننھی زنجیر دیوار میں لگے لوہے کے کنڈے سے جڑی تھی۔ وہ اس سے آگے نہیں جا سکتی تھی۔

اس نے آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے جالی کے پار دیکھنا چاہا۔

اس طرف بھی ویسا ہی چھوٹا سا کمرہ تھا۔ کنٹینر کا دوسرا حصہ۔

وہاں ایک اور قیدی موجود تھا۔

ایک گھنگریالے بالوں والی لڑکی۔ اس کے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی بندھی تھی۔ اور وہ کروٹ کے بل زمین پر گری تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ کیا وہ زندہ تھی؟

اس نے بغور دیکھنا چاہا۔ اس کا جسم ہل رہا تھا۔ کیا یہ ٹرک کے چلنے کے باعث تھا؟ یا وہ سانس لے رہی تھی؟ نہیں۔ وہ سانس لے رہی تھی۔ وہ زندہ تھی۔ اس کے ہاتھ پیر میلے تھے۔ بہت میلے۔ ناخنوں میں گند پھنسا تھا اور بال الجھے الجھے تھے جیسے عرصے سے سنوارے نہ گئے ہوں۔ البتہ اس کا چہرہ ملائم اور خوبصورت تھا۔ کسی قسم کے زخم

اور خون سے پاک۔ کنپٹی اور تھوڑی پر زخم کے نشان کے سوا وہاں کچھ نہ تھا۔

ایک جھٹکے سے کمرہ ہلا۔ شاید کنٹینر نے کوئی موڑ کاٹا تھا۔ اس نے بدقت خود کو دوسری طرف گرنے سے بچایا۔

دماغ نے بالآخر جاگنا شروع کر دیا تھا۔

وہ زندہ تھی۔

کیونکہ وہ جانتی تھی زیاد سلطان اسے نہیں مارے گا۔

اس کے پاس وقت تھا۔ لیکن کتنا؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس اونچی چھت والے سفید کاریڈور میں سوگواریت چھائی تھی۔ ہر کونے میں ایک نقلی پودا سجا تھا اور فضا میں سیاہی اور تازہ پرنٹ شدہ کاغذوں کی مہک تھی۔

سنگی کرسیوں میں سے ایک پر ماہ بینہ بیٹھی تھی۔ موبائل اسکرین پہ چہرہ جھکائے، وہ اسی ایک ویڈیو کو بار بار دیکھ رہی تھی۔ مالا سبز نیلے لباس میں ملبوس کار میں بیٹھ رہی ہے۔ بیٹھنے سے پہلے اس نے پلٹ کے ایک دفعہ کیمرہ میں دیکھا ہے۔ بار بار آنسوؤں سے اسکرین دھندلی ہو جاتی۔

قدموں کی آواز پہ ماہی نے بھیگا چہرہ اٹھایا۔ وہ سامنے سے چلا آ رہا تھا۔ آستینیں پیچھے موڑے، بڑھی شیو اور رت جگے کے باعث گلابی ہوتی آنکھوں کے ساتھ وہ خاموشی سے ساتھ آ بیٹھا۔

" کیا کہہ رہے ہیں پولیس آفیسرز؟" ماہی نے امید سے اس کا چہرہ دیکھا۔

" کچھ بھی نہیں۔ زیاد کی نہ کار ٹریس ہو رہی ہے نہ فون۔ وہ اس شہر میں کھو گیا ہے کہیں۔ اس کے گھر سے بھی کچھ نہیں ملا۔ بیسمنٹ میں... "اس نے تھوک نگلا۔ "کسی انسان کے رہنے کے نشانات ملے ہیں۔ فارنزک ٹیم اس جگہ سے ملنے والے تمام سیمپل اکٹھے کر رہی ہے۔"

"ہلال۔" ماہی نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ اپنی بہن کو ڈھونڈ رہا تھا اور وہ اپنی۔

"اب انہیں یقین آ گیا ہے کہ مالا اپنی مرضی سے نہیں گئی؟"

"زیاد نے اس کا فون ٹریش کین میں ڈالا ہے۔ ظاہر ہے وہ اپنی مرضی سے نہیں گئی۔" وہ چڑچڑا لگ رہا تھا۔ کہنیاں گھٹنوں پر رکھے، آگے کو جھک کے بیٹھے، اس نے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

''وہ کیسے اس پہ بھروسہ کر سکتی ہے؟''

" آپ نے خود کہا کہ وہ اپنی مرضی سے نہیں گئی۔"

ماہر نے چہرہ اٹھا کے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔

" لیکن اس نے کسی کو اعتماد میں بھی نہیں لیا۔"

وہ چپ ہو گئی۔ کاریڈور میں دو پولیس آفیسرز آپس میں بات کرتے آگے بڑھ رہے تھے۔

"وہ کہاں جا سکتا ہے۔" وہ سر ہاتھوں میں گرائے بڑبڑا رہا تھا۔''وہ مالا اور ہلال کو لے کر کہاں جائے گا؟ ہم اس کے بارے میں کچھ بھی تو نہیں جانتے۔''

پھر اس نے چونک کر ماہی کو دیکھا۔'' کیا اس نے زیاد کے پاس واپس جانے کا ذکر کیا تھا؟''

ماہی نے گردن دائیں بائیں ہلائی۔ وہ گہری سانس لے کر پیچھے ہو کے بیٹھا۔

" مجھ سے کیا تھا۔ زیاد اس کو واپس حاصل کرنے کے لیے ہلال کو آزاد کر دے گا، یہ اس نے کہا تھا۔"

ماہی نے جواب نہیں دیا۔ لب بھینچ گئے اور آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے اسے دیکھنے لگی۔

" مجھے ایسے مت دیکھو۔ میں نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا تھا۔ ایک جان قربان کر کے ہم دوسری کو نہیں بچا سکتے۔"

وہ تھکا تھکا لگ رہا تھا۔ ماہی کے ماتھے کی سلوٹیں برقرار رہیں۔ بس وہ سامنے سفید دیوار کو دیکھنے لگی۔

"زیاد اسے لے کر کہاں جا سکتا ہے؟" وہ بھی اب سامنے دیکھ رہا تھا۔ اس سفید دیوار کو جس پر ایک بھی دھبہ نہ تھا۔

" کیا ہم کبھی جان سکیں گے؟"

"نمبرز۔ نمبرز کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔" وہ خود سے بڑبڑایا تھا۔

ماہی نے جیسے چڑ کے اسے دیکھا۔

" ہم سرخ والٹ نہیں ڈھونڈ رہے، ماہر بے، جو نمبرز ہماری مدد کریں۔"

"نمبرز ہمیشہ ساری داستان سنا دیتے ہیں۔ مالا نے کھونے سے پہلے کیا کیا، اگر تم اس کی ایک ٹائم لائن بناؤ تو..."

"میں پولیس کو کئی دفعہ بتا چکی ہوں، میری اس سے چار دن سے کوئی بات نہیں ہوئی۔" وہ بے زار ہوئی۔

اور اس وقت... سفید دیوار پر جمی اس کی نظریں بے اختیار ماہی کی طرف مڑیں۔

"اس نے میرے فون سے تمہیں کال کی تھی۔ دو دن پہلے۔ تم نے کال نہیں اٹھائی تھی۔"

"نہیں تو۔ اس نے مجھے آپ کے نمبر سے کیا، اپنے نمبر سے بھی چار دن سے رابطہ نہیں کیا۔"

لیکن وہ اس کی بات نہیں سن رہا تھا۔ وہ موبائل نکال کے کال لاگ دیکھ رہا تھا۔ وہاں سرخ رنگ میں چند غیر شناسا نمبرز تھے۔ ٹیلی مارکیٹرز کی کالز جو امریکہ و کینیڈا میں مسلسل آتی رہتی تھیں۔ ماہر نے تیزی سے فہرست نیچے کی۔ اس تاریخ میں ماہی کا نمبر کہیں نہیں تھا۔

(وہ شیلڈن کے گملے تلے رکھا نوٹ نکال رہا تھا۔ فائنڈ می۔)

''اس کا کریڈٹ نہیں تھا۔ اس نے مجھ سے تمہیں کال کرنے کے لیے فون مانگا تھا۔''

''مالا کبھی کسی کا فون نہیں مانگا کرتی۔'' ماہی کو جیسے برا لگا۔

فون پہ جھکا اس کا چہرہ ساکت ہو گیا۔ انگلیاں ٹھہر گئیں۔

''اور وہ کسی کو شاپنگ پہ ساتھ چلنے کو بھی نہیں کہتی۔'' وہ بڑبڑایا۔ پھر تیزی سے چند بٹن دبائے۔

(وہ شیلڈن کے گملے تلے رکھا نوٹ نکال رہا تھا۔ فائنڈ می۔)

اب وہ سی سی ٹی وی ویڈیو اسکرین پر چل رہی تھی جس میں مالا زیاد کی کار میں بیٹھتی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے نیلا سبز لباس پہن رکھا تھا۔

''یہ ڈریس... یہ اس نے میرے ساتھ خریدا تھا۔'' وہ غور سے اسکرین دیکھ رہا تھا۔ ''اس نے مجھ سے میری رائے مانگی تھی۔ میں حیران ہوا تھا۔ وہ مجھے شاپنگ پہ ساتھ لے کر گئی تھی۔ کیوں؟'' وہ چہرہ اٹھا کے سفید دیوار کو دیکھنے لگا۔ اور اس کے کونوں میں رکھے نقلی پودوں کے سبز پتوں کو۔

وہ دن کسی فلم کی طرح چلنے لگا۔ وہ دونوں شاپ میں کھڑے تھے۔ مالا ریک پر آویزاں ہینگرز الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ وہ ایک ایک ڈریس باہر نکالتی۔ پھر اس پر ہاتھ سے ٹٹول کے کچھ تلاش کرتی۔ پھر اسے واپس رکھ دیتی۔ اس نے آنکھیں بند کیں۔ وہ ان ملبوسات پر کچھ تلاش کر رہی تھی۔ کیا؟

(وہ شیلڈن کے گملے تلے رکھا نوٹ نکال رہا تھا۔ فائنڈ می۔)

سفید دیوار اب سیاہ اندھیرے میں بدل چکی تھی۔ اس نے اپنی یادداشت کو ریوائنڈ کیا۔ مالا کے ہاتھوں نے ہینگر واپس رکھ دیے۔ اب وہ الٹے قدموں اس شاپ سے واپس نکلتے دکھائی دیے۔ وہ پیچھے کرتا گیا۔ اب وہ دونوں مال

کی راہداری میں کھڑے تھے۔

''جانتے ہو ہر وقت کسی کے ریڈار کے نیچے رہنا کتنا مشکل ہوتا ہے؟'' وہ ایک دکان کی شیشے کی دیوار کے ساتھ کھڑے تھے اور وہ سوگوار سی کہہ رہی تھی۔ شیشے کے اس پار میں بہت سے جوتے سجے تھے۔ ہائی ہیلز۔ اسٹائیلیو۔ ایک کچے سیب کے رنگ کی بھی تھی۔ مالا کی نگاہیں اس پہ جمی تھیں۔

''یہ احساس کہ ہر وقت کوئی آپ کا تعاقب کر رہا ہے۔ آپ کو دیکھ رہا ہے۔''

اور وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں تلے حلقے تھے۔ کیا وہ بیمار تھی؟

"مجھے کچھ شاپنگ کرنی ہے۔ چلو گے؟"

وہ اسے اپنے ساتھ شاپنگ پہ چلنے کو کہہ رہی تھی۔ پھر وہ کہاں گئے تھے؟ اس نے اپنی یادداشت کو فاسٹ فارورڈ کیا۔

وہ ونرز گئے تھے۔ ملبوسات لینے۔ وہاں وہ ہینگرز الٹ پلٹ کرتی رہی تھی۔

نہیں۔ وہ ٹھہرا۔

اس سے پہلے ... وہ ایک دوسری شاپ میں گئے تھے۔ مالا ایک ریک تک گئی تھی۔ اس نے ایک سفید پیکٹ اٹھایا تھا۔ کاؤنٹر پر بل پے کیا اور اس کی طرف واپس آئی۔

(''جانتے ہو ہر وقت کسی کے ریڈار کے نیچے رہنا کتنا مشکل ہوتا ہے؟ یہ احساس کہ ہر وقت کوئی آپ کا تعاقب کر رہا ہے؟'')

وہ سفید پیکٹ اس کے سامنے اپنے بیگ میں رکھ رہی تھی۔

(''یہ احساس کہ ہر وقت کوئی آپ کو دیکھ رہا ہے۔'')

وہ پیکٹ بیگ میں رکھے اب ونرز کی طرف جا رہے تھے۔ وہ اب ہینگرز الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ وہ ہر لباس کو باہر نکالتی۔ پھر اس پر انگلیوں سے ٹٹول کے کچھ دیکھتی۔ اسے کسی شے کی تلاش تھی۔ وہ کیا دیکھ رہی تھی۔

"بٹن۔" اس نے آنکھیں کھولیں۔ سفید دیوار، نقلی پودے، اور ساتھ حیران سی بیٹھی ماہی ... وہ سب اسے دیکھ رہے تھے۔

"وہ ان ملبوسات پر بٹن تلاش کر رہی تھی۔ موٹے اور چوڑے بٹن۔"

"مگر کیوں؟"

" کیونکہ اس سے پہلے ... وہ ایک اور اسٹور تک گئی تھی۔ اس نے سفید پیکٹ والی ایک شے خریدی تھی۔" وہ واپس موبائل اسکرین روشن کرنے لگا۔

(وہ شیلڈن کے گملے تلے رکھا نوٹ نکال رہا تھا۔ فائنڈ می۔

فائنڈ می کے "می" کا e ٹیڑھا سا تھا۔ وہ e نہیں تھا۔ اس نے e کے آخر میں ہلکی سی لائن لگا دی تھی۔ وہ y تھا۔)

" کیا؟" ماہی نہیں سمجھ پا رہی تھی۔

"اس نے نوٹ پر فائنڈ می نہیں لکھا تھا۔ اس نے فائنڈ مائی لکھا تھا۔"

وہ تیزی سے موبائل اسکرین روشن کر رہا تھا۔ ماہی نے اچھنبے سے اس کے وال پیپر کو دیکھا جس پر ہلال کی تصویر تھی۔ ماہر کا انگوٹھا اسکرین کو دائیں بائیں کرتا ایک ایپ پر ٹھہر گیا۔ Find My

"اس نے میرا فون تمہیں کال کرنے کے لیے نہیں مانگا تھا۔ اس نے میرے ساتھ اس اسٹور سے ایک ائیر ٹیگ خریدا تھا۔ اس نے وہ ائیر ٹیگ میرے فون پہ ڈالا تھا۔"

(ائیر ٹیگ ایک ننھا سا آلہ ہے جسے لوگ اپنی چابیوں، والٹ اور ایسی چیزوں میں ڈالتے ہیں جن کے کھونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اور اپنے موبائل سے وہ ان چیزوں کی لوکیشن کو دیکھ سکتے ہیں۔)

"فائنڈ مائی" ایپ کھل گئی تھی۔ سامنے ماہر فرید کی چند ڈیوائسز دکھائی دے رہی تھیں۔ لیپ ٹاپ۔ کمپیوٹر۔ ائیر پوڈز۔ چابیاں۔ وہ فہرست نیچے کرتا گیا۔

وہاں ایک نیا ائیر ٹیگ بھی درج تھا۔ وہ جسے اس نے وہاں درج نہیں کیا تھا۔

اس نئے ٹیگ کا نام "مالا" تھا۔

''وہ زیاد پہ بھروسہ کر کے اس کی زندگی میں نہیں گئی تھی۔'' وہ جیسے خود سے بول رہا تھا۔ بے یقین نگاہیں اسکرین پر جمی تھیں۔

"وہ جانتی تھی، وہ ہلال کو واپس نہیں کرے گا۔ خود اس کے لیے بھی نہیں۔ وہ اس کا موبائل بھی کچرے میں ڈال دے گا۔ پولیس اس کو نہیں ڈھونڈ سکے گی۔ اس لیے اس نے وہ لباس خریدا تھا۔ اس کے بٹن تھے۔ ائیر ٹیگ ایک چوڑے بٹن کے سائز کا ہوتا ہے۔ اس نے ایک بٹن کو ٹیگ سے بدل دیا تھا۔ وہ زیاد پہ بھروسہ نہیں کرتی تھی۔ وہ زیاد کو دھوکہ دے رہی تھی۔ ہم اس کی لوکیشن معلوم کر سکتے ہیں۔"

وہ موبائل لیے تیزی سے اس طرف بھاگا جہاں وکرم کا آفس تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس سرمئی دیواروں والے کنٹینر کے کونے میں بیٹھی کشمالہ مبین نے بازو گھٹنوں کے گرد پھیلا کے، تھوڑی ان پر جمائی ہوئی تھی۔ کمرہ اسی طرح چل رہا تھا۔ وہ سڑک پر آگے بڑھ رہے تھے۔ کہاں؟ وہ نہیں جانتی تھی۔

اس نے دو انگلیوں سے گریبان پر لگے بٹنز کو چھوا۔ وہ قطار میں نیچے تک آتے تھے۔ بڑے بڑے گول بٹن۔ اس نے تیسرے بٹن پر انگلی رکھی۔ اس کے اندر ننھا، گول سا سلور ائیر ٹیگ چھپا تھا۔

کیا وہ اسے تلاش کر لے گا؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''یہ مسئلہ ہوتا ہے ان عام شہریوں کے ساتھ جو پولیس کو انوالو کرنے کی بجائے خود ڈیٹیکٹو بن جاتے ہیں۔''

اس کمرے میں چند کمپیوٹر اسکرینز رکھی تھیں۔ دو سارجنٹ میجر ان پر جھکے، ماہر کا فون ساتھ رکھے، کچھ دیکھ رہے تھے۔ وہ ایک کونے میں وکرم کے ساتھ کھڑا تھا۔ بے چینی سے بار بار پہلو بدلتا۔

"ہم اس کو ٹریس کر سکتے ہیں یا نہیں؟" اس نے دوسری دفعہ پوچھا۔

"اگر تمہاری فرینڈ پولیس کے پاس آتی تو زیادہ بہتر تھا۔" وکرم نے افسوس سے گردن دائیں بائیں ہلائی۔

"ائیر ٹیگ تمہارے فون سے کنیکٹڈ ہے۔ اور ہم اس کی آخری لوکیشن دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن وہ لوکیشن کشمالہ کی بلڈنگ کی ہے۔ کیونکہ...'' اس نے وقفہ دیا۔ وہ ایک بازو سینے پر لپیٹے، دوسرے ہاتھ کے ناخن دانتوں سے کتر رہا تھا۔

''کیونکہ ائیر ٹیگ ایک ایسی ڈیوائس ہے جس کو اپنی لوکیشن تمہیں بھیجنے کے لیے ایک چیز چاہیے۔''

"انٹرنیٹ؟"

"ہاں۔ انٹرنیٹ۔ ائر ٹیگ کے اندر انٹرنیٹ نہیں ہوتا۔ اس کی بیٹری کو چارجنگ نہیں چاہیے ہوتی، بلکہ وہ ایک سال تک چلتی ہے، لیکن اس کے باوجود ائیر ٹیگ اپنی لوکیشن تمہارے فون پہ تب بھیجے گا جب اس کے پاس انٹرنیٹ ہوگا۔"

"میں جانتا ہوں۔"

مگر وکرم سنے بغیر کہہ رہا تھا۔

"یعنی... اس ائیر ٹیگ کو انٹرنیٹ تب ملے گا جب اس کے قریب کوئی آئی فون یا ایپل ڈیوائس ہوگی۔ وہ خود کو ان

کے انٹرنیٹ سے جوڑ لے گا اور ہمیں اپنی لوکیشن بھیج دے گا۔"

"مالا کا فون اس نے پھینک دیا تھا۔ اپنا فون شاید وہ ساتھ لے کر نہیں گیا۔ لیکن ان کے قریب کسی کا تو فون ہوگا۔ کسی راہ چلتے انسان کا۔"

"کہا نا۔ لوگوں کو خود ڈیٹیکٹو نہیں بننا چاہیے۔" اس نے مایوسی سے شیو کے بال کھجائے۔ "دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ کسی ایسی جگہ پر ہے جہاں اس کے دور دور تک کوئی انسان نہیں ہے جس کے پاس اسمارٹ فون ہو۔"

"اور دوسری؟"

اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"یہ کہ زیاد کو معلوم ہو گیا کہ وہ ائیر ٹیگ ساتھ لیے ہوئے ہے۔ اور اس نے اسے کہیں پھینک دیا ہو۔"

"یعنی اب ہم صرف انتظار کریں گے کہ کوئی اسمارٹ فون اس کے قریب سے گزرے؟"

"ماہر، ہم پوری کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اگر وہ پولیس کے پاس آ جاتی تو بہتر تھا۔"

اس نے دھیرے سے نفی میں گردن ہلائی۔

"وہ ہر پل اسے دیکھ رہے تھے۔ اس کے کہے الفاظ سن رہے تھے۔ تم نہیں جانتے کہ یہ کیسا ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں۔" وہ شکستگی سے کہہ رہا تھا۔

"کون؟"

ماہر نے کندھے اچکا دیے۔ وکرم نے گہری سانس لی۔

"تمہارا اشارہ ان چیزوں کی طرف ہے جو زیاد کی بیسمنٹ سے ملی ہیں؟" وکرم نے سوالیہ ابرو اٹھائی۔ اس کی میز پر ان چیزوں کی تصاویر رکھی تھیں۔ زعفران کے کاڑھے۔ پتلے۔ الو کی کھوپڑی۔ سوئیاں۔

"وہ جادو میں ملوث تھا۔"

"میری ماں بھی ان باتوں پہ یقین رکھتی ہے۔" وکرم نے چچ کی آواز نکالی۔ "لیکن ہم ان چیزوں کا کچھ نہیں کر سکتے، ماہر۔ جادو free speech کے تحت آتا ہے۔ اور اس کو اس ملک کے قانون میں پروٹیکشن حاصل ہے۔ ہم کسی کو جادو کرنے پہ گرفتار نہیں کر سکتے۔"

"اسی لیے وہ تمہارے پاس نہیں آئی۔" وہ ایک افسوس بھری نظر اس پہ ڈال کے دروازے کی طرف بڑھا۔ جب

وکرم بول اٹھا۔

"ایک تیسری وجہ بھی ہو سکتی ہے۔"

ماہر چونک کر پلٹا۔ سوالیہ ابرو اٹھایا۔

"ائیر ٹیگ ایک تیسری وجہ کے باعث بھی اپنی لوکیشن نہیں بھیج پاتا۔"

"کیا؟"

"یہ کہ وہ شدید گرم یا شدید ٹھنڈے درجہ حرارت میں رکھا جائے۔ ایسی صورت میں وہ ضائع ہو جاتا ہے اور اس کو پہننے والے کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔"

ماہر نے میز پر رکھا اپنا موبائل اٹھایا اور اسکرین پر درجہ حرارت دیکھا۔ پھر شانے اچکا دیے۔ آج موسم خوشگوار تھا۔ نہ زیادہ گرم۔ نہ زیادہ ٹھنڈا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ کنٹینر کا کمرہ اسی طرح چل رہا تھا۔ بنا کسی جھٹکے کے۔ جیسے وہ کسی خالی سڑک پر بنا مقابلے کے چل رہا ہو۔ وہ کونے میں بیٹھی، گھٹنوں پر چہرہ رکھے ہوئے تھی۔ اس کے عقب میں لگی جالی کے پار وہ لڑکی اسی طرح پہلو کے بل بے سدھ گری ہوئی تھی۔ کیا وہ زندہ تھی؟ ہاں وہ زندہ تھی۔ ایسے مت سوچو، مالا۔ اس نے جھرجھری لی۔ وہ تمہیں ڈھونڈ لے گا۔ اپنی بہن کے لیے ہی سہی، وہ تمہیں تلاش کر لے گا۔

وہ جانتی تھی ائر ٹیگ اپنی لوکیشن تب بھیجے گا جب اس کی رینج میں کوئی آئی فون ہوگا۔ زیاد اسے اپنے ساتھ جہاں بھی لے جائے گا، وہاں کوئی تو دوسرا انسان ہوگا۔ اور اس ملک میں ہر دوسرے شخص کے پاس ایپل ڈیوائسز تھے۔ انٹرنیٹ تھا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آس پاس ایک بھی انسان نہ ہو۔ شاید زیاد سڑک کنارے اس ٹرک کو روک دے۔ شاید قریب سے گزرتی کوئی کار بھی رک جائے۔ تھوڑا سا وقت مل جائے اور اس کا ٹیگ کسی راہگیر کے فون سے خود کو جوڑ لے۔

وہ جانتی تھی زیاد سلطان، جو اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا، ہلال کو واپس نہیں کرے گا۔ لیکن وہ اسے ہلال کے پاس لے جائے گا۔ اسے بس اتنا سا وقت چاہیے تھا۔ اور تب تک ماہر اسے تلاش کر لے گا۔

اسے زیاد سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا چاہیے تھا۔

اور یہ صرف تب ہو سکتا تھا جب پولیس زیاد سلطان کو رنگے ہاتھوں پکڑے۔

وہ تب تک محفوظ نہیں ہوگی جب تک وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے نہیں جائے گا۔

اس نے بے چینی سے اپنے تیسرے بٹن کو چھوا۔

ماہر اسے ڈھونڈ لے گا۔ اپنی بہن کے لیے ہی سہی، وہ اسے ڈھونڈ لے گا۔

اس نے زور سے بازو اپنے گرد لپیٹ لیے۔ اسے ٹھنڈ لگ رہی تھی۔ کیا وہ خوفزدہ تھی؟ کیا خوف ٹھنڈ میں اضافہ کرتا تھا؟

مالا نے چہرہ اٹھا کے دیکھا۔

کنٹینر کی چھت کے قریب ایک وینٹ سا بنا تھا۔ اس سے ہوا نکل رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا۔

باہر ٹھنڈ تھی کیا؟ اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ آج تو موسم درمیانہ تھا۔ پھر اسے ٹھنڈ کیوں لگ رہی تھی؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہی کافی کا کپ پکڑے کاریڈور میں واپس آئی تو وہ وہاں نہیں تھا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ ماہر کہاں گیا؟

اس عمارت کے باہر ایک روشن دن پھیلا تھا۔ سڑک کے دوسری جانب تا حد نگاہ سبزہ پھیلا تھا اور وہاں سفید پتھریلے بنچ رکھے تھے۔ وہ ایک بنچ پر بیٹھا تھا۔ سر ہاتھوں میں گرائے۔ خاموش۔

وہ کافی کے دونوں کپ اٹھائے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ پھر ایک کپ اس کی طرف بڑھایا۔

"کافی؟"

ماہر نے چونک کر چہرہ اٹھایا۔ دن کی روشنی میں اس کی آنکھوں تلے حلقے زیادہ نمایاں تھے۔ کافی دیکھ کے وہ پھیکا سا مسکرایا اور کپ تھام لیا۔ وہ بنچ کے دوسرے کنارے پر بیٹھ گئی۔ اب ان کے سامنے سڑک تھی اور اس کے پاس پولیس اسٹیشن کی عمارت۔ اندر باہر لوگ آ جا رہے تھے۔ وہ دونوں چند منٹ خاموشی سے انہیں دیکھے گئے۔

"اس نے مجھ پہ بھروسہ کیوں نہیں کیا؟" اس کی آواز زخمی سی تھی۔

"آپ نے خود ہی تو کہا تھا۔ اس کو ڈر تھا کہ زیاد کے سرکار کے جنات اس کو دیکھ رہے ہیں۔ اس کے کہے الفاظ سن رہے ہیں۔"

"اگر وہ مجھے بتاتی تو ہم شاید کوئی راستہ نکال لیتے۔"

"وہ زیاد کو رنگے ہاتھوں گرفتار کروانا چاہتی تھی۔"

"اور اگر سب ویسا نہ ہوا جیسا اس نے پلان کیا تھا؟ تب؟" ماہر نے چہرہ موڑ کے انہی زخمی نگاہوں سے اسے

دیکھا۔''اس کی جان بھی جا سکتی ہے۔اور ہلال کی بھی۔زیادہ سے اسے جتنی نفرت ہو،اسے خود کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہیے تھا۔''

"محبت اور نفرت ایک سکے کے دو رخ ہیں، ماہر بے۔"وہ بڑبڑائی۔وہ چونکا۔غور سے اسے دیکھا۔

"تم کچھ جانتی ہو؟"

ماہی نے کافی کا گھونٹ اندر اتارا۔کیا وہ اس سفید لفافے کا ذکر کرے؟

"وہ کچھ جانتی تھی۔"وہ سامنے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔سرخ اینٹوں والی روشن عمارت میں لوگ اسی طرح آ جا رہے تھے۔کسی کی زندگی پہ کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"میں نے اس سے کئی دفعہ پوچھا تھا۔کیا وہ کچھ جانتی ہے؟لیکن اس نے مجھ پہ بھروسہ نہیں کیا۔"

"کیا آپ نے اس پہ بھروسہ کیا تھا؟اس کو سب کچھ بتایا تھا؟"

"ہاں۔ہر وہ چیز جو میں Cain killer کے بارے میں جانتا تھا۔میں نے اسے بتائی تھی۔"

"کین کلر کون؟"

"تمہارا بہنوئی۔اور کون؟"وہ تلخی سے کہہ رہا تھا۔ماہی نے ابرو اکٹھے کرتے ہوئے کپ نیچے کیا۔

"اس کو کین کلر کیوں کہتے ہیں؟"

"کیا مالا نے تمہیں نہیں بتایا؟وہ جب کسی کو قتل کرتا تھا تو اس جگہ پر قابیل کا نشان چھوڑتا تھا۔اس کو کالنگ کارڈ کہتے ہیں۔بہت سے قاتل ایسے کالنگ کارڈز چھوڑتے ہیں۔"

"قابیل کا کوئی نشان بھی تھا؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔''بائبل کے مطابق خدا نے قابیل کے بازو پر ایک نشان بنایا تھا تاکہ وہ پہچان لیا جائے اور کوئی اسے قتل نہ کرے۔اس کی زندگی اس کی سزا تھی۔''وہ کہہ رہا تھا اور وہ موبائل کھولے گوگل پہ کچھ لکھ رہی تھی۔ماہر نے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔وہ سر جھکائے اسکرین پر دکھائی دیتی تصاویر دیکھ رہی تھی۔

"یہ زیاد کا نشان ہے؟"وہ بولی تو اس کی آواز بدلی ہوئی تھی۔وہ غور سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا تم اسے پہچانتی ہو؟یہ نشان سرکار کے بازو پر بھی ہے۔"

ماہ بینہ مبین نے الجھا ہوا چہرہ اٹھایا۔

(وہ دوہا میں اپنے اپارٹمنٹ کے صوفے پر لیٹا تھا۔اس کی آنکھیں غنودگی سے بند ہو رہی تھیں۔کوئی میز پر اس کے قریب آ بیٹھا تھا۔وہ اس کے ہاتھ دیکھ سکتا تھا۔جھریوں زدہ ہاتھ۔وہ اسے کچھ کہہ رہا تھا۔

"حورِ جہاں کی بیٹی جانتی ہے۔")

"یہ نشان... یہ نگینہ آنٹی کے بازو پر ہے۔"

وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔کانوں نے الفاظ سنے۔ذہن نے ان کو پروسیس کیا۔اور دل نے ماننے سے انکار کر دیا۔

"زیاد کی ماں؟"

"ہاں۔یہ میں نے اس روز دیکھا تھا جب میرا والٹ کھویا تھا۔"

وہ اسی طرح اسے دیکھے گیا۔ابرو اکٹھے کیے۔ناسمجھی سے۔

"یہ زیاد کی ماں کے بازو پر کیوں ہوگا؟"اس نے سر جھٹکا۔ذہن میں وہ بوڑھی،ہوش سے بے گانہ عورت آئی۔ایک بے ضرر وجود۔

ماہی نے جواب نہیں دیا۔کبھی وہ اسکرین کو دیکھتی۔کبھی چہرہ اٹھا کے اس کو۔

"مالا نے بھی یہ نشان دیکھا تھا۔کیا اس نے آپ کو نہیں بتایا؟"

وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔ماہی کے الفاظ آہستہ آہستہ دل میں جذب ہو رہے تھے۔

(وہ استنبول میں ایک ریستوران میں بیٹھے تھے۔ایک میز کے گرد۔معید کی شادی سے پہلے فیملی ڈنر۔

زیاد سلطان طنز سے پوچھ رہا تھا۔

"ایسا دلچسپ جادوگر کہاں پایا جاتا ہے؟"

اور وہ سربراہی کرسی پر براجمان کہہ رہا تھا...

"وہ ایک بوڑھا آدمی ہے،تجربہ کار جادوگر۔اس کی ایک کثیر cult following ہے۔وہ اپنا چہرہ کسی کو نہیں دکھاتا۔اسی لیے وہ کبھی پکڑا نہیں گیا۔")

وہ قدم قدم سبزہ زار پر چل رہا تھا۔ پیچھے سنگی بنچ پر ماہی تنہا بیٹھی رہ گئی۔ وہ اسے پکار رہی تھی لیکن ماہر نے نہیں سنا۔

("پھر وہی کہانی۔" کشمالہ بے زار ہوئی تھی۔
" کیوں کشمالہ بی بی؟ آپ کو یہ سب کہانی لگتا ہے؟")

اس نے کار کا ڈرائیونگ ڈور کھولا۔ بے جان ہاتھوں سے سیٹ بیلٹ پہنی۔ اسٹارٹ کا بٹن دبایا۔ پولیس اسٹیشن اور ماہی اب بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ کافی کا کپ شاید راستے میں کہیں گر گیا تھا۔

("تمہارا جادوگر ولن... جس کے کلائنٹس ساری دنیا میں ہیں... اس کو کسی نے نہیں دیکھا؟" وہ افسوس سے سر ہلا رہی تھی۔
"جانتے ہو دنیا کے بڑے بڑے cult leaders کی پہچان کیا ہے؟")

کار سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ اس کا پیر ریس پر تھا اور دماغ غنودگی میں۔

("وہ سب نارسیسسٹ مرد ہوتے ہیں جن کی انا ان کو اکساتی ہے کہ وہ اپنے گرد فالوورز اکٹھے کریں۔ مردوں کی انا ان کو گمنام لیڈر بننے کی اجازت نہیں دیتی۔"
وہ بوتل کا ڈھکن کھولتے ہوئے کہہ رہی تھی اور وہ الجھن سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے سبز بند گلے کی قمیض پہن رکھی تھی۔ کندھے پر کامدار شال تھی۔ کانوں میں جھمکے۔
"اس لیے یا تو تم ہمیں بے وقوف سمجھ کے ایک ہی کہانی دہراتے ہو۔" وہ جھکی آنکھوں کے ساتھ بوتل گلاس میں انڈیل رہی تھی۔
"یا تمہارا جادوگر کوئی عورت ہے۔"
گلاس اٹھا کے اس نے شانے اچکائے تھے۔)

ہسپتال کی عمارت کے سامنے وہ کتنی ہی دیر بیٹھا رہا تھا۔ شل۔ سن۔

("ایک لمحے کے لیے میز پہ سناٹا چھا گیا تھا۔

" کوئی مرد اتنا بڑا cult leader بن کے گمنام نہیں رہ سکتا۔ عورت رہ سکتی ہے۔ عورت کو اتنی پذیرائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کی انا جلد سیر ہو جاتی ہے۔"

"ناممکن۔" ماہر فرید نے وثوق سے کہا تھا۔ "وہ مرد ہے۔ میں جانتا ہوں۔ سب مرد ایک جیسے نہیں ہوتے۔"

اور اس نے یہ کیوں کہا تھا؟

کیونکہ ماہر فرید کبھی لوگوں کے بارے میں غلط نہیں ہوتا۔)

ہسپتال کا کاریڈور اب بھی ویسا ہی ویران تھا۔ اندرانی ایک پولیس آفیسر کو بیان لکھوا رہی تھی۔ نڈر۔ بے پرواہ۔ اکتائی ہوئی۔ پولیس کی مسلسل پوچھ تاچھ کے باوجود اس کے اعصاب پہ کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

البتہ ماہر فرید کو آتے دیکھ کے وہ چونکی۔ اس کی رنگ بدلنے لگی۔ خوف۔ بے بسی۔ وہ نگینہ سلطان کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اسے نہیں روک سکتی تھی۔

اس کے چہرے پر لکھا تھا کہ وہ سب جانتا ہے۔

کمرے کا سفید دروازہ بنا کسی آواز کے کھلا۔

سامنے بستر پر ایک عورت لیٹی تھی۔ جیسے ہڈیوں کا پنجر ہو۔ بوڑھی۔ کمزور۔ بند آنکھیں اور ناک پر لگا آکسیجن ماسک۔ چہرہ آدھے سے زیادہ مسخ ہو چکا تھا۔ اور اس پر لگی پٹیاں بھی گل سڑ چکی تھیں۔

وہ ماسک نہیں پہن سکا۔ وہ اس کمرے میں پھیلی بو سونگھ سکتا تھا۔ ارواح خبیثہ کی بو۔ موت کی بو۔

"تم سرکار ہو؟"

چوکھٹ میں کھڑا ماہر فرید پلکیں نہیں جھپک پا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بس تعجب تھا۔ الجھن تھی۔

نگینہ بیگم نے آنکھیں کھولیں۔ اس سے نگاہ ملی۔ بڑھی شیو، بکھرے بالوں اور سرخ ہوتی حیران آنکھوں والا ماہر فرید ان کے سامنے کھڑا تھا۔

وہ دھیرے سے مسکرائیں۔ کپکپاتے لاغر ہاتھ سے ماسک اتارا۔

''آؤ ماہر فرید۔ بالآخر تم نے ہمیں ڈھونڈ لیا۔''

ساتھ رکھی اسکرین پر ان کی آکسیجن سیچوریشن فوراً سے کم ہوئی لیکن وہ اتنی کم نہیں تھی کہ ان کا سانس اکھڑے۔

وہ بالکل شل سا تھا۔ ساکت۔ کسی روبوٹ کی طرح چلتا وہ ان کے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔

''میں نے اپنی اور تمہاری ملاقات کی تمنا برسوں سے کی تھی۔''

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ان کے بستر کے قریب جا رکا۔

''تم... تم سرکار ہو؟'' وہ بے یقینی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

(وہ کشمالہ کا ڈرائیور کیف بن کے اس گھر میں آخری دفعہ آیا تھا۔ وہ دن جب اس نے مالا کے سامنے اپنا استعفیٰ رکھا تھا۔ وہ حورِ جہاں کے کمرے کی کھڑکی کے باہر تھا۔ وہ اندر بیٹھی نگینہ بیگم سے بات کر رہی تھیں۔ مالا اور زیاد کے رشتے کی بات۔ کھڑکی کھلی تھی۔ وہ باہر سے سب کچھ سن سکتا تھا۔ پھر نگینہ بیگم نے اسے پکارا تھا۔ تب وہ ہڈیوں کا پنجر نہیں تھیں۔ وہ اس سے بہت بہتر تھیں۔ انہوں نے اسے سلیم کہہ کے پکارا تھا۔ وہ ایک بوڑھی، بے ضرر سی خاتون تھیں۔ وہ اس سے جائے نماز مانگ رہی تھیں۔ وہ جائے نماز لیے ان کے پاس آیا تھا۔ اسے پکڑاتے ہوئے اس کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے ہلکا سا ٹکرایا تھا۔ پھر کیا ہوا تھا؟

وہ مالک کے اپارٹمنٹ واپس گیا تھا۔ اور اس کا سر بوجھل ہو رہا تھا۔ وہ استعفیٰ دینے کا غم نہیں تھا۔ اسے بخار ہو گیا تھا۔ وہ سرکار کے ہاتھ کا لمس تھا۔ اس نے اس پر کچھ پھونکا تھا۔)

وہ مسکرا رہی تھیں۔

''کیا ہم تمہاری توقعات پہ پورا نہیں اترے؟''

وہ ٹکر ٹکر ان کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"تم سرکار ہو؟"

''دیکھو۔ کیا حال کیا ہے تم نے ہمارا؟''

ماہر فرید کے ابرو اکٹھے ہوئے۔

"میں نے؟" اس نے سینے پر انگلی رکھی۔ پھر نفی میں سر ہلایا۔ ''تمہیں اندازہ ہے تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟"

"ہاں۔ ہمیں سب یاد ہے۔" وہ مسکرائیں۔ ''ہم نے تمہارے باپ کو برین ٹیومر سے مارا تھا۔ شمس کے کہنے پہ۔''

اس کے پہلو میں گری مٹھیاں بھنچ گئیں۔ آنسوؤں کا گولہ سا اس کے حلق میں اٹکنے لگا۔
بہت سے مناظر نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے۔

**(وہ دونوں باپ بیٹا مسکراتے ہوئے آفس کاریڈور میں آگے بڑھ رہے تھے۔ اس کا نیلے سوٹ میں ملبوس، سفید سیاہ بالوں والا خوبرو سا باپ... ان کے پرفیوم کی خوشبو... ان کی شخصیت کا وقار... اسے سب یاد تھا۔
اور پھر... ہسپتال کے بستر پر لیٹا، زرد چہرے اور کمزور وجود والا اس کا باپ جس کے سر پر پٹی بندھی تھی۔ اور وہ نوجوان ان کی پائنتی کے ساتھ بیٹھا، ان کے پیروں پر سر رکھے ہوئے تھا۔)**

"میرا باپ..." اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ آواز کپکپائی۔
''اور تمہاری ماں... اس کو سحر عشق سے بھی ہم نے بیمار کیا تھا۔''
وہ مسکرا کے بتا رہی تھیں۔ وہ ان کے کارنامے تھے۔ ان کی سب سے بڑی اچیومنٹس۔ وہ بس اس عورت کو دیکھے گیا۔ جس کا آدھا چہرہ مسخ تھا۔ جس کے جسم سے بدبو اٹھ رہی تھی۔ اور وہ مسکرا رہی تھی۔

(وہ بارش میں بھیگتا نوجوان... وہ سڑک کنارے بیٹھا سر جھکائے رو رہا تھا۔ اس کی ماں اس کے ٹیومرزدہ باپ کو چھوڑ رہی تھی۔ اس کی ماں کسی اور سے شادی کرنے جا رہی تھی۔ وہ اس کو سمجھا سمجھا کے تھک گیا تھا۔)

''اور ہلال... وہ جس کو پانے کی ہمیں تمنا تھی۔''

(وہ بالائی منزل پر بنے لونگ روم میں ونگ چیئر پر بیٹھا تھا۔ سیاہ لباس پہنے، وہ سوگواریت سے کھڑکی سے نظر آتی شہر کی جلتی بجھتی روشنیوں کو دیکھ رہا تھا۔ تب وہ ساتھ آ کے بیٹھی تھی۔ وہ ننھی سی گھنگریالے بالوں والی لڑکی۔ اس نے گردن موڑ کے اسے دیکھا تھا۔ اسے نہیں دیکھنا چاہیے تھا۔ اس کی بھوری آنکھیں، مڑی ہوئی پلکیں، اور گال میں بنتا گڑھا۔ وہ اس سب کو پہچانتا تھا۔ وہ اس کا عکس تھی۔)

"ہلال کہاں ہے؟"

"وہ ہمارے پاس تھی۔ اتنے برس سے۔ اور تم اسے نہیں ڈھونڈ سکے۔"

وہ جیسے کسی ٹرانس سے نکلا۔ تیزی سے ان کے سرہانے تک آیا۔

"ہلال کہاں ہے؟" وہ بولا تو بھیگی آواز ایسی تھی جیسے سانس چڑھ گیا ہو۔

''اسے زیاد لے گیا ہے۔ کہاں؟ ہم نہیں جانتے۔ لیکن تم اسے کبھی نہیں ڈھونڈ پاؤ گے، ماہر۔''

ماہر نے تھوک نگلا۔ بہت سے آنسو جیسے اندر ہی دبا لیے۔ پھر وہ دھیرے سے ان کے سرہانے پر جھکا۔

"تم سرکار ہو؟" اب وہ حیران نہیں تھا۔ اب اس کی آنکھوں میں طیش تھا۔ نفرت تھی۔ افسوس تھا۔

"ہاں۔ ہم سرکار ہیں۔" مسخ چہرے والی عورت مسکرائی۔

"اور ہم تمہیں برسوں سے جانتے تھے۔ تم ہی ہمیں نہیں جان سکے۔" پھر ان کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ جلے ہوئے ہونٹوں والی مسکراہٹ۔

"ہم یہ بھی جانتے تھے کہ سبرینہ زندہ ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ اسی شہر میں ہے۔ ہم ہمیشہ تم سے ایک قدم آگے رہے ہیں۔"

''کیا مل گیا تمہیں یہ سب کر کے؟'' وہ ترحم اور دکھ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ چہرہ ابھی تک ان کے اوپر جھکا تھا۔

''ملے گا۔ ابھی ملے گا۔ لیکن تم نہیں سمجھو گے۔''

''تمہیں ہلال سے کیا چاہیے؟''

وہ ہلکا سا ہنس دیں۔ پھر تکلیف سے کراہ نکلی۔ ہنسنے سے ان کی جلی ہوئی جلد میں جیسے درد کی ٹیسیں اٹھتی تھیں۔

"زیاد کہاں ہے؟ مجھے بتا دو۔ شاید تمہاری اٹکی ہوئی روح کو نجات مل جائے۔"

"وہ ہمارا بیٹا ہے، ماہر۔ ہم اس کی آخری دم تک حفاظت کریں گے۔" اسے لگا ان کی آنکھوں کا کنارہ بھیگنے لگا ہے۔ پھر اس کی نگاہ ان کے سر تلے رکھے تکیے تک دوڑ گئی۔

فائبر بالز سے بھرا تکیہ۔ پھولا پھولا اور بھاری۔ کسی کے منہ پر رکھ دو تو اس کی کراہ تک نہ نکلے۔

اسے بہت کچھ یاد آیا۔ اس کے مرتے ہوئے باپ کے سر تلے بھی ایسا ہی تکیہ تھا۔ اس کی ماں کی لاش تلے بھی یہی تھا۔ سائیک وارڈ میں اس کے قید خانے میں بھی ایسے تکیے تھے۔

''میں چاہوں تو ایک پل میں تم سے اپنی زندگی کے تمام بدلے لے لوں، نگینہ بیگم۔'' وہ سیدھا ہوا۔ اور نفی میں

سر ہلایا۔ ''لیکن ماہر فرید قاتل نہیں ہے۔'' اسے افسوس اور ترحم سے دیکھتا وہ پیچھے ہٹنے لگا۔

''میں نہیں چاہتا کہ تم مرو۔ میں چاہوں گا کہ تم زندہ رہو، سرکار۔ اور تم جان کنی کی ساری تکلیفیں جھیلو۔ تم موت کو بار بار دیکھو اور اس کی تمنا کرو۔ لیکن وہ تمہیں قبول کرنے سے انکار کر دے۔'' وہ نفی میں سر ہلاتا پیچھے ہٹ رہا تھا۔ وہ ابھی تک مسکرا رہی تھیں۔ تکلیف سے ان کی آنکھوں میں پانی آ رہا تھا۔

سائیڈ ٹیبل پر وہ نوٹ پیڈ اسی طرح الٹا رکھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لوہے کا کمرہ ساکن ہو چکا تھا۔ چند لمحے وہ گہرے سانس لیتی رہی۔ ہر سانس کے ساتھ ہر آہٹ گنتی رہی۔

اور پھر ایک کنڈا کھلنے کی آواز آئی۔ اس نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔ بازو مزید اپنے گرد لپیٹ لیے۔

آنکھیں دروازے پہ مرکوز تھیں۔

دروازے میں شگاف ابھرا اور تیز روشنی اندر داخل ہوئی۔ مالا کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ پھر پلکیں جھپکائیں۔ روشنی غائب ہو گئی۔ زیاد سلطان اوپر چڑھتا کنٹینر کے اندر آیا اور اپنے عقب میں دروازہ بند کر دیا۔

''تم نے سمجھا تم مجھے بے وقوف بنا لو گی؟''

وہ کونے میں بیٹھی، کمر دیوار سے لگائے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے نہیں مارے گا۔ نہیں مارے گا۔ دل نے تسلی دی۔

''کتنی ہی دفعہ ہم اس پوزیشن میں آئے ہیں، کشمالہ؟'' وہ پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا اور افسوس سے اس کے سفید چہرے کو دیکھا۔ پھر اس کی کلائی کو۔

''تم۔ میں۔ اور زنجیریں۔''

وہ سانس روکے اس کو دیکھے گئی۔

''لیکن یہاں کوئی بک شیلف نہیں ہے جس کو تم گرا سکو۔ کوئی پولیس نہیں ہے جسے تم مدد کے لیے بلا سکو۔'' وہ نفرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''یہ ہلال ہے نا؟''

ابرو سے پیچھے بنی جالی کی طرف اشارہ کیا۔ زیاد نے افسوس سے سر جھٹکا۔

''تم اب بھی اس کی بہن کا سوچ رہی ہو؟''

''تمہارا مسئلہ میرے ساتھ ہے۔ مجھے رکھ لو۔ اس کو جانے دو۔'' اس نے زنجیروں والے ہاتھ اکٹھے کیے۔

"پلیز، زیاد۔ وہ ایک چھوٹی سی بچی ہے۔"

''میں تم سے اپنی اور تمہاری بات کرتا ہوں، اور تم اس کو سوچ رہی ہوتی ہو؟'' زیاد کے چہرے پر زخمی سا تاثر ابھرا۔

''جب میں اپنی اور تمہاری بات کرتی تھی تو تم کس کو سوچتے تھے؟'' وہ ہاتھ نیچے کر کے ایک دم چلائی۔ چہرہ سرخ ہوا۔

وہ خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

''تم سبرینہ کو سوچتے تھے۔ تم میرے اندر اس کو ڈھونڈتے تھے۔'' اس نے خود کو چلاتے سنا۔ یہ اسکرپٹ کا حصہ نہیں تھا۔ اسے زیاد کے سامنے چیخنا نہیں تھا۔ اسے اس کی منت کرنی تھی۔ مگر... اسے ٹھنڈ لگ رہی تھی۔ اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

''مت ظاہر کرو کہ تم جیلیس تھیں۔ تمہیں مجھ سے محبت ہوتی تو تم جیلیس ہوتیں۔'' زیاد نے ہونہہ میں سر جھٹکا۔

''جیلیس؟ میں جیلیس نہیں ہوں۔ یہ انکشاف ہے۔'' اس کی آواز اونچی ہوئی۔ کیا کوئی اس کی آواز سن سکے گا؟ کیا کوئی باہر سڑک سے گزر رہا ہوگا؟

''میں جان گئی ہوں کہ تم میرے اندر کس کو تلاش کرتے تھے۔''

زیاد سلطان نے جیسے اس کو سنا ہی نہیں۔ وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم نے غلط انتخاب کیا، کشمالہ۔ تم نے میرے اوپر اس کی بہن کا انتخاب کیا۔''

اس نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا۔ پھر کلائی پر بندھی گھڑی کو۔

"چار سے پانچ گھنٹے۔ بس اتنا وقت ہے تمہارے پاس۔"

اس نے چونک کر گردن اٹھائی۔ وہ اسی سپاٹ انداز میں کھڑا جیسے فیصلہ سنا رہا تھا۔

''تم اس وقت آبادی سے بہت دور ہو۔ اور یہ...'' نگاہیں گھما کے دائیں بائیں دیکھا۔ ''یہ ایک فریزنگ ٹرک ہے۔ چار سے پانچ گھنٹے میں یہ تمہارے جسم کا درجہ حرارت اتنا کم کر دے گا کہ تمہارا سانس بند ہو جائے گا۔'' وہ اب دروازے کے قریب لگے ایک سرمئی بورڈ کے بٹن دبا رہا تھا۔ ایک دم وینٹ سے تیز سرد ہوا نکلنے لگی۔ مالا نے بے اختیار اپنی زنجیر کو دیکھا۔ وہ بہت چھوٹی تھی۔ وہ اس بورڈ تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

"یہ بورڈ پاسورڈ پروٹیکٹڈ ہے۔تم چاہو بھی تو اس کا درجہ حرارت کم نہیں کر سکتیں۔"وہ واپس پلٹا اور دیکھا کہ وہ اپنی زنجیروں کی لمبائی دیکھ رہی تھی تو گہری سانس لے کر بتایا۔

''یہ ٹرک اس وقت ایک untouched لینڈ میں ہے۔ایک جنگل جہاں آج تک انسانوں نے قدم نہیں رکھے۔یہاں دور دور تک کوئی نہیں ہے۔''وہ جیسے اسے خبر نامہ پڑھ کے سنا رہا تھا۔

''تم مجھے یہاں مرنے کے لیے چھوڑ کے جا رہے ہو؟''اس نے بے یقینی سے زیاد سلطان کو دیکھا۔

یہ نہیں ہو سکتا تھا۔وہ اسے نہیں مار سکتا تھا۔وہ اس پر ہاتھ اٹھا سکتا تھا،اس کا دل توڑ سکتا تھا،اس پہ جادو کر سکتا تھا، لیکن زیاد سلطان اس کی جان نہیں لے سکتا تھا۔

وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''تم ابھی میرے کام کرنے کے طریقے سے واقف ہی نہیں ہو،کشمالہ۔''اور اسی سرد مہری سے وہ پلٹ گیا۔ دروازے کا لاک کھولتے ہوئے وہ رکا۔

''تم نے سمجھا تھا تم مجھے دھوکہ دے کر اس کے ساتھ چلی جاؤ گی۔لیکن تم اپنی آخری سانس تک مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکتیں۔''طنز۔افسوس۔جیسے اسے مالا کی عقل پہ حیرت ہو۔

گرم آنسو اس کے سرد چہرے پر پھسلتے رہے۔وہ اب پلٹ کے لاک کھول رہا تھا۔وہ اب جانے لگا تھا۔وہ شاید آخری دفعہ اسے دیکھ رہی تھی۔

''سبرینہ زندہ ہے۔''اس نے خود کو کہتے سنا۔لبوں سے سرد دھواں سا نکلا۔

زیاد کے ہاتھ ٹھہر گئے۔پلٹ کے اسے ایسے دیکھا جیسے سردی نے اس کے ذہن پر اثر کر دیا ہو۔

''کون؟''

''تمہاری سبرینہ مری نہیں تھی۔اسے وٹنیس پروٹیکشن مل گئی تھی۔میں اس سے بات کر چکی ہوں۔وہ زندہ ہے۔''

وہ بالکل ٹھہر کے اسے دیکھنے لگا جیسے وہ اس کی دماغی حالت کا اندازہ کر رہا ہو۔

''نہیں یقین آیا؟ جب وہ زخمی ہو کے سڑک کنارے گری تھی،اور اس کے پاس نیلے اور زرد رنگ کا کیک گرا تھا۔اور تم نے قابیل کا نشان بنایا تھا۔اس نے تب آنکھیں کھول کے تمہیں دیکھا تھا۔تمہاری نگاہ ملی تھی۔تم نے ماسک پہن رکھا تھا۔ہے نا؟ یہ کسی پولیس فائل میں نہیں لکھا۔یہ اس نے مجھے بتایا تھا۔''

وہ پلک نہیں جھپک سکا۔سانس جم گئی تھی جیسے۔

کشمالہ مبین سے پہلے وہ برف کا مجسمہ بن گیا تھا۔

''اور تمہاری ماں... تمہاری جادوگرنی ماں... وہ برسوں سے یہ بات جانتی ہے۔ اس نے تم سے یہ بات چھپائی تھی۔ اس کے جنات اس کو خبر دے چکے تھے۔ لیکن وہ تمہیں سبرینہ سے دور کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ سبرینہ اس ایکسیڈنٹ کے بعد ماں نہیں بن سکتی تھی اور سرکار کو تمہارا بچہ چاہیے تھا۔" ایک نگاہ جالی کے پیچھے ڈالی۔ گھنگریالے بالوں والے وجود میں حرکت ہوئی تھی۔ وہ شاید اٹھ رہی تھی۔

''جاؤ... زیاد... اور اگر میں جھوٹ بول رہی ہوں تو جو میری سزا میں قبول کروں گی۔ لیکن تم اپنی ماں کا سچ جاننے کے بعد ایک دفعہ میرا سامنا ضرور کرو گے۔'' ہر لفظ کے ساتھ منہ سے دھواں نکل رہا تھا۔

زیاد سلطان نے جواب نہیں دیا۔ وہ چند لمحے گم صم سا اسے دیکھے گیا۔ پھر پلٹ گیا۔

''زیاد... میری بات سنو۔'' وہ زور سے چلائی۔ لیکن وہ اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے اسے لاک کر رہا تھا۔

"زیاد۔" وہ زور سے چلائی۔ آواز بھیگنے لگی۔

کیا یہ آخری دفعہ تھا جب وہ اس کی قید میں آئی تھی؟

کیا صیاد اور پرندے کا کھیل ختم ہونے جا رہا تھا؟

اس نے گہرا سانس لیا اور خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی۔ وہ مزید توانائی نہیں خرچ کر سکتی تھی۔ ابھی موسم ٹھنڈا تھا لیکن اتنا نہیں کہ اس کا خون جمنے لگے۔ اس کے پاس وقت تھا۔

اور تب اس نے وہ آواز سنی۔

وہ باریک آہستہ آواز۔

''میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔''

مالا نے چونک کر گردن موڑی۔ جالی کے پار وہ اس لڑکی کا نیم رخ دیکھ سکتی تھی۔ وہ سیدھی ہو کے بیٹھ رہی تھی۔

''تم جانتی تھیں کہ میں آؤں گی، ہلال؟''

''میں تم سے بات نہیں کر رہی، مالا۔'' وہ بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑس رہی تھی۔

"میں اس سے کہہ رہی ہوں جو ہمارے ساتھ موجود ہے۔"

کشمالہ مبین کا سانس منجمد ہو گیا۔

اس نے بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہاں ایک دھڑکن تھی۔

اور اس سے نیچے۔

ایک دوسری دھڑکن بھی تھی۔

"مجھے معلوم تھا بدر آئے گا۔" وہ لڑکی کہہ رہی تھی۔

"تمہارا بیٹا... بدر۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ٹرک کو ایک جنگل ویرانے میں چھوڑ کے زیاد سلطان چند کوس تک پیدل چل کے آیا۔ یہاں ایک رکی ہوئی کار سڑک کنارے کھڑی اس کی منتظر تھی۔ چونکہ چابی اس کی جیب میں تھی، اس لیے قریب جاتے ہی کار کے لاکس کھل گئے۔ وہ اندر بیٹھا اور اسٹارٹ کا بٹن دبایا تو انگلی کانپی تھی۔ اس کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔

وہ جھوٹ بول رہی تھی۔ وہ اپنی جان بچانے کے لیے کہانی گھڑ رہی تھی۔ وہ مہلت چاہ رہی تھی۔ تاکہ اس کا ہیرو آئے اور اس کو بچا لے۔ ورنہ سبرینہ زندہ نہیں ہو سکتی تھی۔ سبرینہ مر چکی تھی۔ اس نے اپنی پوری تسلی کی تھی۔ مردہ خانے کی رپورٹ۔ اس کے گھر والے۔ پولیس کی اسٹیٹمنٹ۔ ہر شے سے واضح تھا کہ وہ مر چکی تھی۔ اس نے سبرینہ کی قبر بھی دیکھی تھی۔ اس پر پھول بھی رکھے تھے۔ وہ اب بھی یو کے جاتا تو اس کی قبر پر ضرور جاتا تھا۔

پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا؟

ڈرائیو کرتے ہوئے اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ چہرہ سرخ پڑ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نگینہ بیگم نے پلکیں جھپکائیں۔ نرس کمرے سے باہر جا رہی تھی۔ انہوں نے کروٹ بدلنی چاہی لیکن جسم سے شدید ٹیسیں اٹھیں۔ چہرے کے جلے ہوئے حصے سے تعفن زدہ بدبو اٹھ رہی تھی۔ باجود احتیاط کے کمر پر bed sores بن گئے تھے اور ان میں کیڑے پڑنے لگے تھے۔ یہ گزشتہ رات ہی ہوا تھا اور ڈاکٹرز ان کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھے۔ اسٹاف کی لاکھ کوششوں کے باوجود بدبو ختم ہو رہی تھی نہ کیڑے۔ ان کے وارڈ کو چند گھنٹوں قبل قرنطینہ کر دیا گیا تھا۔ زخموں کے سیمپل پبلک ہیلتھ ایجنسی کو بھجوائے گئے تھے کہ کہیں یہ کوئی وبا تو نہیں۔ لیکن اب تک کسی اسٹاف یا ملاقاتی میں اس کے symptoms ظاہر نہیں ہوئے تھے۔

نگینہ بیگم نے آہٹ پہ چونک کے دروازے کو دیکھا۔

کوئی اندر داخل ہوا تھا۔ نیلے اسکربز میں ملبوس۔ چہرے پر ماسک اور سر پر جالی دار ٹوپی پہنے۔ ہاتھوں پر

دستانے۔ کوئی ڈاکٹر تھا شاید۔ اب ان کے کمرے میں جو بھی داخل ہوتا وہ حفاظتی لباس پہن کے آتا تھا۔

"پپ... پانی..." انہوں نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔ حلق خشک تھا۔ انہیں پانی چاہیے تھا۔

وہ قریب آیا۔ ماسک نیچے کیا۔ نہ بھی کرتا تب بھی وہ اس کی آنکھیں دیکھ کے ٹھہر گئی تھیں۔ آواز حلق میں اٹک گئی تھی۔

یہ وہ آنکھیں تھیں جنہوں نے پہلی دفعہ کھلنے پہ ان ہی کا چہرہ دیکھا تھا۔

''زیاد؟'' وہ حیران تھیں۔ پھر چہرے پر بے چینی نمودار ہوئی۔

وہ پولیس کو مطلوب تھا۔ وہ یہاں کیسے...؟

''سبرینہ زندہ ہے؟'' وہ قدم قدم چلتا ان کے سرہانے آیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

''زیاد... پلیز بیٹے یہاں سے چلے جاؤ۔ پولیس والے رات سے تمہارا پوچھ رہے ہیں۔'' وہ پریشانی سے بدقت بول پا رہی تھیں۔

"یعنی وہ زندہ ہے۔" وہ شل رہ گیا۔ ساری دنیا ساکت ہو گئی۔

''زیاد... پلیز... وہ تمہیں گرفتار...'' ان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

''وہ سچ کہہ رہی تھی۔'' وہ اپنی ماں کے آنسو پہچانتا تھا۔

''وہ واقعی زندہ تھی اور آپ جانتی تھیں؟'' اس کی بھیگی آواز میں غراہٹ نمودار ہوئی۔

''ہاں۔ میں جانتی تھی۔ لیکن وہ تم سے نفرت کرتی تھی۔'' انہوں نے بے چینی سے دروازے کو دیکھا۔ شیشے کی دیوار کے آگے بلائنڈز برابر تھے لیکن کوئی کسی بھی وقت اندر آ سکتا تھا۔

''پلیز تم چلے جاؤ۔'' انہوں نے اپنے ہاتھ اس کے سامنے جوڑے۔ ایک ہاتھ کوڑھ زدہ گل سڑ چکا تھا۔ دوسرا تندرست تھا۔ وہ جانتی تھیں وہ کیا کرنے آیا ہے۔ وجہ معلوم نہیں تھی۔ اب ہو گئی تھی۔ سبرینہ وجہ تھی۔ لیکن وہ اس کے لیے تیار تھیں۔

زیاد کے لیے کچھ بھی۔

"سرکار..." وہ دھیرے سے ان کے اوپر جھکا۔

''میں نے اپنی زندگی کا ایک حصہ سبرینہ کے غم پہ تعمیر کیا تھا۔ کشمالہ سے شادی سبرینہ کی امید کھو دینے پہ کی تھی۔ ہلال کو دھکا اسی کے لیے دیا تھا۔ میں نے بہت کچھ سبرینہ کو مارنے کے جرم کے گلٹ میں کیا تھا۔''

وہ سیدھا ہوا اور نفرت سے بھیگی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

"میرے بیٹے... میں نے یہ سب تمہارے لیے کیا تھا۔" ان کے ہاتھ جڑے تھے۔ اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے جلے ہوئے چہرے کے گڑھوں میں گم ہو رہے تھے۔

"تمہاری محبت میں..."

''وہ زندہ تھی اور تم نے مجھ سے یہ چھپایا۔''

اس کی آواز میں سرگوشی بھری غراہٹ تھی۔ ایک سرخ دھند تھی جو اس کے سامنے چھائی تھی۔

''زیادہ خود کو خطرے میں مت ڈالو۔'' نگینہ بیگم نے پریشانی سے دروازے کو دیکھا۔

''ایک سچ آج تمہیں میں بھی بتاتا ہوں، سرکار۔'' وہ ان کے کان کے قریب جھکا کہہ رہا تھا۔

''میں نے کبھی تم سے محبت نہیں کی۔ مجھے تم سے بھی اتنی ہی نفرت تھی جتنی میرے باپ کو تم سے تھی۔ میری محبت دکھاوا تھی کیونکہ میں تمہارے جادوؤں سے ڈرتا تھا۔ اپنے باپ کی طرح۔ لیکن آج... آج کے بعد میں نہیں ڈروں گا۔''

وہ سیدھا ہوا۔ انہوں نے پریشانی سے اس کو دیکھا، پھر دروازے کو۔

پھر سائیڈ ٹیبل پر رکھے الٹے نوٹ پیڈ کو۔

"آج کے بعد مجھے کسی کا خوف نہیں۔ کسی کی پرواہ نہیں۔ کیونکہ تم تینوں... کشمالہ تم اور ہلال... تم تینوں جو میری زندگی کے فیصلے کرتی آئی ہو... تم تینوں آج اپنی اپنی قبر میں اتر جاؤ گی۔" اس نے جھپٹ کے ایک تکیہ ان کے سر کے نیچے سے نکالا اور اگلے ہی لمحے اسے ان کے کوڑھ زدہ چہرے پر رکھ دیا۔

ان کے کمزور ہاتھ پیروں میں تیزی سے مزاحمت ہوئی۔ دائیں بائیں۔

جسم میں قید روح پھڑ پھڑائی۔

اس نے آخری کوشش کی۔

دروازہ دھاڑ سے کھلا۔

بہت سی آوازیں سنائی دیں۔ پولیس مین پستول اس کی طرف بلند کیے اسے پیچھے ہٹنے کو کہہ رہا تھا۔ دو افراد اس کے بازو کھینچ رہے تھے لیکن وہ پوری قوت سے تکیہ اس بوڑھی جادوگرنی کے چہرے پر دبائے ہوئے تھا۔

کسی نے زور سے اسے پیچھے کھینچا۔ لیکن تب تک تکیے تلے پھڑ پھڑاتی روح کی مزاحمت دم توڑ گئی تھی۔

نرس اور اسٹاف چلاتے ہوئے مریض کا تکیہ اٹھا رہے تھے۔

زیاد سلطان قدم قدم پیچھے ہٹتا گیا اور دونوں بازو فضا میں اونچے اٹھا لیے۔

نگاہیں اس بوڑھے چہرے پہ جمی تھیں۔

کسی نے پیچھے سے اس کا بازو مروڑا۔ کسی نے اسے کندھوں پر دباؤ دے کر نیچے بٹھایا۔

وہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ اب دو افراد اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا رہے تھے۔

نگینہ سلطان کا چہرہ بے جان سا پڑا تھا۔ آنکھیں کھلی تھیں اور روح کب کی پرواز کر چکی تھی۔ آنکھ سے ایک آنسو نکل کے گال پر لڑھک رہا تھا۔

"زیاد سلطان.... تم ہماری حراست میں ہو۔ تمہیں خاموش رہنے کا حق حاصل ہے۔ تمہارا کہا کوئی بھی لفظ تمہارے خلاف عدالت میں استعمال ہو سکتا ہے۔"

وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ پیچھے بندھے تھے۔ ایک آفیسر اس کو اس کے حقوق پڑھ کے سنا رہا تھا۔ اور وہ... وہ مسکرا رہا تھا۔

وہ جس شے کی اس نے برسوں سے تمنا کی تھی۔

وہ آج پوری ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''کیسا ہوتا ہے اپنی کھوئی ہوئی بہن کو ڈھونڈنا؟''

وہ سفید دیوار کے سامنے رکھی سنگی کرسی پر بیٹھی تھی۔ اور ماہر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے، فرش پر اکڑوں بیٹھا تھا۔ شیشے کی دیواریں دھوپ اندر لا رہی تھیں۔ وہ بے چینی سے موبائل کے بٹن دبا رہا تھا جب ماہی بولی۔

ماہر کے ہاتھ تھمے۔ گردن اٹھا کے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں روئی روئی سی تھیں۔ متورم۔ سرخ۔ پانی سے بھری۔

وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''سرخ والٹ ڈھونڈنے جیسا۔ اس کے ملنے کی امید ہاتھ سے نہیں جانے دینی ہوتی۔''

وہ واپس اسکرین پہ جھک گیا۔ وہ ایک ہی وقت میں بہت سے لوگوں سے بات کر رہا تھا۔ کافی کا ادھ بھرا کپ ساتھ فرش پر رکھا تھا۔ پولیس اسٹیشن کی ڈرپ کافی ہوٹلز کے بریک فاسٹ بفے کے جیسی تھی۔ کم کڑوی اور کم اثر۔

''اس نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ میری بہن نے مجھ پہ اعتبار کیوں نہیں کیا؟'' وہ آنسو صاف کر رہی تھی۔ مالا ایسے کیسے کر سکتی تھی؟

''اس نے مجھ پہ بھی بھروسہ نہیں کیا۔'' ماہر نے دھیرے سے فون پرے ڈال دیا۔ اس کے چہرے پہ زمانوں کی تکان تھی۔

''وہ سرکار کے نشان کے بارے میں جانتی تھی؟'' وہ اس سوال کا جواب جانتا تھا۔ لیکن اسے تسلی چاہیے تھی۔ شاید ماہی کہہ دے کہ نہیں۔ شاید وہ اسے شک کا فائدہ...

''ظاہر ہے، وہ جانتی تھی۔ وہ اس کی ساس تھی۔ پہلے دیکھا ہو یا نہیں، میرے سامنے اس روز ہسپتال میں بھی اس نے وہ نشان دیکھا تھا۔''

ماہر نے دھیرے سے سر جھٹکا۔ وہ جانتی تھی لیکن اس نے ماہر کو نہیں بتایا۔ وہ اب بھی اس کے اعتبار کا اہل نہیں تھا۔ کیا وہ کبھی کشمالہ مبین کو معاف کر پائے گا؟

کتنے ہی لمحے خاموشی سے گزر گئے۔

''میں اس کا نشان جانتی تھی۔ اس روز دوہا ائیر پورٹ پہ میں نے وہ نشان دیکھا تھا۔ میں آپ کو بتا سکتی تھی۔ مگر کیوں نہیں بتا سکی؟'' وہ خود بھی حیران تھی۔ کیا وہ بھول گئی تھی؟ یا گفتگو کبھی اس نہج تک پہنچی ہی نہیں؟

"یہ ایسے ہی مکتوب تھا۔" ماہر نے ہلکے سے شانے اچکا دیے۔ اس کا دل ہر شے سے اچاٹ ہو چکا تھا۔

''تم نے دیکھا... وہ عورت سرکار تھی۔ وہ عورت جس کو میں مکھی مارنے کا اہل بھی نہیں سمجھتا تھا۔''

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ نگینہ آنٹی یہ سب کر سکتی ہیں۔ وہ تو ایک عام سی عورت تھیں۔ انہوں نے یہ کیسے کیا؟"

"شاید اس لیے کہ سب اس کو عام عورت سمجھتے تھے۔ شاید وہ عام عورت پیدا ہوئی تھی۔ لیکن وہ عام عورت مرنا نہیں چاہتی تھی۔" وہ دھیرے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا رخ وکرم کے آفس کی جانب تھا۔ وہی ایک مشق بار بار دہرائی جا رہی تھی۔ وہ وہاں جا کے ان سے پوچھتا تھا کہ کوئی اپ ڈیٹ ملی؟ اور وہ نفی میں سر ہلا کے کہتے تھے کہ نہیں۔

وہ ابھی راستے میں تھا جب پیچھے سے آوازیں بلند ہوئیں۔ ماہر فرید چونک کر پلٹا۔

دو آفیسرز ایک آدمی کو ہتھکڑی لگائے سامنے راہداری سے گزر رہے تھے۔ اس آدمی کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ بس ایک لمحے کے لیے اسے دیکھ سکا۔ اور وہ موڑ مڑ کے آگے گم ہو گئے۔

زیاد سلطان۔ اس کے لب بے یقینی سے پھڑ پھڑائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لوہے کے پنجرے میں ٹھنڈ دھیرے دھیرے بڑھ رہی تھی۔ اس نے اپنے بازو اپنے گرد لپیٹ رکھے تھے۔ لباس پتلا تھا اور ٹھنڈ روکنے میں ناکام تھا۔

''میں اس سے کہہ رہی ہوں جو ہمارے ساتھ ہے۔ تمہارا بیٹا، بدر۔''

ہلال اسی کنٹینر کے دوسرے پنجرے میں تھی۔ ان دونوں کے درمیان دیوار تھی جس میں بنی ننھی سی کھڑکی میں وہ ہلال کی جھلک دیکھ سکتی تھی۔ زیادہ دیر تک گردن موڑتی تو وہ درد کرنے لگتی۔ سو وہ سامنے بند دروازے کو دیکھے گئی جس سے کافی دیر پہلے زیاد سلطان باہر نکلا تھا۔

"بدر۔"

ایک سرد سی لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی سے گزر گئی۔

''سب سمجھتے ہیں میں نے اسے مار دیا۔'' آنسو ٹپ ٹپ آنکھوں سے گرنے لگے۔

''لیکن میں اسے کیسے مار سکتی تھی؟ وہ میرا بیٹا ہے۔''

بہت سے لمحے یونہی گزر گئے۔ دوسرے پنجرے میں خاموشی چھائی رہی۔

''مجھے اس کی حفاظت کرنی تھی۔ مجھے اس کو بچانا تھا۔ اس کے اپنے باپ سے۔ اس کی دادی سے۔'' وہ بند آنکھوں سے کہہ رہی تھی۔ گرم آنسو گال سے لڑھک کے گردن پر پھسل رہے تھے۔

جس روز ماہر فرید نے اسے بتایا تھا کہ سرکار سحر عشق سے پیدا ہوئے بچوں کو چھین لیتا ہے، اس روز اس نے ایک فیصلہ کیا تھا۔ بس اسٹاپ تک جاتے ہوئے اس نے درگاہ کا نمبر ملایا تھا۔

"مجھے ایک اپائنٹمنٹ چاہیے۔ ابارشن کے لیے۔"

درگاہ کا اشتہار اس نے ڈارک ویب پر دیکھا تھا۔ جیسے سرکار ایک جادوگر تھی اور اپنی شناخت چھپا کے لوگوں کی زندگیوں میں سحر گھولتی تھی، ویسے ہی درگاہ ایک الوژنسٹ تھی۔ الوژنسٹ جادو نہیں کرتے۔ بلکہ وہ ایک الوژن (سراب) تخلیق کرتے ہیں۔ ان کے کلائنٹس کسی کو دھوکہ دینے کے لیے ان سے ایک الوژن تخلیق کرنے کا کہتے ہیں۔ کوئی بہت عرصے بعد اپنی فیملی سے ملنے جا رہا ہے اور سوالات سے بچنا چاہ رہا ہے، تو الوژنسٹ اس کو ایک جعلی بیوی مہیا کریں گے جو اس کے ساتھ جا سکے۔ کسی کو اپنے باس کو دکھانے کے لیے جعلی فیملی چاہیے۔ کسی کو اپنی منگیتر

کے سامنے یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ ایک بہت بڑی فرم میں کام کرتا ہے تو الوژنسٹ چند گھنٹے کے لیے ایک عمارت ہائر کر کے، وہاں اداکار بٹھا کے، اس کی منگیتر کو یہ تاثر دے سکتے ہیں کہ وہ آدمی اس سے سچ بول رہا ہے۔

اور اسے زیاد اور نگینہ سلطان کے جنات کو یقین دلانا تھا کہ وہ اپنے بچے کو مار چکی ہے۔

اس کا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ یہ اللہ کے سوا کوئی جان نہیں سکتا تھا۔ صفورا نے برائے بات کہا تھا کہ وہ لڑکی ہو سکتی ہے۔ اور سرکار کے جنات... وہ اس کی جاسوسی کر رہے تھے۔ جب نگینہ بیگم نے کہا کہ وہ ان کی پوتی ہے تو وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ اس کی زبان سے نکلے ہر لفظ کو پکڑ رہے ہیں۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں جانتے تھے نہ جان سکتے تھے۔ وہ انسانی عقل کی معراج تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

آن لائن پے منٹ۔ کوڈ ورڈز میں گفتگو۔ اور درگاہ کی بتائی جگہ پر پہنچنا۔ بس اتنا سا کام اس کو کرنا تھا۔ یہ اتنا مشکل نہیں تھا جتنا اسے لگا تھا۔ اگر وہ بسم اللہ پڑھ کے اس جعلی ابارشن کلینک کا دروازہ کھولے گی، تو کوئی موکل سرکار کو نہیں بتا سکتا تھا کہ اندر کیا چل رہا تھا۔ تھوڑی سی اداکاری۔ چند دستخط۔ وہ جانتی تھی کیف جمال اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ زیاد کو اس کے اپارٹمنٹ کا پتہ جنات سے نہیں اس کے کریڈٹ کارڈز سے معلوم ہوا تھا۔ وہ اپنی ماں کے موکلوں سے زیادہ اپنے ذرائع پر بھروسہ کرتا تھا۔ سرکار بیمار تھی۔ وہ اس وقت اس پوزیشن میں نہ تھی کہ مالا پہ جادو کروا سکتی۔ وہ صرف اپنے موکلوں سے معلومات لے سکتی تھی۔ اور اگر وہ ہر شے سے پہلے اللہ کا نام لے گی، تو کوئی جن، کوئی شیطان کسی جادوگر کو اس کے اقدام کی خبر نہیں دے گا۔

"میں اس بچے کو ختم کرنا چاہتی تھی۔ شروع میں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ لیکن پھر..."

وہ سرد دیوار سے ٹیک لگائے، زنجیروں میں بندھے ہاتھ باہم پھنسائے، مقفل دروازے کو دیکھتی کہہ رہی تھی۔ ہلال سن بھی رہی تھی یا نہیں، اسے نہیں معلوم تھا۔

''لیکن پھر وہ میری شاپ پر آیا۔ ایک لڑکا۔ اس کا نام بدر تھا۔'' وہ خود سے باتیں کر رہی تھی۔ کیونکہ دوسری جانب خاموشی تھی۔ ''اس نے مجھے اس بچے کو ختم نہیں کرنے دیا۔''

آنسو آنکھوں سے گرم گرم نکلتے اور گردن تک پہنچ کے ٹھنڈے ہو جاتے۔ سردی بڑھتی جا رہی تھی۔

''اس کی سبز آنکھیں تھیں۔ وہ عورتوں کی عزت کرتا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ وہ کون تھا لیکن وہ ہر عورت کے لیے کرسی کھینچتا تھا۔ وہ نرمی سے بات کرتا تھا۔ تب میں نے سوچا کہ میں اس بچے کو کیوں ماروں؟ اگر یہ بیٹا ہوا تو کیوں نہ میں اس کو وہ سکھاؤں جو زیاد کی ماں اس کو نہیں سکھا سکی تھی۔ میں اس کو ایسا لڑکا بناؤں جس سے کسی عورت کو بھاگنا

نہ پڑے۔ میں اس میں اپنا بیٹا دیکھتی تھی۔''

پھر اس نے گردن پیچھے کو موڑی۔ وہ یہاں سے ہلال کا نیم رخ دیکھ سکتی تھی۔ گردن میں تکلیف ہونے لگی۔

''تمہیں کیسے معلوم تھا کہ میرے بیٹے کا نام کیا ہوگا؟''

ہلال نے دھیرے سے شانے اچکائے۔ وہ دوسری جانب کچھ دیکھ رہی تھی۔

''میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔ کیونکہ ہم ایک ساتھ بڑے ہوں گے۔''

کچھ تھا اس کی آواز میں۔ کچھ سرد سا۔ مالا کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد سنسنی خیز لہر دوڑ گئی۔ جس کا فریزنگ یونٹ سے تعلق نہ تھا۔

اس نے اپنے بٹن کو ٹٹولا۔ پھر بے چینی سے بند دروازے کو دیکھا۔ کوئی کیوں نہیں آ رہا تھا؟ اس نے تمام کلیوز چھوڑے تھے۔ یہ اس کا اپنا ملک نہ تھا۔ یہ کینیڈا تھا۔ یہاں کی پولیس اسے ابھی تک کیوں نہیں ڈھونڈ سکی تھی؟ ماہر نے فائنڈ مائی ایپ کھول لی ہوگی۔ اب تک وہ ائیر ٹیگ کو تلاش کر چکا ہوگا۔ اسے انہیں تلاش کر لینا چاہیے تھا۔

یا کیا وہ کسی ایسے ویرانے میں تھے جہاں دور دور تک کوئی انسان موجود نہیں تھا؟ یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔

''تمہارا بھائی مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔'' اس نے آنسو پونچھے اور اب بولی تو لبوں پر تلخ مسکراہٹ تھی۔ ''مگر مجھے کوئی پچھتاوا نہیں ہے۔ اس کو صرف تمہیں ڈھونڈنا تھا۔ اور مجھے اپنے بچے کو اس کے باپ سے بچانا تھا۔''

''تمہیں لگتا ہے وہ تمہیں نہیں مارے گا؟'' وہ بولی تو آواز آہستہ تھی۔

''اگر اسے مارنا ہوتا تو مجھے گولی مار دیتا۔ وہ مجھے اذیت دینا چاہ رہا ہے۔ وہ واپس آئے گا۔''

اس کے لہجے میں ذرا سا بھی شک نہ تھا۔ ''میں اس کی بیوی تھی۔ وہ مجھے کبھی نہیں مارے گا۔ محبت میں بھی نہیں۔ نفرت میں بھی نہیں۔''

وہ دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ ہونٹ بار بار دہرا رہے تھے۔ زیاد مجھے کبھی نہیں مارے گا۔ اسے امید تھی ابھی دروازہ ٹوٹ جائے گا۔

کوئی انہیں بچانے آ جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''اسے غلط فہمی ہے کہ وہ اسے نہیں مارے گا۔''

وہ شیشے کی دیواروں سے بنے ایک ویٹنگ ہال میں بیٹھے تھے۔ ماہی نے سر ہاتھوں میں گرایا ہوا تھا جب ماہر کی آواز پہ چونک کے گردن اٹھائی اور تکان سے اسے دیکھا۔ وہ دائیں بائیں چکر کاٹ رہا تھا۔ بار بار بالوں میں ہاتھ پھیرتا۔ اضطراب سے سر جھٹکتا۔ ماہی کی آنکھیں ٹینس بال کی طرح اس کا تعاقب کرتی رہیں۔ دائیں سے بائیں۔ بائیں سے دائیں۔

''وہ اسے مار دے گا۔ اور وہ ہلال کو بھی مار دے گا۔ میں انسانوں کے بارے میں کبھی غلط نہیں ہوتا۔''

''سوائے سرکار کے۔'' وہ تلخ ہوئی۔ ماہر نے ناراضی سے اسے دیکھا۔

''اس ایک غلط اندازے کی سزا بھگت رہا ہوں۔ لیکن...'' بات ادھوری رہ گئی۔ یونیفارم میں ملبوس وکرم سامنے سے چلتا آ رہا تھا۔ ماہی بے اختیار کھڑی ہوئی۔ دل زور سے دھڑکا۔

" کچھ کہا زیاد نے؟" اس کی آنکھیں بھیگیں۔

وہ شخص جو جانتا تھا کہ مالا اور ہلال کہاں ہیں، وہ ان سے چند گز کے فاصلے پر ایک انٹیروگیشن روم میں بیٹھا تھا۔

''زیاد سلطان خاموش ہے۔'' اس نے مایوسی سے سر ہلایا۔ ''اس کا وکیل آ چکا ہے اور وہ کچھ بھی کہنے سے انکاری ہے۔ ہم اس کو چوبیس گھنٹے سے زیادہ یہاں ہولڈ نہیں کر سکتے۔ پھر اسے عدالت میں پیش کر کے جیل بھیج دیا جائے گا۔''

''آپ کسی طرح اس کی زبان نہیں کھلوا سکتے؟'' ماہی نے تیزی سے کہا تو وکرم نے اسے تادیبی نظروں سے گھورا۔

''یہ انڈیا نہیں ہے جہاں ہم اسے الٹا ٹانگ کے ٹارچر شروع کر دیں۔ وہ اس ملک کا شہری ہو یا نہ ہو، اس کے کچھ حقوق ہیں۔ اور خاموش رہنے کا حق اسے قانون نے دیا ہے۔'' وہ اطلاع دے کر آگے بڑھنے لگا تھا جب...

''کیا میں اس سے بات کر سکتا ہوں؟''

وکرم نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر گہری سانس لی۔

''وہ تمہیں کیوں کچھ بتائے گا؟''

''یہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ بس مجھے اس کے ساتھ دس منٹ چاہئیں۔''

اس نے سر دائیں بائیں ہلایا۔ ''یہ آسان نہیں ہے۔''

''میری بہن اور اس کی بہن (ماہی کی طرف اشارہ کیا) اس وقت کہیں قید ہیں۔ وہ دونوں مر سکتی ہیں۔ اگر وہ مر

گئیں تو ان کا خون صرف زیاد کے سر نہیں ہوگا۔'' وہ انگلی اٹھا کے کہہ رہا تھا۔ اس کے ماتھے کی لکیر کھنچی ہوئی تھی۔

"صرف دس منٹ۔" اس کی آنکھوں میں غصہ بھی تھا اور منت بھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ کمرہ تاریک تھا۔ ماہر فرید ایسے کمرے میں پہلے آ چکا تھا۔ جب اس نے استنبول میں ایک رات لاک اپ میں گزاری تھی۔ کمرے کی ایک دیوار آئینے کی بنی لگتی تھی جو کہ دورویہ شیشہ تھا۔ اس کے دوسری طرف وکرم کھڑا سب دیکھ رہا تھا۔ چھت پر ایک بلب جل رہا تھا۔ وسط کمرے میں ایک میز رکھی تھی۔ اور اس کے پار دو دو کرسیاں۔ زیاد وہاں براجمان تھا۔ ہاتھ میز پر جمائے، وہ خاموش تھا۔ پرسکون۔ ساتھ ایک سوٹ میں ملبوس ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا تھا۔

وہ اندر داخل ہوا تو زیاد سلطان نے چہرہ اٹھایا۔ ماہر پہ نگاہ پڑی تو اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

''ماہر فرید۔'' محظوظ انداز میں دونوں ابرو اٹھائے۔ ہاتھ باہم پھنسا کے میز پر جمائے، کمر سیدھی رکھے، وہ بالکل شانت تھا۔

ماہر نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور قدم قدم چلتا میز کے دوسرے کنارے تک آیا۔ ایک نظر وکیل کو دیکھا۔

''کیا آپ ہمیں اکیلا چھوڑ سکتے ہیں؟''

''نہیں۔''

''چھوڑ سکتے ہیں۔'' زیاد نے وکیل کو تاکیدی نظروں سے گھورا۔ وکیل نے ناخوشی سے اسے دیکھا۔ چند منٹ وہ اس کے کان میں سرگوشی کرتا رہا۔ پھر اٹھ گیا۔

وہ اس تمام دورانیے میں زیاد کے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹا رہا تھا۔ بلب کی روشنی سے زیاد کا چہرہ آدھا روشنی اور آدھا اندھیرے میں تھا۔ کمر بالکل سیدھی تھی۔ گردن اٹھی ہوئی تھی گویا سر یا ہو۔

''مالا کو ایک غلط فہمی ہے۔'' وکیل چلا گیا اور وہ کرسی کھینچ کے سامنے بیٹھ گیا تو زیاد نے غور سے اسے دیکھا۔ اس کی شیو بڑھی ہوئی تھی۔ آنکھیں گلابی تھیں اور آستین پیچھے کو موڑے ہوئے وہ بیمار لگ رہا تھا۔ بے چین۔ شکستہ۔ قدرے غصے میں۔

" کہ تم اسے نہیں مارو گے۔"

زیاد کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے ہاتھ باہم ملا کے میز پر رکھ دیے۔ اس کے ہاتھوں اور زیاد سلطان کے گریبان کے درمیان چند فٹ اور بہت سے قوانین کا فاصلہ تھا۔

''لیکن مجھ سے پوچھو تو جس دن تمہیں یقین ہو گیا کہ تم اسے دوبارہ حاصل نہیں کر سکو گے، تم اسے مار دو گے۔''

زیاد سلطان نے جواب نہیں دیا۔ وہ اسی مبہم مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھے گیا۔

نیم تاریک کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ چند لمحے ریت کی طرح انگلیوں سے پھسل گئے۔

''ہلال کہاں ہے، زیاد؟'' اس کی آواز میں ہلکا سا ارتعاش تھا۔

''کون ہلال؟'' زیاد نے ناسمجھی سے ابرو اچکائے لیکن اس کی آنکھوں میں ایک طنز تھا۔ ماہر کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ عجیب بے بسی سی بے بسی تھی۔

سامنے بیٹھا شخص سب جانتا تھا۔ وہ اس کی برسوں کی تلاش کا کلائمکس تھا۔ اس کے دو عزیز ترین لوگوں کی جان اس کی زبان سے بندھی تھی۔ اس کے لبوں سے نکلنے والا ایک لفظ ان کو بچا سکتا تھا۔

''کیا وہ دونوں زندہ ہیں؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ زیاد نے ہلکے سے شانے اچکا دیے۔

''میں نہیں جانتا، تم کیا کہہ رہے ہو۔'' البتہ اس کی مسکراہٹ ہنوز قائم تھی۔

غصہ۔ طیش۔ ایک لاوا سا اس کے اندر ابلنے لگا۔ بہت ضبط سے سانس کھینچی۔

''خود کو دیکھو، زیاد۔ تم نے اپنی ماں کو مارا ہے۔ گواہ موجود ہیں۔ تم کینیڈا کی ایک جیل میں ڈال دیے جاؤ گے۔ تم ساری عمر قید رہو گے۔ ایک جیل سے دوسری جیل۔ دنیا کے بڑے بڑے کرمنلز کے ساتھ۔ تمہیں کوئی چیز یہاں سے نہیں نکال سکتی۔ تمہارا انجام لکھا جا چکا ہے۔''

زیاد کا خاموش چہرہ آدھا تاریک، اور آدھا روشن تھا۔

''لیکن اگر تم ہلال اور مالا کی لوکیشن بتا دو تو شاید تمہاری سزا میں نرمی کر دی جائے۔ پولیس خود کہہ چکی ہے۔ تم استغاثہ کے ساتھ ڈیل کر کے جلد رہا ہو سکتے ہو۔''

وہ اسے اسی طرح دیکھتا رہا۔

''میں تم پر کوئی کیس نہیں کروں گا۔ میں اپنی بہن کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔''

خاموشی۔

''کوئی نہیں جانے گا کہ تمہاری ماں کون تھی۔ اس کے پاکستان میں رشتے دار، اس کا خاندان، کوئی اس کی سیاہ کاریوں سے واقف نہیں ہو گا۔ یہ بات یہیں دب جائے گی۔ تمہاری ماں کے سارے جادو اس کے ساتھ دفن ہو جائیں گے۔''

زیاد اب گردن ہلکی سی ترچھی کیے غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ خاموش۔ بالکل خاموش۔

''لیکن اگر میری بہن مرگئی تو تم اس جیل میں سکون سے نہیں رہو گے۔ میں تمہیں زندہ نہیں رہنے دوں گا۔ نہ میں تمہیں مرنے دوں گا۔'' اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اس میں بے بسی تھی۔ غصہ تھا۔

زیاد کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگ گئی۔

''اور تمہاری ماں... پوری دنیا اس کا راز جان جائے گی۔ تمہاری مری ہوئی ماں کی عزت ختم ہو جائے گی۔''

زیاد سلطان نے بالآخر مسکرا کے کندھے اچکائے۔

"ہو جائے۔ مجھے کیا فرق پڑتا ہے؟"

آدھی روشنی اور آدھی تاریکی میں اس کا چہرہ مسکرا رہا تھا۔

ماہر پیچھے کو ہوا۔ پہلو بدلا۔ چند لمحے بغور اس کو دیکھے گیا۔ اس کے دس منٹ ختم ہونے کے قریب تھے۔

''تمہیں کیا چاہیے؟'' اب کے بولا تو لہجہ دھیما تھا۔ سنجیدہ تھا۔ ''ہر انسان کو کچھ چاہیے ہوتا ہے۔ تمہیں کیا چاہیے؟''

زیاد اسی طرح مسکراتا رہا۔

''میں وہ کروں گا جو تمہیں چاہیے۔'' اس کو لگا اس کی آواز کپکپائی ہے۔ اس کی پلکیں بھیگی ہیں۔ اگر ہلال ابھی زندہ ہے اور چند گھنٹوں میں وہ زندہ نہ رہی تو یہ اس لیے ہوگا کہ ماہر فرید زیاد سلطان کی زبان نہ کھلوا سکا۔ وہ ماہر فرید جس کی people's skills کی وجہ سے لوگ اس کو بزنس دیتے تھے، وہ جو بہترین negotiator تھا۔ وہ زیاد سلطان سے ایک ڈیل نہ کر سکا۔

"میں جانتا ہوں تمہیں کیا چاہیے۔" اب کے وہ بولا تو اس کی آواز شکستہ تھی۔

"میری زندگی۔ تم میری زندگی لے لو۔"

زیاد نے سوالیہ ابرو اٹھائی۔

"تم مالا اور ہلال کو جانے دو۔ بدلے میں میری زندگی لے لو۔ تمہارے بہت سے دوست ہوں گے جو تمہارے کہنے پہ کسی انسان کی جان لے سکتے ہوں گے۔ تم جیل میں رہ کے بھی مجھے مروا سکتے ہو۔ تمہارے لیے یہ کیا مشکل ہے؟"

زیاد آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے ماہر کو دیکھنے لگا۔

"ہم ایک ڈیل کر لیتے ہیں۔تم ان کو چھوڑ دو۔اگر کسی کو مارنا ہے تو مجھے مار دو۔"

"جانتے ہو مجھے کیا چاہیے؟" زیاد آگے کو جھکا۔چہرہ اب مکمل روشنی میں آیا۔مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔اور آنکھوں میں سرد سی آگ تھی۔

"کیا؟" اس کا سانس تک رک گیا۔

"کہ تم ساری زندگی اذیت میں زندہ رہو۔" وہ مسکرا کے واپس پیچھے ہوا۔چہرہ پھر سے تاریکی میں چلا گیا۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری منت کروں تو اپنی بہن کی زندگی کے لیے میں یہ کرلوں گا۔تمہارا مسئلہ میرے ساتھ ہے۔مجھ سے انتقام لے لو۔"

وہ ماہر فرید جو کسی انسان کے سامنے نہیں جھک سکتا تھا،آج اسے زیاد سلطان کے سامنے جھکنا تھا۔

"مجھے بتا دو ہلال اور مالا کہاں ہیں۔" اس نے منت کی تھی۔اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

"کون ہلال؟" زیاد نے ناسمجھی سے ابرو اچکائے۔

"تمہارے دس منٹ گزر چکے ہیں۔" دروازہ کھول کے کسی نے اطلاع دی۔وہ کرسی دھکیل کے اٹھ کھڑا ہوا۔اس کے سینے میں درد اٹھنے لگا تھا۔

اگر ہلال مر گئی تو اس کا خون صرف زیاد سلطان کے ہاتھ پہ نہیں ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ٹھنڈ بڑھتی جا رہی تھی۔اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔اس نے گھٹنے سینے سے لگا کے اپنے گرد بازو لپیٹ رکھے تھے۔

"وہ آجائیں گے۔وہ ہمیں بچانے آجائیں گے۔" وہ بار بار دہرا رہی تھی۔اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔لیکن اسے جاگنا تھا۔اسے اپنے ذہن کو جگائے رکھنا تھا۔

"سرکار...سرکار نے تمہیں کیوں قید کیا،ہلال؟" اس نے گردن موڑنی چاہیے لیکن جسم مڑنے سے قاصر تھا۔

وہ خاموش رہی۔

"اسے تم سے کیا چاہیے تھا؟وہ بچوں کے ساتھ کیا کرتی تھی؟"

چند لمحے یونہی گزر گئے۔

"اور عالیان؟ کیا وہ بھی تمہارے ساتھ قید تھا؟"

ہلال کے اندر ذرا سی جنبش ہوئی۔ لیکن کوئی آواز سنائی نہ دی۔ وہ بدقت چہرہ موڑ کے اسے دیکھنے لگی۔ جالی کے پار وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ گھنگریالے بال چہرے کے دائیں بائیں گر رہے تھے۔

''ماہر سمجھتا ہے کہ عالیان بدر ہے۔ تم نے اسے کئی برس پہلے میرے بیٹے کا نام بتایا تھا۔ میں اسے نہیں بتا سکی کہ وہ کون تھا۔ میں نے اسے وہ سمجھنے دیا جو وہ سمجھتا تھا۔ مجھے اپنے بیٹے کی حفاظت کرنی تھی۔ کیا تم کبھی عالیان سے ملی تھیں؟''

''مالا...'' اس نے جھکے چہرے کے ساتھ ہونٹ کھولے۔ اس کی آواز باریک تھی۔ کسی اداس بلبل کے جیسی۔

''کیا تم عالیان کو...'' وہ پوچھ رہی تھی لیکن ہلال نے اس کی بات کاٹ دی۔

''کچھ ایسا ہے جو تمہیں نہیں معلوم۔'' کچھ تھا اس کی لالی کی جیسی آواز میں جو اسے ساکت کر گیا۔

''کچھ ایسا جو ماہر بھائی کو نہیں معلوم۔''

وہ دم سادھے سنتی گئی۔ نگاہیں ہلال کے جھکے سر پہ جمی تھیں۔

''کچھ ایسا جو تمہیں جاننا چاہیے۔''

ساری دنیا ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئی۔

ہلال کے ہونٹوں سے نکلنے والے اگلے الفاظ اس کے سینے کے اندر کسی خنجر کی طرح گھپ گئے۔ وہ شل بیٹھی رہ گئی۔ سارے درد فنا ہو گئے۔ بس وہ ایک درد ہر شے پہ حاوی ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کافی کی مہک پہ اس نے سر اٹھایا۔

وہ دیوار سے لگا فرش پر اکڑوں بیٹھا تھا۔ سر جھکائے۔ تھکا ہارا ہوا۔ جب ماہی نے جھک کے کپ اس کی طرف بڑھایا۔ ماہر نے چونک کر سر اٹھایا۔ پھر بدقت مسکرایا۔

''تھینکس۔ میرے اندر مزید کیفین پینے کی ہمت نہیں ہے۔''

اس کے چہرے سے لگتا تھا وہ ہار چکا ہے۔

''وہ نہیں بولا، بینہ۔ وہ کچھ نہیں بولا۔ میں اس سے کچھ نہیں اگلوا سکا۔'' وہ سر دیوار سے ٹکائے اب سامنے شیشے کی دیوار کو دیکھ رہا تھا۔

''کوئی کلیو۔ کوئی ہنٹ نہیں۔''

ماہی ساتھ رکھے بنچ پر بیٹھی۔ دونوں کپ خالی کرسی پر رکھ دیے۔ وہ بھی سامنے دیکھ رہی تھی۔

''آپ کو یقین ہے کہ وہ زندہ ہیں؟''

''شاید۔'' آنسو اس کے حلق میں گولا سا بنا گئے۔ اس نے تھوک نگلا۔

''میں زیاد سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

''وہ تمہیں کچھ نہیں بتائے گا۔ وہ سائیکو پیتھ ہے۔ وہ ہمیں اذیت میں دیکھ کے خوش ہو رہا ہے۔ اس سے مل کے اپنا دماغ مت خراب کرو۔ اس سے کچھ پوچھنے کا فائدہ نہیں۔''

''مجھے اس سے کچھ پوچھنا نہیں ہے۔ کچھ بتانا ہے۔'' ماہر نے چونک کر سر اٹھایا۔ کچھ تھا ماہ بینہ کی آواز میں جو پہلے وہاں نہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریک لاک اپ سلاخوں سے بنا تھا۔ اندر ایک چوکی سی تھی جس کے ساتھ فرش پر زیاد سلطان بیٹھا تھا۔ خالی کمرہ۔ سلاخیں۔ وہ خاموشی سے سر دیوار سے ٹکائے چھت کو دیکھ رہا تھا۔ چہرہ کسی قسم کے تاثر سے خالی تھا۔

''جب میں نے تمہیں پہلی دفعہ دیکھا تھا تو مجھے کچھ کھٹکا تھا۔'' آواز پہ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ ماہ بینہ سلاخوں کے ساتھ کھڑی تھی۔ اسے ابھی ابھی ایک آفیسر یہاں چھوڑ کے گیا تھا۔ دونوں ہاتھوں میں ایک ایک سرد سلاخ تھامے وہ اس کو دیکھ رہی تھی۔ ترحم سے۔ نفرت سے۔

''مجھے تمہاری فیلنگز سننے میں دلچسپی نہیں ہے۔'' زیاد نے بے زاری سے سر جھٹک دیا۔

"''میں حیران تھی کہ مالا تمہیں ہینڈسم کیوں سمجھتی ہے۔ لیکن پھر تمہاری چاکلیٹس درمیان میں آ گئیں۔ اور انہوں نے میری بصارت دھندلا دی۔''

زیاد نے جواب نہیں دیا۔ اسی طرح اکتاہٹ سے سامنے دیکھتا رہا۔

''کتنی ہی دفعہ مجھے ریڈ فلیگز نظر آئے۔ تمہیں دیکھ کے ایک بے چینی سی ہوتی تھی۔ لیکن تمہاری ماں کے جادو جیتتے گئے۔''

"ہوں۔ انٹرسٹنگ۔" وہ کوفت سے تبصرہ کر رہا تھا۔

''میرے بچے کو بھی تمہاری ماں نے مارا تھا۔ میرے دوسرے بچے کو۔''

"اونہوں؟" زیاد نے سرد سا ہنکارا ابھرا۔

''میں ان سے ملی تھی۔ ائیر پورٹ پر۔ انہوں نے کچھ پھونکا تھا مجھ پر۔ یا ان کی نظر بد تھی۔ جو بھی تھا۔ انہوں نے کیوں مارا میرے بچے کو؟ میں نہیں جانتی۔ شاید جادوگروں کو بچے مار کے طاقت ملتی ہے۔ لیکن میں اس بچے کے لیے بہت روئی تھی۔''

''سوسیڈ۔'' اس نے تلخی سے سر جھٹکا۔

''حالانکہ مجھے لگا تھا کہ میں نہیں روؤں گی۔ میں پہلے بچے کے لیے ایسے نہیں روئی تھی۔ اس کی دفعہ میں اپنے غم سے روئی تھی۔ مجھے اولاد چاہیے تھی۔ لوگ کیا کہیں گے کہ ماہی ماں نہیں بن سکی۔ کہیں عباد دوسری شادی کا نہ سوچے۔ کہیں میں ساری عمر بے اولاد نہ رہ جاؤں۔'' وہ سلاخیں پکڑے کھڑی اس کو دیکھ کے کہہ رہی تھی۔

"لیکن اس دوسرے بچے کے لیے میں ایک عمر روتی رہی۔ وہ مجھے ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ حورعین کو کھانا کھلاتے، اس کے کپڑے خریدتے، مجھے اپنا وہ دوسرا بچہ ہمیشہ یاد آ جاتا ہے۔"

وہ دھیرے دھیرے پنجوں کے بل نیچے بیٹھتی گئی۔ اب وہ اس کے عین سامنے تھی۔

"جانتے ہو کیوں؟"

چند لمحے ہوا ساکن رہی۔

" کیونکہ میں نے اسے دیکھ لیا تھا۔"

زیاد نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ آنسوؤں سے بھرا چہرہ لیے کہہ رہی تھی۔

"اس مردہ فیٹس کو دفنانے سے پہلے انہوں نے مجھے وہ دکھا دیا تھا۔ وہ چند ماہ کا تھا۔ بہت چھوٹا۔ لیکن اس کا جسم بنا ہوا تھا۔ اور جب میں نے اسے دیکھ لیا تو وہ مجسم ہو گیا۔ وہ میرے دل میں کھب گیا۔" اس نے بند مٹھی دو بار سینے پر ماری۔

''سارا مسئلہ اس نظر کا ہے، زیاد۔ جو اس میں سما گیا، وہ دل سے نہیں نکل سکتا۔''

زیاد آنکھوں کی پتلیاں سکوڑے غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''تمہیں بچے نہیں چاہیے تھے۔ مالا نے مجھے بتایا تھا۔ پھر جب اس نے ابارشن کروایا تو تم خوش تھے، یہ بھی جانتی ہوں۔''

وہ رکی۔

''لیکن اس نے ابارشن نہیں کروایا تھا۔''

زیاد نے چونک کر اسے دیکھا۔ کندھے سیدھے ہوئے۔

''مالا نے جھوٹ بولا تھا۔ مجھے اس کے کمرے سے یہ ملا ہے۔'' اس کے ہاتھ میں کچھ تھا۔ ایک سفید لفافہ۔

"اسے ڈر تھا کہ تم اس کے بچے کو مار دو گے۔ کیونکہ تمہیں بچے نہیں چاہیے تھے۔"

وہ ایک لمحے کے لیے کچھ بول نہ سکا۔ پھر گہری سانس لی۔

"یعنی وہ اب بھی پریگنٹ ہے؟ اور تمہیں لگتا ہے یہ سن کے میں تمہیں اس کے بارے میں کچھ بتا دوں گا؟" اس کے انداز میں کچھ نہ تھا۔ کوئی رحم نہیں۔ کوئی خوف نہیں۔

" کیا تم اب بھی اسے مرنے دو گے؟"

زیاد سلطان نے دھیرے سے شانے اچکا دیے۔ اس کے چہرے پہ کچھ بدلا تھا لیکن جب وہ بولا تو آواز ہموار تھی۔

''مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہے۔ لیکن مجھے اس کے مرنے کا کوئی افسوس نہیں ہوگا۔'' اس نے چہرہ پھیر لیا۔ اب وہ سرمئی دیوار کو دیکھ رہا تھا۔

''میں جانتی ہوں۔ تم یہی چاہو گے کہ مالا کے ساتھ وہ بھی مر جائے۔ اسی لیے میں تم سے مالا کی لوکیشن نہیں پوچھوں گی۔ میں تمہیں صرف اس اذیت میں ڈالنے آئی ہوں جس میں تمہاری ماں نے مجھے ڈالا تھا۔'' اس نے لفافے سے ایک ننھا سا کارڈ نکالا اور اس کی طرف سلائیڈ کیا۔ زیاد چونکا۔ پھر اس نے کارڈ اٹھایا۔ اور اسے الٹا کے دیکھا۔

اگلے ہی لمحے اس کا سانس رک گیا۔

وہ ایک سیاہ سفید تصویر تھی۔

گیارہ ہفتے کا فیٹس۔

ایک ننھا سا بے بی جو اپنا سر اپنے پیروں میں دیے ہوئے تھا۔

اس کی آنکھیں اس تصویر پر جم گئیں۔

سانس تھم گیا۔

ساری دنیا رک گئی۔

سارا مسئلہ اس نظر کا تھا۔

جو اس میں سما گیا۔

وہ دل سے نکل ہی نہ سکا۔

چند منٹ بعد ماہ بینہ مبین باہر آئی تو اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔

''یہ مالا اور ہلال کی لوکیشن ہے۔ وہ ایک فریزنگ یونٹ میں ہیں۔ اور ایک سے ڈیڑھ گھنٹے میں وہ مر جائیں گی۔''

"یہ جگہ یہاں سے دور ہے۔ ہمیں لوکل پولیس کی مدد لینی ہوگی۔" وکرم وہ کاغذ لیے تیزی سے ایک طرف بھاگا۔

اور وہ جہاں تھا، وہیں کھڑا رہ گیا۔

''اس نے تمہیں بتا دیا؟''

ماہی نے بھیگے چہرے کے ساتھ شانے اچکائے۔

''ایک تصویر ہزار الفاظ پہ بھاری ہوتی ہے، ماہر بے۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ جالی سے سر ٹکائے، نیم وا پلکوں سے سامنے دیکھ رہی تھی۔

دروازہ بند تھا۔

فریزر کی یخ بستہ ہوا میں ہلال کے الفاظ منجمند ہو گئے تھے۔

اب ہر طرف خاموشی تھی۔

مالا نے پلکیں جھپکائیں۔

اس نے شور سنا تھا۔

کوئی آ گیا تھا۔

دروازہ اب ٹوٹ رہا تھا۔

بہت سے لوگ اندر داخل ہوئے تھے۔ ساتھ ہی سورج کی تیز روشنی بھی آئی تھی۔

اس نے پلکیں جھپکائیں۔

کوئی اسے بازوؤں سے اٹھا رہا تھا۔

پھر پلکیں جھپکائیں۔

اب کوئی اسے اسٹریچر پر لٹائے آگے بڑھ رہا تھا۔ اسے آسمان نظر آ رہا تھا۔ درخت۔ اونچے درخت اور ان کے درمیان سے جھانکتا آسمان۔

اس نے پلکیں جھپکائیں۔

اب اسے سفید چھت دکھائی دے رہی تھی۔ وہ ہسپتال کے کمرے میں تھی اور اس کے جسم سے نالیاں لگی تھیں۔

اس نے پلکیں جھپکائیں۔

سرد رات ختم ہو چکی تھی۔

ایک روشن دن طلوع ہو چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہر فرید کے لیے وہ دن عام نہ تھا۔ وہ ڈرائیو اس کی زندگی کی سب سے طویل ڈرائیو تھی۔

راستے میں کار فون سے اس کو سب معلوم ہوتا رہا تھا۔

لوکل پولیس پہنچ چکی ہے۔

ان کو فریزنگ ٹرک مل گیا تھا۔

وہ دونوں زندہ تھیں۔

انہیں ہسپتال لے جایا گیا تھا۔

مطلوبہ ہسپتال تک کا راستہ پل صراط کے جیسا تھا۔

راستے میں بارش شروع ہو چکی تھی۔ کار کے وائپرز بار بار چل رہے تھے۔ اس کی آنکھیں بھی بھیگی ہوئی تھیں۔ وہ بار بار ناک سے گیلی سانس کھینچتا۔

اتنے برس سے وہ کہتا آ رہا تھا کہ ہلال زندہ ہے۔ کوئی اس کا یقین نہیں کرتا تھا۔

آج وکرم نے کال پہ بتایا تھا کہ اس کی بہن ہلال واقعی زندہ تھی۔ اور اسے آج خود بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔

وہ کار پارکنگ میں روک کے تیزی سے باہر بھاگا۔ ہسپتال کی عمارت میں داخل ہونے تک بارش نے اسے بھگو دیا تھا۔ لیکن آج اسے پرواہ نہ تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ ایک طرف پولیس آفیسرز دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ان کی جانب بھاگا۔ یقیناً ہلال بھی وہیں کہیں ہوگی۔

''ماہر...'' وہ چونک کر پلٹا۔

وہ مالا تھی۔ وہ مخالف سمت ایک دوسرے کاریڈور میں کھڑی تھی۔ اس نے ہسپتال کا لباس پہن رکھا تھا۔ بال پونی میں بندھے تھے۔ اور ہاتھ کی پشت پر آئی وی لگی تھی۔

مالا کو دیکھ کے بہت کچھ یاد آیا۔ اس نے تھوک نگلا۔

''تم ٹھیک ہو؟'' پھر بے چینی سے دائیں بائیں دیکھا۔ وہ کسی اور سے ملنے آیا تھا۔

''ماہر میری بات سنو۔'' وہ تیزی سے اس کے قریب آئی۔ اس کے انداز میں کچھ تھا۔ بے چینی۔ پریشانی۔

''ہلال... ہلال کہاں ہے؟'' اس کی آواز کپکپائی۔ وہ دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔

''وہ ٹھیک ہے۔ وہ اندر ہے۔ مگر پہلے بیٹھ کے میری بات سنو۔'' وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس کا انداز... کچھ پریشان سا تھا۔

''میں تم سے بات کروں گا۔ لیکن بعد میں۔ مجھے ہلال کو دیکھنا ہے۔'' اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ وہ اس کے راستے میں کھڑی تھی۔ وہ اسے سامنے سے نہیں ہٹا سکتا تھا۔

''پہلے میری بات سنو۔'' اس نے اپنا بازو دیوار پر رکھ دیا تا کہ وہ گزر نہ سکے۔

''بعد میں۔'' وہ تیزی سے دوسری طرف سے نکل گیا۔ وکرم اس طرف تھا۔ ایک کمرے کے باہر۔ اسے دیکھ کے سر کو خم دیا اور اس کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

''ماہر...'' وہ بے بسی سے اس کی طرف گھومی۔ لیکن وہ نہیں سن رہا تھا۔ آج اسے کسی کی پرواہ نہیں تھی۔

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو ساری دنیا جیسے رک گئی۔

ماہر فرید نے کئی برس اس منظر کا تصور کیا تھا۔ کسی دن وہ ہسپتال کے کمرے کا دروازہ کھولے گا اور ہلال اسے کسی بستر پر لیٹی دکھائی دے گی۔ پٹیوں سے جکڑا وجود ہوگا۔ یا شاید... وہ کسی سرد خانے میں داخل ہوگا اور وہ اس کے سامنے ایک لاش سے کپڑا ہٹائیں گے۔ اور وہ ہلال کا چہرہ ہوگا۔

لیکن حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔ نہ وہ زخمی تھی نہ اس کے چہرے پر کوئی نشان تھا۔

وہ بستر پر بھی نہیں لیٹی تھی۔ وہ کھڑکی کے ساتھ کھڑی باہر آنکھیں جمائے ہوئے تھی۔ گھنگریالے بال کھلے تھے۔

وہ بڑی ہوگئی تھی۔ لمبی بھی۔ کمزور بھی لیکن زیادہ خوبصورت بھی۔

وہ ہلال ہی تھی۔ بیربل اور اس کی لالی۔

''ہلال۔''اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔

''ماہر بھائی۔''ہلال نے چونک کر گردن موڑی۔

وہ تیزی سے اس تک آیا۔وہ رو رہا تھا۔وہ ہنس رہا تھا۔اس نے اسے گلے سے لگایا۔کیا وہ واقعی ہلال تھی؟

وہ یقین کرنا چاہ رہا تھا کہ یہ اس کی ہلال ہے۔

وہ اس سے الگ ہوا۔وہ وہی تھی اور وہ مسکرا رہی تھی۔

یہ اس کی ہلال تھی۔وہ زندہ تھی۔وہ ٹھیک تھی۔اب وہ اس کے ہاتھ چوم رہا تھا۔منظر بار بار اس کے آنسوؤں سے دھندلا جاتا۔وہ ہنس رہا تھا۔وہ رو رہا تھا۔

''ماہر بھائی...''وہ مسکرا رہی تھی۔پھر اس نے اپنا دایاں ہاتھ نرمی سے ماہر کی گرفت سے نکالا۔

ماہر نے بھیگی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

آنسوؤں کی دھند درمیان میں حائل تھی۔

اس نے پلکیں جھپکائیں۔

منظر قدرے واضح ہوا۔ہلال مسکرا رہی تھی۔

لیکن...

لیکن کچھ غلط تھا۔

''ماہر بھائی... یہ آپ ہو؟''وہ اپنے دائیں ہاتھ سے اس کے چہرے کو چھو رہی تھی۔

وہ اس کو نہیں دیکھ رہی تھی۔

اس کی آنکھیں سامنے دیوار پہ جمی تھیں۔

وہ منجمند ہو گیا۔

''You have a beard now.''وہ مسکرا کے دوسرے ہاتھ سے اس کے ماتھے کو ٹٹول رہی تھی۔

اس کی آنکھیں...

اس کی بھوری خوبصورت آنکھیں خلا میں دیکھ رہی تھیں۔

اس کی آنکھیں بے نور تھیں۔

وہ کرنٹ کھا کے پیچھے ہٹا۔

کسی نے اس کا دل الٹی چھری سے ذبح کر دیا تھا۔

ہلال دیکھ نہیں سکتی تھی۔

اس کی کنپٹی کے قریب ایک زخم کا مندمل سا نشان تھا۔

ہلال... اندھی ہو چکی تھی۔

وہ قدم قدم پیچھے ہٹتا گیا۔

بے یقینی سے۔ خوف سے۔

ہلال دائیں بائیں ہاتھ کرتی، اسے ڈھونڈنا چاہ رہی تھی۔ ایک سفید چھڑی اس کے ساتھ رکھی تھی۔

وہ پیچھے ہٹتا گیا یہاں تک کہ وہ دیوار سے جا لگا۔ اس کی آنکھیں ساکت تھیں۔

"ماہر بھائی؟ آپ کہاں ہو؟"

وہ پوچھ رہی تھی۔ گردن دائیں بائیں گھماتی۔

وہ کسی مجسمے کی طرح دیوار سے لگا تھا۔

اس کی ساری دنیا بے نور ہو چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باہر کاریڈور میں ایک بنچ پہ بیٹھی مالا نے افسوس سے اس کمرے کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔

''اسے میری بات سننی چاہیے تھی۔'' وہ ساتھ بیٹھی ماہی سے کہہ رہی تھی جو اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی۔

''یہ کیسے ہوا؟''

''اسے زیاد نے چھت سے دھکا دیا تھا۔ اس کی جان بچ گئی لیکن اس کی آنکھیں ڈیمیج ہوئی تھیں جس کے باعث اس کی بصارت چلی گئی۔ جو آنکھیں اب ہیں، وہ پروسٹھیٹک آئی بالز ہیں۔ وہ بظاہر دیکھنے میں ٹھیک لگتی ہیں لیکن وہ بے نور ہیں۔''

''ماہر کے پاس اتنا پیسہ ہے۔ وہ اس کا علاج کروا لے گا۔ شاید اس کو کوئی آنکھیں ڈونیٹ کر دے تو.....'' ماہی نے امید باندھنے کی کوشش کی۔

''اس کے نابینا پن کا کوئی علاج نہیں ہے، ماہی۔ دنیا کی ساری دولت بھی اس کی آنکھیں واپس نہیں لا سکتی۔ چھت سے گرنے کے باعث اس کی آنکھوں میں نوکیلی چیزیں چبھ گئی تھیں۔ آنکھ کا اسٹرکچر ختم ہو چکا

ہے۔آپٹک نروڈیمیج ہو چکی ہے۔''

''اگر وہ دیکھ نہیں سکتی تو اس نے وہ ڈرائینگز کیسے بنائیں جو پولیس کو زیاد کی بیسمنٹ سے ملی تھیں؟''

''چونکہ وہ ایک زمانے میں دیکھ سکتی تھی اور وہ آرٹ بناتی تھی، سو اس کے ہاتھ کام کرتے ہیں۔ دنیا میں بہت سے بلائنڈ آرٹسٹ اور پینٹرز ہوتے ہیں، ماہی۔ وہ بھی انہی کی طرح تھی۔'' وہ بار بار اس بند دروازے کو دیکھتی تھی۔

"اور تم؟" ماہی نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔ "تم ٹھیک ہو؟"

وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ اور میرا بے بی بھی۔"

ابھی ماہی کے دوسرے سوال بھی شروع ہونے تھے لیکن اس میں ان کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

"کشمالہ مبین؟"

کسی نے اسے پکارا تو وہ پلٹی۔ پیچھے سفید سوٹ میں ملبوس ڈاکٹر کھڑی تھی۔

''مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔''

وہ اس کے پیچھے چلتی اس کے آفس تک چلی آئی۔ اور سفید دروازے بند کر دیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہلال کے کمرے میں وہ ابھی تک دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ اور وہ کھڑکی کے ساتھ کھڑی اس کو پکار رہی تھی۔

پھر وہ وہیں نیچے بیٹھ گیا۔ اور سر گھٹنوں میں دے کر ایک دم رونے لگا۔

وہ سفید چھڑی سے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ پھر پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھی۔ ہاتھوں سے اسے ٹٹولا۔ وہ سر جھکائے بچوں کی طرح رو رہا تھا۔

"ماہر بھائی؟" اس نے نرمی سے اس کا کندھا چھوا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

ماہر نے آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اٹھایا۔

''تم مجھے دیکھ نہیں سکتیں، لالی۔ تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکو گی؟'' وہ بے یقین تھا۔ قسمت اس کے ساتھ ایسا مذاق کیسے کر سکتی تھی؟

ہلال نے اپنا چہرہ اس کے کان کے قریب کیا۔

''جو میں دیکھ سکتی ہوں، وہ کوئی نہیں دیکھ سکتا۔''

ماہر نے اپنے بازو اس کے گرد پھیلا دیے۔ وہ زمین پر بیٹھے بیٹھے اس کے گلے لگ گئی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ اس کی بے نور آنکھیں دور کہیں کسی منظر نامے پہ جمی تھیں۔ اور وہ اس کے گھنگریالے بالوں میں چہرہ چھپائے رو رہا تھا۔

وہ اس کا چھوٹا بھائی تھا۔

اور وہ اس کی بڑی بہن تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک ہفتے بعد۔

ماہر نے کار سڑک کنارے بنے پارکنگ ایریا میں روکی۔ پھر باہر نکلا اور متلاشی نگاہوں سے دائیں بائیں دیکھا۔

وہ اسے جلد ہی دکھائی دے گئی۔

اس خالی احاطے کے سرے پہ وہ ایک بنچ پر بیٹھی تھی۔ اس کی ماہر کی جانب کمر تھی۔ بال کھلے تھے اور وہ گردن اٹھائے روشن آسمان کو دیکھ رہی تھی۔

وہ گھاس پہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے قریب آیا۔

وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اوپر دیکھ رہی تھی۔ مالا کے عین سامنے ایک باڑ بنی تھی اور اس کے پار ایک کھلے سبزہ زار میں بہت سے رن وے بنے تھے۔ وہ ائیر پورٹ کا احاطہ تھا۔ جہاز اتر رہے تھے۔ جہاز اڑ رہے تھے۔ جہاز فضا میں تیر رہے تھے۔

" تمہیں plane landings اچھی لگتی ہیں؟" وہ اس کے قریب بنچ پہ بیٹھا۔ مالا نے چونک کے اسے دیکھا۔ پھر اسی مسکراہٹ کے ساتھ شانے اچکا دیے۔

" بہت۔ میں اکثر یہاں آتی ہوں۔" پھر دائیں بائیں گردن گھمائی۔ "اکثر لوگ اپنے بچوں کے ساتھ یہاں آتے ہیں۔ آج کوئی نہیں ہے۔"

زیاد جیل میں تھا۔ سرکار مر چکی تھی۔ اور اس کے چہرے کے تینوں دانے اس ایک ہفتے میں غائب ہو چکے تھے۔

وہ بالآخر پرسکون لگ رہی تھی۔

چند لمحے خاموشی سے گزر گئے۔ وہ سر جھکائے جوتے سے گھاس کے تنکے کو مسلتا رہا۔ اس کا چہرہ ایک ہفتے پہلے

پولیس اسٹیشن میں رات گزارنے والے ماہر فرید سے بہتر لگ رہا تھا۔ بظاہر تازہ دم۔ صاف لباس۔ تراشیدہ شیو۔ لیکن اس کی آنکھیں ویران تھیں۔

''تم نے مجھے نہیں بتایا کہ سرکار کون تھی۔ بدر کون تھا۔'' وہ بولا تو اس کی آواز میں کرب تھا۔ ''تم نے مجھ پہ اعتبار کیوں نہیں کیا؟''

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں تم پہ اعتبار نہیں کرتی' ماہر۔ اور یہ بھی کہ میں تمہیں سب نہیں بتاؤں گی۔"

وہ سامنے دیکھ رہی تھی۔ دور سے ایک جہاز گڑگڑاتی آواز کے ساتھ ان کی طرف آ رہا تھا۔

"تم بتا سکتی تھیں۔"

''جیسے تم بتا سکتے تھے جب تم لاہور آئے تھے۔'' اس نے چہرہ موڑ کے ماہر کو دیکھا۔ ''اب تمہیں معلوم ہوا ماہر فرید کہ کسی کو دھوکہ دینا کیسا ہوتا ہے؟''

ماہر نے سر اٹھا کے اسے دیکھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پہ کوئی ملال نہ تھا۔

"چلو.... ہمارا حساب برابر ہوا۔ لیکن.... "اس کی آواز میں گلہ در آیا۔ ''تم مجھ پہ بھروسہ کر سکتی تھیں۔''

"تم نے کبھی ہمارے درمیان بھروسے کا رشتہ بننے ہی نہیں دیا۔ پھر میں کیسے تم پہ بھروسہ کرتی؟" وہ سامنے دیکھنے لگی۔ وہ جہاز عین ان کے سروں کے اوپر سے گزر کے رن وے کی طرف چلا گیا تھا۔

"اپنے بچے کی محبت مختلف ہوتی ہے' ماہر۔ اس میں کچھ حیوانی سا ہوتا ہے۔ مجھے اپنے بچے کو بچانا تھا۔ مجھے معلوم تھا اس کا نتیجہ دو ہی صورتوں میں نکلے گا۔ یا میں مر جاؤں گی۔ یا تم لوگ مجھے ڈھونڈ لو گے اور زیادہ گرفتار ہو جائے گا۔ مجھے ایسی زندگی نہیں چاہیے تھی جس میں وہ آزاد پھرتا رہے۔"

"وہ تمہیں مار سکتا تھا۔"

"وہ مجھے کبھی نہ مارتا۔ ماہی اسے وہ سب نہ کہتی' تب بھی اس نے ہماری لوکیشن بتا دینی تھی۔ اگر اسے مجھے مارنا ہوتا تو گولی مار دیتا۔ اتنی لمبی مہلت نہ دیتا۔ اسے امید تھی کوئی ہمیں بچا لے گا۔" دور سے جہاز کا شور سنائی دینے لگا۔ مالا نے سر اٹھایا۔ شمال سے ایک نیلا جہاز اس طرف آ رہا تھا۔

''مجھے تمہارے اوپر بہت غصہ ہے' مالا۔'' وہ دکھ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ''تم نے مجھ پہ بھروسہ نہیں کیا۔ تم نے مجھ سے سچ چھپایا۔ میں اس کے لیے شاید تمہیں کبھی معاف نہ کر سکوں۔''

جہاز عین ان کے سر پر سے گزر رہا تھا۔ اتنا بڑا۔ اتنا قریب۔ ہوا سے اس کے بال پیچھے کو اڑنے لگے۔ وہ

مسکرا دی۔

''لیکن میں تمہارا احسان مند بھی ہوں۔تم نے ہلال کے لیے اپنی جان خطرے میں ڈالی۔''

جہاز زن سے بنچ پہ بیٹھے دو نفوس کے اوپر سے گزرا اور سیدھا رن وے پہ جا کے اترا۔

''یاد ہے میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔لاہور میں۔''

''مجھے یاد ہے۔''ایک دوسرے جہاز کی آواز پہ بے اختیار اس نے گردن موڑی۔آنکھوں میں اشتیاق اور ایکسائٹمنٹ تھی۔دل جوش سے بھر گیا تھا۔اسے لگا تھا وہ بہت عرصے بعد خوش ہوئی تھی۔

''اگر تم ہلال کی مدد کرو گی' تو تم مجھے خرید لو گی۔تم بدلے میں مجھ سے جو مانگو گی' میں دوں گا۔''وہ رکا اور تنبیہہ میں ابرو اٹھائی۔''سوائے معافی کے۔میں تمہیں اس چیز کے لیے معاف نہیں کروں گا۔''

جہاز اتر گیا تو اس نے مسکرا کے ماہر کو دیکھا۔

''مجھے تمہاری معافی چاہیے بھی نہیں۔''

وہ بھی ہلکا سا مسکرا دیا اور سر جھٹکا۔

"اگر تمہیں کچھ چاہیے...."

''مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے' ماہر۔میں نے کہا تھا نا' بنا مانگے تم میری مدد نہیں کرو گے۔اور مجھے خوشی ہے کہ تم نے زندگی میں پہلی دفعہ میری بات مانی۔''

ماہر چپ ہو گیا۔چند لمحے وہاں خاموشی چھائی رہی۔ائرپورٹ کی فضا بھی ساکن رہی۔جیسے سارے جہاز یہاں کا راستہ جیسے بھول بیٹھے ہوں۔

''ہلال کیسی ہے؟''اس نے دھیرے سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔"ماہر نے سر جھکا دیا۔''میں اس کا کیس اس ایک ہفتے میں بہت سے ڈاکٹرز کو بھیج چکا ہوں۔نگینہ سلطان نے مجھ سے پہلے ہر طرح سے ہلال کا علاج کروانے کی کوشش کی تھی۔اس کی مسخ شدہ آنکھوں میں پروستھیٹک آئی بالز تک لگوا دیے تھے۔اب کچھ نہیں ہو سکتا۔زیاد سلطان نے جو ظلم میرے ساتھ کیا ہے' اس کا کوئی مداوا نہیں ہو سکتا۔''

''اور بیربل؟تم نے اسے بتایا؟''

ماہر نے نفی میں سر ہلایا۔وہ اب سر جھکائے جوتے سے گھاس مسل رہا تھا۔

"جب مالک کو معلوم ہوا کہ نگینہ سلطان کے ساتھ سفر کرنے والی بچی کی پروستھیٹک آئیز تھیں، یعنی وہ نابینا تھی، تو اس نے مجھے نہیں بتایا۔ ویسے ہی میں نے ابھی بیربل کو نہیں بتایا۔ تاکہ اس کی تکلیف کے دن کم ہوں۔ واپس جا کے بتاؤں گا۔"

"واپس؟" وہ چونکی۔ ماہر نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

''میں ہلال کو لے کر استنبول جا رہا ہوں۔ سرکار مر چکی ہے۔ زیاد جیل میں ہے۔ میں واپس جا کے گرفتاری دے دوں گا۔''

اور تب اسے یاد آیا۔ وہ استنبول میں پولیس کو مطلوب تھا۔

اس کے تاثرات دیکھ کے وہ ہلکا سا مسکرایا۔ ''ڈونٹ وری۔ میں چند دن میں باہر آ جاؤں گا۔ میری وکیل بہت اچھی ہے۔''

''اور تمہارے پاس اتنا پیسہ ہے کہ تم جج خرید سکو۔'' وہ مسکرا کے شانے اچکا کے رہ گیا۔

''اور تم؟ تم کیا کرو گی؟''

اب کے اس نے غور سے مالا کو دیکھا۔

وہ اب گردن اٹھائے آسمان کو اشتیاق سے دیکھ رہی تھی۔ افق سے ایک زرد رنگ کا جہاز طلوع ہو رہا تھا۔

''میرا اسائلم کیس مزید مضبوط ہو گیا ہے۔ میرا وکیل خوش ہے۔ مجھے جلد پی آر مل جائے گا اور چند سال بعد نیشنیلٹی۔ باقی مسئلے بھی میں ہینڈل کر لوں گی۔'' وہ مسکرائی۔ وہ جانتی تھی کہ اسے اپنا اسائلم کیس مضبوط کرنے کے لیے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ اس کو اپنے شوہر سے جان کا خطرہ ہے۔ اور یہ بات اب پتھر پہ لکھی جا چکی تھی۔

"کیا تم زیاد سے ملیں؟"

''نہیں۔ اس نے کسی سے بھی ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کی ماں نے مرنے سے پہلے ایک خط چھوڑا تھا جس میں اس نے ہلال کے اغوا کی ذمہ داری لی تھی۔ اور اپنے بیٹے کو بری الذمہ قرار دیا تھا۔ اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ اس نے اپنے بیٹے سے کہا ہے کہ وہ اسے euthanize کر دے۔ (یعنی اس کو مار کے زندگی کی اذیت سے بچا لے)''

"جانتا ہوں۔ تمہیں لگتا ہے وہ جلد رہا ہو جائے گا؟"

"زیاد نے ہماری لوکیشن پولیس کو بتا دی تھی۔ پھر اس کی ماں کا خط۔ ہاں۔ وہ چند سالوں میں رہا ہو جائے

گا۔لیکن اس کے وکیل نے مجھے کہا ہے کہ زیاد میرے بچے سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔اور وہ اس کی ذمہ داری نہیں لے گا۔"

"اور؟" وہ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور وہ آسمان کو۔

"اس نے مجھے طلاق دینے سے انکار کیا ہے۔لیکن پاکستان میں ہمارا کیس چل رہا ہے۔اس کے پیش نہ ہونے کی وجہ سے چند دن میں مجھے خلع مل جائے گی۔"

اس نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔چند دن بعد وہ زیاد سلطان سے آزاد ہوگی۔اور بچے کی پیدائش کے بعد اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔

"اور ماہی؟ وہ تم پہ غصہ ہے؟"

اس نے آنکھیں کھولیں۔دنیا زیادہ خوشگوار لگ رہی تھی۔

"نہیں۔وہ بس یہ سمجھتی ہے کہ میں اس بچے کو دنیا میں لا کے غلطی کر رہی ہوں۔" اس نے چہرہ موڑ کے سوچتی نگاہوں سے ماہر کو دیکھا۔

"تمہیں بھی لگتا ہے کہ میں غلط ہوں۔"

اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"تمہیں یہ حق نہیں ہے مالا کہ تم باپ کے جرم کی سزا اس کے بچے کو دو۔"

وہ دھیرے سے مسکرا دی۔

صفورا، ماہی، ثمر خالہ... سب نے کہا تھا اب بھی وقت ہے۔وہ اس بچے کو ختم کر دے۔لیکن وہ پہلا انسان تھا جس نے اس کے فیصلے کا ساتھ دیا تھا۔

اتنے عرصے بعد پہلی دفعہ اسے ماہر فرید برا نہیں لگا تھا۔

"تم اس سرد ملک میں کیوں رہنا چاہتی ہو؟" وہ اب سامنے دیکھ رہا تھا۔دور سے ایک جہاز اڑتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔

"تم استنبول آ سکتی ہو۔تم وہاں بھی اپنی نئی زندگی شروع کر سکتی ہو۔"

مالا نے گردن موڑ کے غور سے اسے دیکھا۔

"مجھے استنبول کی امید پر اپنی نئی زندگی نہیں شروع کرنی، ماہر۔مجھے اپنے اور اپنے بچے کے لیے اپنی زندگی شروع

کرنی ہے۔''

وہ کیا کہہ رہی تھی' وہ سمجھ سکتا تھا۔ وہ ابھی تک زیاد کی بیوی تھی۔ اور وہ اس سے طلاق کسی دوسرے مرد کی امید پہ نہیں لے رہی تھی۔ یاسمین درست کہتی تھی۔ اسے مالا کی زندگی سے نکل جانا چاہیے تھا۔ وہ ایک طلاق کے ٹراما سے گزرتی لڑکی کو کنفیوژ نہیں کر سکتا تھا۔

''کیا تم ہمیں سی آف کرنے آؤ گی؟'' وہ اب بھی سامنے دیکھ رہا تھا۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔

اس ایک لمحے میں مالا کے اس شخص سے سارے گلے شکوے دور ہو گئے۔ وہ صرف ایک بھائی تھا جس کو اپنی بہن کی تلاش تھی۔ اس نے جو کچھ کیا' اپنی بہن کے لیے کیا۔ جیسے اس نے جو کچھ کیا' اپنے بچے کے لیے کیا۔

''میں آؤں گی۔'' وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"اور اگر.... "وہ سوچ سوچ کے کہہ رہا تھا۔ ''کبھی میں تمہیں ٹیکسٹ کروں تو کیا تم جواب دو گی؟''

وہ اپنی امید زندہ رکھنا چاہتا تھا۔

اس نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''میں جواب دوں گی۔''

وہ بھی مسکرا دیا۔ شاید یاسمین غلط تھی۔ شاید اسے ایک کوشش کرنی چاہیے۔ ابھی نہیں۔ جب تک وہ زیاد کی بیوی ہے اور وہ اس کیس میں پھنسا ہوا ہے' تب تک نہیں۔ اس کے بعد۔ شاید۔ اگر وہ مختلف حالات میں ملے... تب شاید...

وہ اسے خدا حافظ کہہ کے اب اٹھ گئی تھی۔ ماہر خاموشی سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ وہ بس اسٹاپ تک جا رہی تھی۔ وہ اسے ڈراپ کرنے کی پیشکش نہیں کر سکتا تھا۔

وہ اس کی وہ مدد قبول نہ کرتی جو اس نے مانگی نہیں تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پلین لینڈنگ ایریا سے وہ سیدھی بس اسٹاپ تک آئی تھی۔ اور اس وقت وہ بس میں بیٹھی موبائل اسکرول کر رہی تھی جب خیال آیا۔ کیا لوگ ابھی تک اس کو ٹک ٹاک پہ گالیاں دے رہے تھے؟ اسے وہ ویڈیو مٹا دینی چاہیے۔ اس وقت جوش میں بنا لی۔ اب شرمندگی ہونے لگی۔

اس نے ٹک ٹاک فون سے مٹا دیا تھا۔ اب دوبارہ انسٹال کیا۔ اپنی ویڈیو کھولی۔ شرمندگی بڑھ گئی۔ ہزاروں کمنٹس آ چکے تھے۔ گالیاں۔ باڈی شیمنگ۔ وہ لوگ اس کے اوپر چڑھ دوڑے تھے۔ اف۔ اس نے سر اٹھایا۔ بس

میں موجود سواریاں روبوٹس کی طرح باہر دیکھ رہے تھے۔ کوئی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔ شکر ہے وہ اس کو نہیں پہچانتے تھے۔

اس نے ڈیلیٹ کا بٹن دبایا۔ پھر وہ رک گئی۔ لائیکس اور فالوورز کافی بڑھ چکے تھے۔

اس کی انگلی انباکس پر رینگ گئی۔

وہاں بھی میسیجز کی بھرمار تھی۔ وہی گالیاں۔ وہی باتیں۔ اف اتنے ٹاکسک میسیجز۔ اس کے سر میں درد ہونے لگا۔ سوشل میڈیا شدید ٹاکسک تھا۔ وہ اس ایپ کو پھر سے ڈیلیٹ کر دے گی۔ میسیجز پہ اس کی انگلی نیچے جا رہی تھی۔ یہ لوگ جو اس کو اتنے ہفتے سے گالیاں دے رہے تھے' وہ نہیں جانتے تھے کہ چند دن پہلے وہ ایک فریزنگ یونٹ میں تھی۔ وہ مرنے والی تھی۔ اگر وہ مر جاتی تو یہی لوگ اس کو femicide victim قرار دے کر اس کے لیے شمعیں جلاتے۔ دو رخ والے منافق۔

اس کا ہاتھ ٹھہر گیا۔

ایک میسیج مختلف تھا۔

"میری ایک ماہ بعد شادی ہے اور مجھے موٹا نہیں لگنا۔ کیا آپ میری تصویریں کھینچ سکتی ہیں جیسے اس موٹی لڑکی کی کھینچی تھیں؟"

وہ بالکل ساکت ہو گئی۔ اور پھر اس کی آنکھوں نے میسیجز کو اسکین کرنا شروع کیا۔ جیسے ریت سے سیپ چنتے ہیں۔

''میری ناک درست نہیں۔''

''میرے شوہر کا قد مجھ سے چھوٹا ہے لیکن وہ تصاویر میں لمبا لگنا چاہیے۔''

''آپ جو پیسے مانگیں گی میں دوں گی۔ میں پریگنٹ ہوں لیکن میری شادی کی پکچرز ایسی ہوں کہ انڈیا بھیجوں تو پریگنٹ نہ لگوں۔''

میسیجز ہی میسیجز۔ وین کوور اور کینیڈا کے دوسرے شہروں کے کتنے ہی لوگوں کے میسیجز تھے۔

اِن سیکیورٹیز کا شکار خوفزدہ لوگ۔ وہ تصاویر میں وہ لگنا چاہتے تھے جو وہ حقیقت میں نہیں تھے۔ اور اگر لوگوں کی انسیکیورٹیز اس کے bills پے کر سکتی تھیں' جیسے پلاسٹک سرجنز اور میک اپ آرٹسٹ کے کرتی ہیں' تو اس کی آراء اور ویلیوز ایک طرف چلے جانے چاہیے تھے۔ اسے اس سرد ملک میں سروائیو کرنا تھا۔ اسے اپنا بچہ پالنا تھا۔

وہ تلخی سے مسکرا دی۔ اور اس کی انگلیاں تیزی سے کی پیڈ پہ چلنے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوموار کی صبح وہ مسکراتے ہوئے جے پی کے دروازے کی بیل بجا رہی تھی۔ وہ نکلی تو اس کا چہرہ حیران تھا۔

''مالا؟ تم اس وقت؟'' پھر جے پی کے چہرے پہ شرمندگی اتری۔ ''آئی ایم سو سوری جو تمہارے ساتھ ہوا۔''

''نیور مائنڈ۔ یہ رہے تمہارے پیسے۔'' اس نے ایک پھولا ہوا لفافہ اس کی طرف بڑھایا جس میں زیادہ تعداد ان نوٹوں کی تھی جو اس انڈین دلہن نے دیے تھے جو وقت سے پہلے پریگنٹ ہو چکی تھی۔ اور اسے اپنی شادی کی تصاویر سارے خاندان کو انڈیا میں بھیجنی تھیں۔

''اب تم اس عورت کے ساتھ سیٹل منٹ کر سکتی ہو۔ باقی میں تمہاری جاب چھوڑ رہی ہوں۔ مجھے باریستا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ایک دوسرا کیریئر چن لیا ہے۔'' وہ تمتماتے چہرے کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ وہ آزاد تھی۔ وہ بالآخر آزاد تھی۔

جے پی نے لفافہ تھامنے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھائے۔ اس کے چہرے پہ ندامت تھی۔

"مالا تم رہنے دو پلیز۔ تم پہلے ہی اتنے پرابلم سے گزری ہو۔ پھر تم پریگنٹ ہو۔"

''میں جانتی ہوں تمہیں کیف جمال نے یہ کرنے کو کہا تھا۔ لیکن خیر۔ یہ میری غلطی تھی۔ میری وجہ سے ایک عورت سلپ ہوئی۔ سو مجھے پیسے دینے ہیں۔ اب تمہارا میرا معاملہ ختم۔'' اس نے جتا کے کہتے ہوئے لفافی دوبارہ بڑھایا۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے' مالا۔ آگے تمہارے بہت اخراجات ہوں گے۔ اس ملک میں بچہ پالنا آسان نہیں ہے۔'' اس نے اس کا ہاتھ واپس پلٹا دیا۔

کشمالہ ٹھہر گئی۔ مسکراہٹ غائب ہوئی۔ غور سے اس کے چہرے کو دیکھا۔

"لیکن جے پی... تم نے اس عورت کو پیسے دینے ہیں نا۔ تو یہ اس کو دے دو۔ بات ختم۔"

جے پی نے نگاہیں جھکا لیں۔ جے پی پیسے کیوں نہیں لے رہی تھی؟

وہ ٹھہر گئی۔ ایک دم جیسے دماغ میں جھماکہ ہوا۔

''کسی نے تمہیں پہلے ہی ادائیگی کر دی ہے۔ ہے نا؟'' وہ پلک تک نہ جھپک سکی۔

"مالا..." جے پی نے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیری۔

''کوئی میری جگہ پیسے ادا کر چکا ہے۔ اسی لیے تم نے اتنے دن سے اصرار نہیں کیا۔''

اس کے جسم کا سارا خون آنکھوں میں اتر آیا تھا۔

" کس نے دیے ہیں پیسے؟ کس نے؟" وہ لفافے بھنچے بلند آواز میں پوچھ رہی تھی۔

گو کہ اسے پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ جانتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہر گیلے بال تولیے سے رگڑتا کمرے سے نکلا ہی تھا جب ڈور بیل بجی۔ اور اگلے ہی لمحے دروازہ زور زور سے دھڑ دھڑایا جانے لگا۔ جیسے کوئی اپنی مٹھی اس پہ مار رہا ہو۔ وہ چونکا۔ ماتھے پہ بل پڑ گئے۔ تولیہ ایک طرف اچھالا اور سیدھا دروازے تک آیا۔ میجک آئی سے باہر جھانکا۔ اس کا چہرہ دیکھ کے تعجب ہوا۔

''مالا؟ سب خیریت ہے؟''

دروازہ کھولا تو دیکھا... وہ سرخ چہرہ لیے چوکھٹ میں کھڑی تھی۔

''تم خود کو کیا سمجھتے ہو؟ بہت پیسہ ہے تمہارے پاس؟'' اس نے دونوں ہاتھوں سے ایک لفافہ اس کے سینے پہ اچھالا تھا۔ وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہوا۔ ایک نظر ان نوٹوں کو دیکھا جو لفافے سے نکل کے بکھر گئے تھے۔ اور پھر اس کے چہرے کو۔

اس کے گال گلابی اور آنکھیں گیلی تھیں۔

''میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ منع کیا تھا کہ تم میری زندگی میں مداخلت نہیں کرو گے۔'' وہ دبا دبا سا چلا رہی تھی۔

''بیٹھ کے کرتے ہیں۔'' اس نے نرمی سے کہنا چاہا لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔

''تم نے پھر سے وہی کیا جو تم کرتے آئے ہو۔ تم نے پھر سے اپنا پیسہ استعمال کیا۔ تم سمجھتے کیا ہو خود کو؟''

''کیونکہ تم رو رہی تھیں۔'' وہ دونوں ہاتھ اٹھا کے ایک دم بولا تو اس کی آواز میں بے بسی تھی۔ ''میں تم سے ملنے آیا اور تم رو رہی تھیں۔ باتھ روم کے فرش پہ۔ اور اس میں تمہارا قصور نہیں تھا۔ زیاد نے تمہیں اس میں پھنسایا تھا۔''

''اور تمہارا گاڈ کمپلیکس زندہ ہو گیا اور تم نے سمجھا کہ تم مجھے بچا لو گے؟'' وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

" تمہیں میری اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی، ماہر فرید؟ تمہیں میری خواہش کا ذرا سا احترام نہیں آیا؟"

" پھر تم کیا کرتیں؟" اس کی آواز بلند ہونے لگی۔

" جو بھی کرتی، میں تمہارے پاس پیسوں کے لیے نہ آتی۔" وہ دکھ سے کہہ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

"میں تمہیں آزما رہی تھی۔ میں دیکھنا چاہ رہی تھی کہ تم وہی ہو یا بدل گئے ہو۔ لیکن تم نے وہی کیا جو تم ہمیشہ کرتے ہو۔ تم نے پھر سے مجھے دھوکہ دیا۔"

دروازہ ابھی تک آدھا کھلا تھا۔ چند لمحے خاموشی سے گزر گئے۔ وہ چوکھٹ میں کھڑی چند لمحے گہرے گہرے سانس لیتی رہی۔

''آئی ایم سوری۔'' وہ شکستہ سا بولا۔ گیلے بال اس کی شرٹ کے کندھوں کو بھگو رہے تھے۔

''مجھے تمہاری مدد چاہیے ہوتی تو میں مانگ لیتی۔'' وہ اب کے بولی تو اس کی آواز آہستہ تھی لیکن سانس ہنوز پھولا ہوا تھا۔'' پیسے میں اپنی بہن سے بھی لے سکتی تھی۔ تم دنیا کے واحد پیسے والے شخص نہیں تھے۔ مگر مجھے یہ پیسے خود کمانے تھے' ماہر۔ مجھے اپنے پیروں پہ کھڑا ہونا تھا۔ اور میں نے وہ کر کے دکھایا۔ مجھے اپنے آپ پہ مان تھا کہ میں کسی مرد کی مدد کے بغیر خود اس مسئلے سے نکل آؤں گی۔ اسی لیے میں نے تمہیں مداخلت کرنے سے منع کیا تھا۔ لیکن تم نے مجھ سے میرا مان بھی چھین لیا کہ میں اپنے بل پہ کچھ کر سکتی ہوں۔ تم نے مجھے یہ احساس دلایا کہ مجھے ہمیشہ ایک مرد کی ضرورت رہے گی۔''

اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن نہیں کہہ سکا۔ یاسمین درست کہتی تھی۔ اسے اس مرحلے میں کشمالہ سے دور رہنا چاہیے تھا۔

''تم میری ایک خواہش کا احترام نہیں کر سکے۔'' وہ زخمی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''اب بتاؤ میری کیا سزا ہے؟'' وہ شکستگی سے پوچھ رہا تھا۔ اس کا سر درد کرنے لگا تھا۔

''مجھے تمہیں کوئی سزا نہیں دینی۔'' اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کیے اور فرش پہ بکھرے کاغذوں کو دیکھا۔'' یہ رہے تمہارے پیسے۔ اب ہمارا حساب برابر ہوا۔''

پھر وہ رکی۔

وہ جانتا تھا وہ کیا کہنے والی ہے۔ وہ مالا کو بہت اچھے سے جانتا تھا۔

''میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔ میں تمہارے کسی میسج کا جواب نہیں دوں گی۔ نہ میں تم سے رابطہ رکھنا چاہوں گی۔ ہلال سے میری طرف سے معافی مانگ لینا۔'' اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ جانتا تھا' وہ اس کا اعتبار پھر سے کھو چکا تھا۔

" کیونکہ تم ہمیشہ یہی کرو گے۔ تم میری زندگی اسی طرح کنٹرول کرنے کی کوشش کرو گے۔ تم ہمیشہ اپنے پیسے سے

سب فکس کرنے کی کوشش کرو گے۔اور میں تمہاری ان گیمز سے تھک چکی ہو۔ میں تمہاری manipulation سے تھک چکی ہوں۔تم ایک بزنس مین ہو اور رہو گے۔"اس کا دل بری طرح زخمی ہو چکا تھا۔

''ہلال اندر ہے۔وہ سب سن رہی ہے۔ بتاؤ میں اسے کیا کہوں گا؟''

''یہی کہ وہ اور بدر ایک دوسرے سے کبھی نہیں ملیں گے۔''

وہ اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھتی پلٹ گئی۔ ماہر تیزی سے اس کے پیچھے آیا۔

''مالا....''اس نے پکارا۔''میرا وعدہ قائم ہے۔''

وہ لفٹ کے دروازے کے قریب کھڑی تھی۔چہرہ نہیں موڑا۔

''میں تمہارا مقروض ہوں۔تمہارا احسان ہے میرے اوپر۔تم جب مجھے پکارو گی میں تمہارے لیے آؤں گا۔لیکن تمہارے پکارے بنا نہیں آؤں گا۔''

کشمالہ نے پلٹ کے اسے دیکھا۔اس کے چہرے پہ افسوس بھی تھا اور ملال بھی۔

''اور میں قسم کھا کے کہتی ہوں' ماہر فرید' کہ میں نہ کبھی تمہیں مدد کے لیے پکاروں گی' اور نہ کبھی تمہارے پاس آؤں گی۔تم زندگی میں دوبارہ میری شکل نہیں دیکھو گے۔''

لفٹ کے دروازے کھلے اور وہ اس کے اندر چلی گئی۔ وہ آزردگی سے اسے دیکھے گیا۔وہ بھی بھیگی آنکھوں میں ملامت لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

دھاتی دروازے آپس میں مل گئے۔وہ ان کے پیچھے غائب ہو گئی۔

وہ کافی دیر چوکھٹ میں کھڑا رہا۔پھر ازور سے دیوار کو ٹھوکر ماری۔اتنے زور سے کہ پیر کا انگوٹھا درد کرنے لگا۔

اور یہ وہ دن تھا جب کشمالہ مبین ماہر فرید کی زندگی سے چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چار سال بعد۔

استنبول۔

ائیر پورٹ کے باہر ٹیکسی زکی لائن لگی تھیں۔ایک بوڑھا اہلکار جو وردی میں ملبوس تھا' باری باری قطار میں کھڑے

لوگوں کو arrivals کے دروازے سے نکال کے ٹیکسی میں بٹھا رہا تھا۔

اس نے ایک بوڑھے کپل کو بٹھا کے ٹیکسی روانہ کی۔ پھر چہرہ موڑا تو اب اس لڑکی کی باری تھی جو قطار میں سب سے سامنے کھڑی تھی۔ سن گلاسز بالوں پہ ٹکائے' کانوں میں ائیر پوڈز لگائے' ایک ہاتھ سے مسلسل موبائل پہ کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے سلور کیری آن بیگ کا ہینڈل تھام رکھا تھا جس کے راڈ کے ساتھ ڈیزائنر بیگ اٹکا تھا۔ اس نے کہنی تک آتے آستین والا سفید منی کوٹ پہن رکھا تھا اور نیچے ٹخنوں سے ذرا اونچا سیاہ ڈریس تھا جو ہوا کے باعث پھڑ پھڑا رہا تھا۔ پیروں میں سفید ہائی ہیلز تھیں۔

''حانم آفندی....'' اس نے اسے پکارا۔ اس نے چہرہ اٹھایا۔ اس کی آنکھیں سبز تھیں۔ کانوں میں ڈائمنڈز تھے۔ بیگ پر بزنس کلاس کا ٹیگ لگا تھا۔ اس نے ٹیکسی کی طرف اشاری کر دیا۔ وہ شکریہ کہہ کے آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیور نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور اس کا بیگ لے لیا۔ وہ اسی طرح موبائل پہ جھکی پچھلی سیٹ پہ بیٹھی۔

نوجوان ڈرائیور نے کار سڑک پہ ڈالتے ہوئے بیک مرر میں اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کے بال کندھوں تک آتے تھے اور بالکل سیدھے تھے۔ ہلکا میک اپ۔ سیٹ پہ رکھے بیگ کے اندر ایک کیمرہ جھلک رہا تھا۔

''کہاں جائیں گی؟''

''فورسیزنز۔''

وہ خاموشی سے کار ڈرائیو کرنے لگا۔ کار ائیر پورٹ سے شہر کی طرف جا رہی تھی۔ یہ پون گھنٹے کی ڈرائیو تھی۔

"ہاں۔ ابھی ٹچ داؤن کیا ہے۔" وہ اب کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے فون پہ کسی سے کہہ رہی تھی۔

''نہیں ابھی نہیں۔ مجھے ہوٹل میں چیک ان کرتے ہی کہیں جانا ہے۔ وہاں سے میں تمہارے پاس آجاؤں گی۔ ۴ بجے تک۔" رک کے کچھ سنا۔ ''نہیں مجھے سات بجے تک فری ہونا ہے۔ میری ایک اہم میٹنگ ہے سات بجے۔ میں نے کسی کو وقت دے رکھا ہے۔'' کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔ ''ں' کہا نا ابھی مجھے کسی جگہ پہنچنا ہے۔ بہت اہم ہے۔'' سپاٹ لہجے میں کہہ کے فون رکھ دیا۔ اب وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ اس کی سبز آنکھوں کے گرد مدھم سی لکیریں تھیں۔ نوجوان ڈرائیور نے آئینے میں اسے دیکھا۔

''آپ سیاح ہیں؟''

''نہیں۔''

''کیا کرتی ہیں؟''

''تمہارا نام کیا ہے؟''اس نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔

''بلنت۔''

''بلنت، میں فوٹوگرافر ہوں۔ الوژن فوٹوگرافر۔''وہ نرمی سے مسکرائی۔

''وہ کیا ہوتا ہے؟''

''فوٹوگرافرز کے جادوگر۔ وہ ایسا الوژن کری ایٹ کرتے ہیں جو exist نہیں کرتا۔ وہ دکھاتے ہیں جو حقیقت نہیں ہوتی۔''

اس نے نہ سمجھنے کے باوجود اثبات میں سر ہلا دیا۔ کار ہوٹل کے سامنے رکی تو وہ جلدی سے بولا۔

''آپ کو کہیں جانا ہے؟''اسے اس کی کال کی تھوڑی بہت سمجھ آئی تھی۔

''ہاں۔ میں چیک اِن کر کے آتی ہوں۔ تم میٹر آن رکھو بے شک۔''

وہ بے نیازی سے کہہ کے اندر کی طرف بڑھ گئی۔ ہوٹل کے داخلی دروازے پہ ویلے نے اس کا سامان لے لیا تھا۔

وہ پارکنگ میں اس کا انتظار کرتا رہا۔ میٹر چلتا رہا۔

قریباً پندرہ منٹ بعد وہ واپس آتی دکھائی دی۔ اب اس کے پاس بس وہی ہینڈ بیگ تھا۔ وہ واپس پیچھے بیٹھی اور ڈرائیور سے اس کا موبائل مانگا۔ پھر اس کے گوگل میپس پہ ایک لوکیشن کھولی۔

''مجھے یہاں جانا ہے۔''

بلنت نے سر ہلایا اور کار سڑک پہ ڈال دی۔ یہ لیونت کی ایک عمارت تھی۔

کیف آرکیٹیکچرل فرم۔

کار استنبول کے ونچے نیچے راستوں سے گزرتی رہی۔ کئی گلیاں پار کیں۔ کئی دکانوں اور قہوہ خانوں کے سامنے سے گزری۔ اس شہر کے رنگ ویسے ہی تھے۔ وہی خوشبو۔ وہی رونق۔ وہی قہقہے۔

وہ خاموشی سے کھڑکی سے باہر دیکھے گئی۔ چہرے پہ کوئی تاثر نہ تھا۔

کار اس ولا نما عمارت کے سامنے رکی تو ڈرائیور نے کارڈ مشین سامنے کر دی۔

''کیا میں آپ کا انتظار کروں؟''

''نہیں۔ مجھے دیر ہو جائے گی۔''اس نے کارڈ مشین پہ کارڈ ٹیپ کیا اور اس کو دیکھے بنا باہر نکل آئی۔

سیاہ جنگلے کے سامنے رک کے مالا نے گہری سانس لی۔

("میں قسم کھا کے کہتی ہوں، ماہر فرید، کہ میں نہ کبھی تمہیں مدد کے لیے پکاروں گی، اور نہ کبھی تمہارے پاس آؤں گی۔ تم زندگی میں دوبارہ میری شکل نہیں دیکھو گے۔")

اس نے سفید ہیلو سے قدم اندر رکھے۔ ایک ایک قدم بھاری تھا۔ لیکن اب فرق نہیں پڑنا ختم ہو چکا تھا۔

لابی میں داخل ہوتے ہی وہ ریسپشن تک آئی۔ ریسپشنسٹ چار سال پہلے والی نہیں تھی۔ بدل چکی تھی۔ وقت بھی بدل چکا تھا۔

''مجھے ماہر فرید سے ملنا ہے۔''

''کیا آپ کے پاس اپائنٹمنٹ ہے؟'' اس نے میکانکی انداز میں مسکرا کے پوچھا۔

''نہیں۔''

''کیا وہ جانتے ہیں کہ آپ آ رہی ہیں؟''

''نہیں۔'' وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑی تھی۔

''آپ کا نام؟''

''میں اس کو خود بتاؤں گی۔'' وہ اسی طرح اٹل کھڑی تھی۔ ریسپشنسٹ نے گہری سانس لے کر صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ مالا بنا کسی احتجاج کے سامنے دیوار سے لگے کاؤچ پہ بیٹھ گئی۔ ٹانگ پہ ٹانگ جمالی۔

ریسپشنسٹ نے انٹرکام اٹھایا۔

انٹرکام کی گھنٹی کانفرنس روم میں بجی۔

کانفرنس روم اس وقت خالی تھا۔ طویل میز کے گرد بہت سی کرسیاں رکھی تھیں۔

وہ سربراہی کرسی پہ تنہا بیٹھا تھا۔ گرے سوٹ میں ملبوس۔ سامنے کھلی اسکرین کو دیکھتا، وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ بال جیل سے پیچھے تھے۔ چہرے پہ زیادہ کچھ نہیں بدلا تھا۔ سوائے کلین شیو ہونے کے۔ البتہ گال کا زخم ویسا ہی تھا۔

انٹرکام بجا تو ماہر نے ناگواری سے اس کو دیکھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کے فون اٹھایا۔

''میں نے کہا تھا مجھے ڈسٹرب مت کرنا۔''

''ایک خاتون آپ سے ملنے آئی ہیں۔'' ریسپشنسٹ نے کہتے ہوئے مسکرا کے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا۔ وہ بھی

اسے دیکھ کے رسماً سا واپس مسکرائی۔

''اس کے پاس اپائنٹمنٹ ہے؟''

''نہیں۔''

''کیا تم نے اسے پہلے کبھی مجھ سے ملتے دیکھا ہے؟''

''نہیں۔''

''پھر مجھے ڈسٹرب مت کرو۔''

رکھائی سے کہہ کے اس نے ریسیور واپس رکھا۔ پھر اسے قدرے ٹیڑھا کر کے رکھا تا کہ وہ انگیج ہو جائے۔ اور واپس اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

نیچے ریسپشن کے کاؤنٹر پہ بیٹھی مالا خاموشی سے سامنے دیکھتی رہی۔ دیوار پہ لگے وال کلاک کی سوئی آگے بڑھتی گئی۔ ایک گھنٹہ۔ سوا گھنٹہ۔ وہ وہیں بیٹھی رہی۔ ورکرز اس کے سامنے باہر سے لابی تک آتے۔ لفٹ کے دروازے کھولتے۔ اندر جاتے' کارڈ سوائپ کرتے۔ لفٹ چل پڑتی اور انہیں اوپر لے جاتی۔ ریسپشنسٹ وہیں بیٹھی اسے نظر انداز کیے کام کرتی رہی۔

تین بج گئے جب وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ ایک آرکیٹیکٹ لفٹ میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ اسی سکون سے چلتی اس کے ساتھ سوار ہو گئی۔ اس سے پہلے کہ ریسپشنسٹ اسے روک سکتی۔ وہ وہیں کھڑی ہو گئی۔ آرکیٹیکٹ نے اپنا کارڈ سوائپ کیا۔ پھر بٹن پریس کیا۔ اور سوالیہ نظروں سے مالا کو دیکھا۔

''ماہر فرید۔'' اس نے مسکرا کے بتایا۔ اس کے انداز میں رعب تھا۔ حاکمیت تھی۔ آرکیٹیکٹ نے سر ہلا دیا۔ دروازے بند ہو گئے۔ ریسپشنسٹ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی لیکن تب تک لفٹ کے دروازے باہم مل رہے تھے۔ مالا نے مسکرا کے اسے ہاتھ ہلا دیا۔

لفٹ نے اسے جس ہال میں اتارا' وہ اسے پہچانتی تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ بھرا ہوا تھا۔ ڈیزائنر فرنیچر۔ بدلا ہوا انٹیریئر۔ چھت کی فالس سیلنگ بھی ہو چکی تھی۔ وہ دائیں بائیں دیکھتی اندر داخل ہوئی۔ ایک ڈیسک کے پاس رکی۔

''ماہر فرید کہاں ہے؟'' سوالیہ ابرو اٹھایا۔

''وہ میٹنگ میں ہیں۔ آپ....'' ایک لڑکا بوکھلا کے اٹھا لیکن اس نے ہاتھ اٹھا کے اسے روکا۔ وہ رک گیا۔ اب وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اس کی نگاہوں کے زاویے سے دیکھ چکی تھی کہ وہ کہاں ہے۔ اسے آگے کا راستہ

معلوم تھا۔

زینے آدھے ہوئے جب دیوار پہ لگا آئینہ دکھائی دیا۔ اندر لگا نیلا مخملیں پردہ ویسا تھا۔ وہ ہٹا ہوا تھا۔ سامنے ایک کانفرنس ٹیبل کے گرد بہت سے افراد دکھائی دے رہے تھے۔

مالا دو زینے اوپر چڑھی۔

اور تب وہ اسے دکھائی دیا۔

وہ سربراہی کرسی کے پیچھے کھڑا' ناخوشی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ چڑچڑا سا' اکتایا ہوا۔ ایک لڑکی نے سر اٹھا کے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے اسے ڈپٹ کے چپ کروا دیا۔

تین زینے اوپر۔

وہ ہاتھ میں پین پکڑے اسے ہلاتے ہوئے' اپنی بات سمجھاتا دائیں بائیں ٹہل رہا تھا۔ سفید شرٹ۔ سیاہ پینٹ۔ شرٹ کے کف موڑے۔ وہ بار بار بالوں میں ہاتھ پھیرتا۔ وہ مضطرب تھا۔ ناخوش۔ پھر وائٹ بورڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ پلٹا۔ نگاہ سیڑھیوں کے وسط میں لگے آئینے پہ پڑی۔

وہ ٹھہر گیا۔

ساری دنیا ٹھہر گئی۔

وہ قدم قدم چلتی اوپر آ رہی تھی۔

وہ ہاتھ میں قلم لیے... بالکل منجمد سا کھڑا تھا۔

وہ نیلے پردوں کے ساتھ آ رکی۔

انگلی کی پشت سے دستک دی۔ شیشے کا دروازہ کھولا۔

آواز پہ سب نے گردن موڑ کے دیکھا۔

سیاہ سفید لباس والی لڑکی ان کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ ماہر کو دیکھ رہی تھی اور وہ اسے۔ پھر وہ ہلکا سا مسکرائی اور ان تمام افراد کو دیکھا۔

"Can you give us a minute?" وہ انگریزی میں شائستگی سے بولی۔ سب کی نگاہیں ماہر فرید کی طرف اٹھیں۔ سوائے عبدالمالک فرید کے' آج تک اس کی میٹنگ میں کسی نے خلل نہیں ڈالا تھا۔

ماہر نے دھیرے سے سر کو جنبش دی۔ ایک ایک کر کے تمام افراد اٹھ گئے۔ جلدی جلدی چیزیں سمیٹی گئیں۔ وہ

کب وہاں سے گئے۔ اسے کچھ معلوم نہ ہوا۔ یہاں تک کہ دروازے بند ہو گئے۔ اور وہ اس کے دائیں ہاتھ رکھی کرسی تک آئی۔

وہ ابھی تک اسے دیکھ رہا تھا۔ بے یقین۔ ششدر۔ کیا یہ سچ تھا؟ کیا وہ جاگا ہوا تھا؟ ''میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔'' وہ سنجیدہ تھی۔ اس کا چہرہ برف کے جیسا تھا۔ وہ کرسی پہ بیٹھی۔ ٹانگ پہ ٹانگ جمائی۔ پرس میز پہ رکھا۔

وہ جیسے ہوش میں آیا۔ بہت کچھ یاد آیا۔

''مالا؟''

اس ایک لفظ میں بہت سے سوال تھے۔ تعجب تھا۔ بے یقینی تھی۔

''میں فورسیزنز میں ٹھہری ہوئی ہوں۔ شام ۷ بجے میں وہاں تمہارا انتظار کروں گی۔ تب تک تم آفس سے فارغ ہو چکے ہو گے۔ تمہیں وہاں آنا ہے اور ہم بیٹھ کے بات کریں گے۔'' وہ جیسے اس کو اس کا شیڈیول سنا رہی تھی۔

وہ ابھی تک کھڑا تھا۔ بس یک ٹک اسے دیکھتے ہوئے۔ یہ وہی تھی۔ کشمالہ مبین۔ بال چھوٹے تھے۔ چہرہ قدرے میچور تھا۔ لیکن یہ وہی تھی۔

''میں تمہارا انتظار کروں گی۔''

''کیوں؟'' اسے دیکھتے ہوئے ماہر نے آنکھوں کی پتلیاں سکوڑیں۔ اس کا ذہن دھیرے دھیرے جاگ رہا تھا۔

''کیونکہ مجھے تمہاری مدد چاہیے۔'' وہ ایسے بتا رہی تھی جیسے اسے اس کے سوال پہ حیرت ہوئی ہو۔ ''کیا تمہیں بھول گیا کہ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا؟ تمہارے اوپر میرا ایک احسان ہے۔'' کچھ جتاتا ہوا سا تھا اس کے لہجے میں۔

''اور تم نے قسم اٹھائی تھی کہ تم کبھی مجھے نہیں پکارو گی۔'' اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ ایک دم سارے اعصاب تن گئے۔ پیشانی پہ بل آ گئے۔

''میں اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دوں گی' ڈونٹ وری۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''شام سات بجے۔'' ابرو اٹھا کے یاددہانی کروائی اور دروازے کی طرف بڑھی۔

اور اس کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

''میں نہیں آؤں گا۔'' وہ بولا تو اس کی آواز میں زمانوں کی سختی تھی۔

کشمالہ نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔ پھر اس کی طرف پلٹی۔ اسی بے تاثر چہرے کے ساتھ اسے دیکھا۔

''کیوں؟''

''کیونکہ میں زندگی میں آگے بڑھ چکا ہوں' کشمالہ بی بی۔'' وہ اسی سختی سے کہہ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بہت سی شکایتیں تھیں۔ زخم تھے۔ ملال تھا۔

''میں نے تمہیں پہلے سال ای میلز لکھی تھیں۔ تم نے جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے تمہیں چھوڑ دیا۔ اور جسے چھوڑ دیا اسے چھوڑ دیا۔ اب تم یوں اچانک میری زندگی میں نہیں آسکتیں۔'' اس کی آواز میں غصہ در آیا۔ بے بسی بھرا غصہ۔

''نہ میں اب تمہارے لیے کچھ کر سکتا ہوں۔''

وہ انہی بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کیا وہ انسان تھی؟ یا برف کا مجسمہ؟

غصہ۔ بہت سا غصہ اس کے اندر ابلنے لگا۔

''تم نے میری بہن کی جان بچائی۔ تمہارا شکریہ۔ لیکن میں اب تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ نہ کروں گا۔''

وہ رکا۔ ہلکا سا کھنکھارا۔

''میں شادی کر رہا ہوں۔ اور اس وقت میں نہیں چاہتا کہ ہمارے راستے ٹکرائیں۔''

وہ اسی طرح اسے دیکھتی رہی۔

پھر اس نے پرس میں ہاتھ ڈالا۔ کچھ مٹھی میں دبایا اور قدم قدم چلتی اس کے قریب آئی۔

''شادی کر رہے ہو تو میری مبارک باد قبول کرو۔ مر رہے ہو تو فاتحہ۔'' ساتھ ہی اس نے مٹھی میں رکھی شے اس کی میز پہ رکھی۔

''لیکن تم آؤ گے ماہر فرید۔ تم آؤ گے اور میری بات سنو گے۔ اور تم میری مدد بھی کرو گے۔ کیونکہ میں نے تمہاری مدد کی تھی۔'' برف جیسے لہجے میں ارتعاش پیدا ہوا تھا۔ اسے لگا کشمالہ کی آواز بھیگی تھی۔

ماہر کی نظریں میز پہ جھکیں۔ مالا نے اس چیز سے ہاتھ ہٹایا۔

وہ ایک تصویر تھی۔

ایک تین سال کے بچے کی تصویر۔

''یہ بدر ہے۔میرا اور زیاد کا بیٹا بدر۔''

ماہر اس تصویر کو دیکھ رہا تھا۔

''دو ماہ پہلے ایک حادثے میں بدر کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔''

اس نے بے یقینی سے چہرہ اٹھا کے مالا کو دیکھا۔اس کی سبز آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔

''یعنی پولیس کہتی ہے کہ وہ مر گیا تھا۔لیکن....میں جانتی ہوں کہ وہ نہیں مرا۔''

وہ بنا پلک جھپکے ان بھیگی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

''وہ کھو گیا ہے۔کسی نے اس کو مجھ سے چھین لیا ہے۔میں نے اسے بہت ڈھونڈا ہے لیکن وہ مجھے نہیں ملا۔''

وہ برف کا مجسمہ نہیں تھی۔وہ ایک ماں تھی جو اپنی عزت نفس پہ پیر رکھ کے وہاں آئی تھی۔

''اور تم....''اس نے انگلی کی نوک سے آنکھ کا کنارہ صاف کیا۔اور جب بولی تو آواز ویسی ہی پتھر تھی۔

''تم مجھے میرا بیٹا ڈھونڈ کے دو گے جیسے میں نے تمہیں تمہاری بہن ڈھونڈ کے دی تھی۔مجھے نہیں پرواہ کہ تم اپنی زندگی میں کیا کر رہے ہو۔لیکن تم...''اس نے پرس اٹھایا اور پلٹنے سے پہلے آخری دفعہ تنبیہہ کی۔

''تم آؤ گے۔تم مجھ سے ملنے آؤ گے۔اور تم مجھے میرا بیٹا واپس لا کر دو گے۔''اس نے گیلی سانس ناک سے اندر کھینچی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ جہاں تھا۔وہیں کھڑا رہ گیا۔ساکت۔جامد۔

وہ جیسے آئی تھی،ویسے ہی چلی گئی۔

اس نے بہت دفعہ سوچا تھا کہ کشمالہ مبین سے دوبارہ ملنا کیسا ہو گا۔لیکن آج...اس نے نفی میں سر ہلایا۔اور میز پہ رکھی تصویر دیکھی۔

کاش وہ مختلف حالات میں ملے ہوتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(مالا کے آخری حصے ''استنبول'' کی پہلی قسط انشاءاللہ آئندہ)